بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شمعِ کلئیر

میرے صابر کرم، ہو نگاہِ کرم

زیرِ سرپرستی:

شاہِ شاہاں، خواجۂ خواجگان، عاشقِ رسول، قطب العالم

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثل، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ نور اللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری

المعروف **افضل سرکار** رحمۃ اللہ علیہ

پبلشرز:

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ: ۶۸-۶۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۷/۸، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمعِ کلئیر

میرے صابر کرم، ہو نگاہِ کرم

زیرِ سرپرستی:

شاہِ شاہاں، خواجہ خواجگان، عاشقِ رسول، قطب العالم،

فقیرِ بے بدل، فقیرِ بے مثل، فقیرِ محمدی، فقیرِ فانی فی اللہ باقی باللہ نور اللہ

حضرت خواجہ شاہ محمد افضل

قادری چشتی (صابری نظامی)، قلندری

المعروف **افضل سرکار** رحمۃ اللہ علیہ

پبلشرز:

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ: ۶۸-۶۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۷/۸، کراچی

نام کتاب ـــــــــــــ شمعِ کلئیر
ترتیب و پیشکش ـــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی
ناشر ـــــــــــــ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ مئی ۲۰۰۴ء	۳۰۰۰
شوال ۱۴۲۹ھ اکتوبر ۲۰۰۸ء	۳۰۰۰

معشر رضا لائبریری
کتاب نمبر
صدر بازار، لاہور چھاؤنی

e.mail:arfeen@cyber.net.pk

فہرست

نعت شریف ____ 8

مناقب ____ 9

باب 1 ____ 13

- حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ

باب 2 ____ 18

- نسب نامۂ پدری
- سلسلۂ نسبِ مادری
- حضرت عبدالرحیم عبدالسلام یا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
- پیدائش
- بیعت
- حضرت عبدالرحیم عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کی شادی
- تکمیلِ علومِ ظاہر
- نکاح
- وفات

باب 3 ____ 27

- حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ شکمِ مادر میں
- حاجی بُرہان حاسد
- عجائباتِ پیدائش
- بغرض زیارت آمدن ارواحِ مقدسہ
- حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب گرگانی رحمۃ اللہ علیہ

باب 4 ____ 33

- ایامِ شیرخواری میں صبر
- اسمِ گرامی
- عجائبات ایامِ طفلی
- داغِ یتیمی
- ایامِ طفلی میں صبر
- خالی پانی کا عمدہ چاول

باب 5 ____ 42

- ہرات سے روانگی
- ماموں کا ظلِّ عاطفت
- تعلیمِ ظاہری

باب 6 ____ 46

- بیعت کی سفارش
- بیعت خاندانِ علویہ حنفیہ
- حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کی ہرات کو واپسی

باب 7 ____ 50

- لنگر خانہ
- حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتظام تقسیم لنگر
- دُعائے نوری
- حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلال سے بابا صاحب کے بچّوں کی وفات
- والدۂ محترمہ کی ہرات سے واپسی
- نکاح اور اہلیہ کی وفات
- والدہ کا انتقال
- احوالِ لنگر آپکی حجرہ نشینی کے بعد

باب 8 ______ 61

- بیعت خاندانِ چشتیہ
- حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ مجاہدہ تعلیم چشتیہ میں
- مہرِ ولایت کا اظہار
- ارشاد و امامت و خلافتِ خاندانِ چشتیہ
- سندِ خلافت
- سندِ خلافت پر مُہرِ تصدیق

باب 9 ______ 73

- کلیر
- کلیر کی جامع مسجد
- کلیر کی موجودہ حالت
- مزارِ مُبارک
- روانگی کلیر شریف
- بکری کا لوگوں کے پیٹوں سے آواز دینا
- کلیر میں زلزلہ
- کلیر کی جامع مسجد کا رکوع

باب 10 ______ 96

- خلفاء بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اولیاء کی حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پُرسی کے لئے حاضری
- کلیر کی چار چیزوں کو قہرِ الٰہی اور آتشِ غضب سے محفوظ و مامون رکھنا
- کلیر میں آتشزدگی
- سُلطان ناصر الدین محمود شہنشاہ دہلی کی عرضی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

باب 11 ______ 103

- نسب نامہ
- وطن ترکِ وطن
- روانگی کلیر کی جانب
- مُلاقات اور شرفِ بیعت
- کلیر سے روانگی
- وفات حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

باب 12 ______ 112

- حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کا کلیر شریف کو روانہ ہونا
- حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی کلیر شریف میں آمد
- حضرت خواجہ شمس الدین شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض ولایت
- تعلیم احکام حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ شمس الدین علیہ الرّحمۃ کو
- آتشِ کلیر کی افسردگی
- حضرت مخدوم صاحب کی پابندیٔ نماز
- ایک بارات کی آتشِ کلیر میں قید و بسط
- حضرت خواجہ شمس الدین شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ کا حبسِ کبیر
- حبسِ کبیر سے برآمدگی

باب 13 ______ 126

- حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ سرّہٗ کی حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت

باب 14 ـــــــــــ 131
- حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی آسیر کو روانگی
- سوت کی دستیابی
- حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کلیر کو واپسی
- امام نماز جنازہ اور فنا و بقا کی حقیقت
- حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ ترک شہر فرخار میں
- حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں
- وفات

باب 15 ـــــــــــ 143
- حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کو تفویضِ خلافت
- بیعت و امامت و ارشاد و خلافت
- وفات
- حضرت شاہ احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ
- خلافت
- کلیر شریف کو روانگی
- واپسی پانی پت و روانگی ردولی شریف
- ردولی میں حبسِ کبیر
- شادی اور اولاد
- حضرت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر پیشین گوئی
- حضرت شاہ مصطفےٰ رحمۃ اللہ علیہ عارفِ حق
- وفات حضرت شاہ مخدوم نور الحق احمد عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شاہ محمد عجیب انور جیو رحمۃ اللہ علیہ
- وفات حضرت شاہ مصطفےٰ رحمۃ اللہ علیہ عارف زنداں پیر

باب 16 ـــــــــــ 156
- حضرت مشکل کشا بندگی شاہ عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجدّد و قطب عالم
- شادی
- خلافت کلی مجدّدی
- وفات حضرت شاہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ محمد عجیب انور محمد عیسیٰ رُوحی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ جلال الدّین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھانیسری
- دفن ثانی کی تحریک
- حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین ثانی
- تعمیر پختہ روضۂ منورّہ
- عجائباتِ مزار مقدس حضرت مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ

باب 17 ـــــــــــ 172
- عُرس شریف
- ایّامِ عُرس میں بازار
- قوالی
- روشنی
- قُل
- غُسل
- لنگر
- واپسی

باب 18 ـــــــــــ 176
- عام حالات
- حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلی تعلقات

- شمس برانجم
- ذوقِ علوم ظاہری
- حُلیۂ مُبارک
- پوشاک

باب 19 — 186

- حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ — 186
- نام ونسب
- پیدائش
- تعلیم
- سیر و سیاحت
- عام حالات
- عطائے خلافت وقیام
- حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ازواجِ مطہرات واولاد
- وفات
- حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا پارچہ کفن
- حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تدفینِ اوّل
- حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تدفینِ ثانی
- تعمیر بہشتی دروازہ روضۂ عالیہ
- تعمیر روضۂ عالیہ
- خلفائے کرام و مریدین
- ارشاداتِ عالیہ
- حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ — 200
- نام ونسب
- سکونت
- پیدائش
- تعلیم وتربیت
- ذوقِ معرفت
- شادی اور طلاق
- ہندوستان میں آمد
- مسندِ خلافت
- سُلطان شمس الدین التمش رحمتہ اللہ علیہ کی عقیدت
- عبادت و ریاضت
- صبر وقناعت
- کاکی
- جائے مزار مُبارک
- وفات
- خُلفاء
- حضرت خواجہ مُعین الدین چشتی اجمیری غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ — 209
- نام ونسب
- وطن
- پیدائش
- تعلیم وتربیت
- عرفان کی چوٹ
- ارادت
- سیاحت
- تفویض ولایت ہند
- ہند میں تشریف آوری

- اشاعتِ اسلام
- اخلاق
- متاہلِ زندگی
- سماع
- استغراق
- زہد و اتقاء
- کرامات
- وفات
- ارشاداتِ عالیہ
- حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ ____ 221
- حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ __ 222
- حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ ____ 223
- حضرت خواجہ ناصر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ __ 224
- حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ ____ 225
- حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ _ 227
- حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ 228
- حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ __ 231
- حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ ____ 232
- حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ __ 233
- حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ 233
- حضرت خواجہ فضیل ابنِ عیاض رحمۃ اللہ علیہ 234
- حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ _ 235
- حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ____ 235
- آفتاب الاولیاء ماہتابُ الاصفیاء حضرت مشکل کشا مولا علی کرم اللہ وجہہ ___ 236
- ارشاداتِ عالیہ
- صوفیانِ صاف دِل صافی نہاد __ 239
- شجرہ طیّبہ ________ 241
- اظہارِ تشکر برائے اقتباسات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دینِ من مُصطفٰے ﷺ است می دانم

کلام خواجۂ خواجگان، قطب العالم، سلطانِ قلندران، سلطان العاشقین، سلطان الفقراء، بحرِ صبر و محبت
حضرت مخدوم سید علاؤالدین علی احمد صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ

دینِ من مُصطفٰے ﷺ است می دانم　　رہنما مُصطفٰے است مِی دانم
میرا دین مُصطفٰے ﷺ ہیں میں جانتا ہوں، میرے رہنما مُصطفٰے ہیں، میں جانتا ہوں

در ہمہ انبیا زِلُطفِ خُدا　　مُقتدا مُصطفٰے ﷺ است مِی دانم
تمام انبیاء میں اللہ کی خوشی سے امام مصطفٰے ہیں، میں جانتا ہوں

بر زبانِ ملائکہ جاری است　　انبیا مُصطفٰے ﷺ است مِی دانم
فرشتوں کی زبان پر جاری ہے، انبیاء میں چُنیندہ ہیں، میں جانتا ہوں

از ازل تا ابد براہِ خُدا　　پیشوا مُصطفٰے ﷺ است مِی دانم
تخلیقِ کائنات سے پہلے اور یومِ آخرت کے بعد بھی ہمیشہ کیلئے خدا کی راہ میں پیشوا مُصطفٰے ﷺ ہیں، میں جانتا ہوں

شہبازانِ عِشق مِی گویند　　شاہ مُصطفٰے ﷺ است مِی دانم
عِشق کی بلند پرواز کے شہباز کہتے ہیں شاہ مُصطفٰے ﷺ ہیں، میں جانتا ہوں

از ہمہ آفرینشِ عالم　　مُدّعا مُصطفٰے ﷺ است مِی دانم
تمام جہانوں کی تخلیق کا مقصود مُصطفٰے ﷺ ہیں، میں جانتا ہوں

پیش از ہر دو کون ہرچہ در اوست　　ابتدا مُصطفٰے ﷺ است مِی دانم
دونوں عالموں سے پہلے، اور جو کچھ ان میں ہے، ان کی ابتدا مُصطفٰے ﷺ ہیں، میں جانتا ہوں

آں چہ حق گُفت من ہمیں گویم　　حق نُما مُصطفٰے ﷺ است مِی دانم
جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں بھی یہی کہتا ہوں مُصطفٰے ﷺ حق نما ہیں، میں جانتا ہوں

صابر رحمۃ اللہ علیہ از چشمِ دِل بدید و بگفت　　ہمہ جا مُصطفٰے ﷺ است مِی دانم
صابر رحمۃ اللہ علیہ نے دل کی آنکھ سے دیکھا اور کہا، ہر جگہ مُصطفٰے ﷺ ہیں، میں جانتا ہوں

مُصطفٰے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ہے جس کے معنی برگزیدہ، انتخاب کیا ہوا اور چنیدہ ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم ہو نگاہ کرم

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم ہو نگاہ کرم

آپ کا ہوں مجھے بھی نبھا لیجئے

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم ہو نگاہ کرم آپ کا ہوں مجھے بھی نبھا لیجئے

صدقۂ پنجتن پاک، ہو نگاہ کرم صدقۂ پنجتن پاک، ہو نگاہ کرم

اب تو دامن میں اپنے چھپا لیجئے

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم ہو نگاہ کرم

آپ کا ہوں مجھے بھی نبھا لیجئے

آپ کے در پہ جو بھی سوالی گیا جس نے جو مانگا' پایا! نہ خالی گیا

آپ کے در پہ جو بھی سوالی گیا جس نے جو مانگا' پایا! نہ خالی گیا

شاہِ کلیر رحمۃ اللہ علیہ میری لاج رکھ لیجئے شاہِ کلیر رحمۃ اللہ علیہ میری لاج رکھ لیجئے

اب تو للہ میری جھولی بھر دیجئے

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم ہو نگاہ کرم

آپ کا ہوں مجھے بھی نبھا لیجئے

صدقہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا سنو التجا صدقہ ہندالوی رحمۃ اللہ علیہ دیتا ہوں یہ صدا

صدقہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا سنو التجا صدقہ ہندالوی رحمۃ اللہ علیہ دیتا ہوں یہ صدا

تم ہو ابن سخی میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ پیا تم ہو ابنِ سخی میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ پیا

بھیک مجھ کو کرم کی عطا کیجئے

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم ہو نگاہ کرم

آپ کا ہوں مجھے بھی نبھا لیجئے

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت جسے ہو گئی اس کی بگڑی ہوئی بات بھی بن گئی

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت جسے ہو گئی اس کی بگڑی ہوئی بات بھی بن گئی

آرزو ہے تو بس آرزو ہے یہ ہی آرزو ہے تو بس آرزو ہے یہ ہی

اپنے قدموں میں مجھ کو بلا لیجئے

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم ہو نگاہ کرم

آپ کا ہوں مجھے بھی نبھا لیجئے

اِن کی چوکھٹ تو ہے بیکسوں کا بھرم وقتِ مشکل وہ بیشک کریں گے کرم

اِن کی چوکھٹ تو ہے بیکسوں کا بھرم وقتِ مشکل وہ بیشک کریں گے کرم

ہو گی آسان مشکل سب ہی کی یہیں ہو گی آسان مشکل سب ہی کی یہیں

نامِ صابر رحمۃ اللہ علیہ کو دل سے ذرا لیجئے

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم ہو نگاہ کرم آپ کا ہوں مجھے بھی نبھا لیجئے

صدقۂ پنجتن پاک، ہو نگاہ کرم صدقۂ پنجتن پاک، ہو نگاہ کرم

اب تو دامن میں اپنے چھپا لیجئے

میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کرم ہو نگاہ کرم

آپ کا ہوں مجھے بھی نبھا لیجئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مورے مخدوم باجے مدُھر بنسری

تمہارے حُسن کی وہ شان صابر رحمۃ اللہ علیہ
متاعِ دوجہاں قربان صابر رحمۃ اللہ علیہ
تمہاری زلف میرا دین ایمان
تمہارا رُخ میرا قرآن صابر رحمۃ اللہ علیہ

جلوہ دِکھا دو صابری   مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ کلیری
ہوجائے رجِّ اکبری   مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ کلیری

مورے مخدوم باجے مدُھر بنسری
تورے گولر کی چھیّاں تلے

دھیرے دھیرے پَوَن، ناچو ہے مورا من
جیسے ندیا میں نیّا چلے

آج سپنوں کی نگری میں کھوجاؤں گی
آج صابر رحمۃ اللہ علیہ پیا کی میں ہوجاؤں گی
مورے ہاتھن کی مہندی اَگن روپ ہے
جیسے سورج ہو شام ڈھلے

تورے انگنا میں رنگنا چڑھئی جات ہے
مورے مخدوم صابر رحمتہ اللہ علیہ کی کیا بات ہے
خواجہ گنجِ شکر رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات ہے
سیّاں مخدوم پھولے پھلے

تورے انگناں میں صابر رحمتہ اللہ علیہ کھڑے شہنشاہ
تورے انگناں میں بن کے تہارے گدا
عارفیوں پہ کرپا نجر آج ہو
تورے دوارے ہیں منگتے کھڑے

کوہن مالک ہے! کوہن مہتاج ہے!
ایک دُکھیا کی صابر رحمتہ اللہ علیہ تو ہے لاج ہے
کیجیو کِرپا نجر یا مہاراج ہو
تورے دوارے سے لاکھوں پلے

میں بھلی یا بُری ، ہوں تمہاری پیا
کردو کردو دَیا ، مُجھ پہ کردو دَیا
کیجیو نجرِ کرم ہم پہ مہاراج ہو
تورے دوارے سے لاکھوں پلے

مورے مخدوم باجے مدُھر بنسری
تورے گولر کی چھیّاں تلے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر پیا کلیری رحمتہ اللہ علیہ

قبل اس کے کہ آپ کے سوانح حیات درج کیئے جائیں، آپ سے متعلق بزرگانِ کرام حضرات سے جو پیشن گوئیاں صادر ہوئی ہیں وہ تحریر کی جاتیں ہیں۔

۱۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصنیف کشف الغیوب میں تحریر فرمایا ہے کہ میں ۱۱ رجب ۱۴۸ھ کو جمعہ کی شب میں تلاوتِ قرآنِ مجید اور ذکر و فکر میں مصروف تھا۔ نصف سے زیادہ شب گزر چکی تھی۔ معمول کے خلاف غنودگی کا غلبہ ہوا۔ کوشش کی کہ حسبِ معمول وظائف ختم کر لوں مگر ناکام رہا۔ آخر سو گیا اور عالمِ رویا میں عجیب و غریب اسرار معائنہ میں آتے۔ عالمِ ملکوت سے گزر کر عالمِ جبروت میں پہونچا اور وہاں ایک باغِ پُر بہار نظر آیا اور دیکھا کہ اس میں ملائکہ صف بستہ ہیں اور جمیع حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت کی ارواح تشریف فرما ہیں۔ تمام اولیائے کرام

کی ارواح جو اُس عالمِ ظاہر سے رحلت فرما چکے تھے، موجود ہیں۔ اور تمام اولیائے عظام کی اَرواح جو ابھی عَالمِ ظاہر میں آنے والی تھیں، حَاضِر ہیں۔ غرض عجیب وغریب مکاشفات کا ظہور ہو رہا تھا۔ اسی اثناء میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے میرے پاس آکر فرمایا کہ حضرت سَرورِ عَالم صَلّی اللہ علیہ وسلم تمہارے منتظر ہیں۔ میں ان کے ہمراہ ہو لیا۔ آگے چل کر دیکھتا ہوں کہ ایک خیمہ یک دانۂ مروارید نا ایستادہ ہے اور اس کے اندر ایک تختِ پُرشکوہ پر حضور انور سَرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور گیارہ حضرات اہلبیتِ عظام اور صحابہ کرام میں سے تشریف فرما ہیں۔ خادم کو دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند تین یوم کے بعد تو بھی ہمارے پاس آجائے گا۔ چاہتا ہوں کہ اس عالمِ جبروت کا معائنہ کر کے اس کا احوال عالمِ ناسوت میں قلمبند کر آؤ۔ یہ ارشادِ عَالی سُن کر میں آداب بجا لایا اور بیٹھنے کا اِرادہ کیا۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تخت کے سامنے مجھے بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ چہار جانب محفل آراستہ تھی کہ اتنے میں دیکھا کہ دو رُوحیں آگے پیچھے چلی آرہی ہیں اور وہ تخت اقدس کے سامنے آکر رکیں۔ جو روح مطہر آگے کو تھی وہ مثلِ الماسِ سفید کے نورانی تھی۔ اور جو پیچھے تھی وہ مثل یاقوتِ سُرخ کے روشن تھی۔ پہلی روح کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ مبارک سے کچھ الفاظ ملکوتی زبان میں ارشاد فرما کر داہنے زانو بٹھایا اور دوسری

روح کو اسی طرح کچھ اور الفاظ ارشاد فرما کر اپنے بائیں زانو پر جگہ دی۔ اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے قرۃ العینین جس وقت ہم نے تمہاری شہادت کے محضر نامہ پر خوشنودی کی مہریں ثبت کی تھیں۔ اس وقت کچھ اپنی امت کی پریشانی کا خیال دل میں تردد پیدا کر رہا تھا کہ عین اسی حالت میں حضرت جبرئیلِ امین نے آکر خوشخبری سُنائی تھی کہ ان دونوں شہدا کی اولاد کی دو ارواح شانِ جمال اور شانِ جلال کے ساتھ پیدا کی جائیں گی جن کے سبب سے قیامت تک اسلام مستحکم رہے گا اور وہ دونوں روحیں یہی ہیں۔ یہ روح جو داہنے زانو پر ہے یہ صاحب مقام فنافی الرسول ہے اور یہ مرتبہ نبوت کہلاتا ہے۔ اور نبوّت کی شان رحم ہے اور اس کا مرتبہ عالمِ ظاہر میں غوثِ پاک اور قطبِ عالم ہوگا۔ اس کو میرے جسم سے تعلق ہے اور اس سے رشد عظیم ظہور پذیر ہوگا۔ اور یہ دوسری روح جو بائیں زانو پر ہے اس کا ظہور غوث پاک کے بعد ہوگا اور اس کا نام مخدوم علی احمد صابر ہوگا۔ اسکو ولایتِ اتم کا مرتبہ حاصل ہوگا۔ جو ولایت قہر کی شان ہے۔ یہ منکروں اور حاسدوں کی تکذیب و تخریب کرے گا۔ یہ فرما کر دربار برخواست کیا گیا اور میری آنکھ کھُل گئی۔

۲۔ حضرت شیخ قطب ربانی غوث الصمدانی سید عبد القادر جیلانی حسنی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک تصنیف ''کربۃ الوحدت''، میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک

شب عالم جبروت میں حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند! خدائے عزوجل نے مجھ کو حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے عوض میں ایک تم کو اور مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ عبدالوہاب اور عبدالرحیم کے جو تیری اولاد میں ہیں گھر میں ظہور پذیر ہو۔

۳۔ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوات والطیبات کے خلفائے راشدین سلسلہ تعلیم باطنی یعنی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالعزیز بن حارث رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی جداگانہ تصانیف میں اس روایت کو اس طرح سے تحریر فرمایا ہے کہ ۱۳ ربیع الاوّل سنہ ۱ھ کو جمعہ کی رات میں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوات بعد فراغ نماز عشاء کے ہم کو ہمراہ لے کر مسقط کی جانب روانہ ہوئے۔ کچھ دور جا کر ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ وہیں تین خرمے کے درخت تھوڑے تھوڑے فصل سے ایستادہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر تک ان درختوں کے درمیان چہل قدمی فرماتے رہے۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! حضور کے بعد یہ سلسلہ طریقت کس طرح چلے گا۔ آنحضرت نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمالیا ہے کہ تیری امت میں ایسے ایسے اولیاء پیدا کروں گا کہ ان کی ذات سے

تیری امت کے لوگ تعلیم طریقت کے سلسلے میں پریشان نہ ہوں گے۔اس کے بعد آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں تحقیق کے ساتھ کہتا ہوں کہ خداوند جلّ علیٰ خالق ارواح نے عالم ازل میں تمامی ارواح کو چار صفوں میں کھڑا کیا اور ارواح کو مراتب و مدارج تقسیم فرمائے۔اس وقت مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو مہرِ ولایت پس پشت سیدھے شانے کے نیچے جگر کے اوپر کہ یہ مقام ولایت فنا فی اللہ کا ہے عطا ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے التماس کیا کہ یا رسول اللہ یہ مقدس رُوح کس زمانہ میں ظہور پذیر ہوگی اور اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ اولادِ علی المرتضےٰ میں حسنی اور حسینی ہوگا اور اپنے وقت کا لاثانی مجدد ہوگا۔اس کا ظہور چھٹی صدی ہجری میں ہوگا۔شانِ جمال سے شانِ جلال بہت زیادہ ہوگی۔حالات سے ظاہر ہوگیا ہے کہ حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کس عظمت بزرگی اور جلالت کے بزرگ تھے۔

باب ۲

نسب نامہ پدری حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ بن سید عبد اللہ بن سید فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد نور محمّد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت سیّد غیاث الدین قدس سرہٗ بن سیّد بہاؤ الدین قدس سرہٗ بن سیّد داؤد قدس سرہٗ بن حضرت سیّد تاج الدین قدس سرہٗ بن سید محمد اسمٰعیل قدس سرہٗ بن سید امام ناطق موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت سید الشہدا ء حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

حضرت سید عبد اللہ قدس سرہٗ نہایت پرہیز گار اور تقویٰ شعار تھے۔ زاہد اور عابد تھے۔ مزاج میں قناعت بغایت تھی۔ شب و روز ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ حضرت شیخ عماد الدین محمّد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سُہروردی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ہمعصر تھے۔ آپ کے محاسن ملاحظہ فرما کر حضرت سلطان العارفین بابا شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نیک نہاد عفت مآب ہمشیرہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نِکاح کیا۔

سلسلۂ نسب مادری: حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہمشیرہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بِن قاضی شیخ جلال الدین سلیمان بن قاضی شیخ شعیب بن شیخ محمد احمد

بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین بن نصیر فخر الدین محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ سعود بن شیخ عبداللہ واعظ الاصغر بن واعظ الاکبر ابوالفتح بن شیخ اسحٰق بن ناصر الدین بن شیخ عبداللہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبدالرحیم عبدالسلام یا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ صابر قدس سرہٗ کے والدِ ماجد کا نام نامی حضرت شاہ عبدالرحیم عبدالسلام ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت عبدالرحیم عبدالسلام اور سید عبداللہ ایک ہی بزرگ کے دو اسمائے گرامی ہیں۔

عبدالرحیم عبدالسلام قدس سرہٗ یا سید عبداللہ بن فتح اللہ کی شادی حضرت بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہمشیرہ حضرت بابا صاحب سے ہوئی تھی۔ جس کا تذکرہ آئندہ کیا جائے گا۔ فی الحال حضرت شاہ عبدالرحیم ابن عبدالسلام کے کچھ حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

پیدائش حضرت عبدالوہاب صاحب حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ امجد اپنی تصنیف "مصور الودود" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بتاریخ گیارہویں ذی قعدہ ۵۴۱ھ دوشنبہ کے دن سہ پہر کے وقت فرزند ارجمند عبدالرحیم ابنِ عبدالسلام تولد ہوئے۔ پیدائش کے دن ہی سے مخدومیت کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ جب آپ کی عمر اس قابل ہوئی کہ کسی مکتب میں بھیج کر تعلیم و تربیت کرائی جائے۔

اس وقت بھی آپ پر وہی حالت طاری تھی اور اتنے حواس درست نہ تھے کہ تعلیم ظاہری عمل میں آسکے۔ اکثر جذب کی حالت میں جو کچھ زبان سے نکل جاتا وہی ہو جاتا۔ اکثر اوقات میرے والدِ ماجد قبلہ وکعبہ جب عبدالرحیم عبدالسلام کو اپنی شفقت بھری گود میں لیتے اور پشت کو بوسہ دیتے تو ان کو ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی اور بے اختیار منہ سے الحمد للہ نکل آتا اور جب حضرت موصوف عبدالرحیم عبدالسلام کو فرماتے ومیرے مست مجنوں جلالی، تو وہ گود سے اُٹھ کر بھاگ جاتے۔ بعض اوقات حالتِ جذب کا شدت سے غلبہ ہوتا تھا۔

بیعت جب عبدالرحیم عبدالسلام کی عمر ۱۸ سال کی ہوئی تو آپ کے والدِ ماجد قبلہ نے سترھویں ماہ ذی الحجہ ۵۵۸ھ بروز شنبہ مغرب کے وقت اپنے اس فرزند دلبند کو اپنے سامنے بٹھلا کر بیعت و توبہ کرائی اور امامت وارشاد سے ایک ہی وقت میں مشرف کرادیا۔ کیفیاتِ باطن ہر دو خاندانِ علویہ حنفیہ یعنی ایک سلسلۂ رشیدیہ جو حضرت عبدالرشید صاحب خلف حضرت محمد حنیف سے مشتق ہوا اور دوسرا سلسلۂ جلیلیہ جو حضرت عبدالجلیل صاحب خلف حضرت محمد حنیف صاحب سے جاری ہوا۔ اور دونوں سلسلے حضرت خواجہ ابوالحسن ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت شیخ محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض ہوتے تھے۔ اس تعلیم سے مستفیض فرمایا اور اپنی کلاہ پہنا کر سبز عمامہ اپنے ہاتھ سے سر پر باندھا۔ خرقہ پہنا دیا اور ایک سُرخ پٹکا کمر سے باندھ دیا۔ خلافت واجازت حاضرین کے سامنے عطا فرمائی۔ عبدالرحیم عبدالسلام اسی وقت سے کیفیاتِ باطن میں زیادہ ترقی کرنے لگے۔ اور جو جذبہ ازلی اور خلقی طبیعت میں ودیعت ہوا تھا اس نے اور زیادہ غلبہ پکڑا۔ تیرہ دن کے بعد یکم محرم ۵۵۸ھ کو پنجشنبہ کی شب حالتِ جذب میں یَا ھُوْ یَا مَنْ ھُوْ یَا مَنْ لَیْسَ لَہٗ اِلَّا ھُوْ زبان سے کہتے ہوئے گریبان چاک چاک کرکے ایک سمت کو چل دیئے۔ تھوڑی دیر تک نظر آئے اور پھر آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔

والد صاحب قبلہ کے ارشاد کے بموجب میں نے علیم اللہ ابدال کو ان کی نگرانی اور حفاظت کے لیئے روانہ کر دیا۔ وہ گیارہ ماہ کے بعد ۵۵۹ھ میں عیدالاضحیٰ کے دِن بروز سہ شنبہ عشاء کی نماز کے قبل واپس آئے اور بیان کیا کہ حضرت عبدالرحیم عبدالسلام تھوڑے دِن ہوئے شہر ہرات پہنچے ہیں اور مولوی محمود کے خط کے ذریعہ سے شیخ محمد صاحب بن اسحٰق صاحب کے مکان پر فروکش ہوتے ہیں اور اب جذب کا وہ غلبہ نہیں ہے۔ طبیعت علوم ظاہر کی تکمیل کی طرف مائل ہے۔

اور بدستور سابق قیام پذیر ہو گئے۔ آپ دن و رات ارشاد و تعلیم طریقت میں مصروفِ کار رہتے تھے۔

اس درمیان میں علیم ابدال جن کو حضرت سید عبدالوہاب صاحب نے نگرانی کے لئے وقت روانگی عبدالرحیم عبدالسلام علیہ الرحمۃ کے روانہ کیا تھا برابر آتے جاتے رہے۔ اور ان کے ذریعہ سے سید عبدالوہاب قدس سرہٗ کو خیر و عافیت معلوم ہوتی رہتی تھی۔ اور انہیں کے ذریعہ سے تمام تبرکات و عطیات و فیوضات و مکتوبات بزرگان اور کیفیاتِ باطن حضرت سید عبدالرحیم عبدالسلام قدس سرہٗ پہونچتی رہتی تھیں۔ اور جو اوراد و مکتوبات و اسناد آپ غلبۂ جذب میں وہاں چھوڑ آئے تھے۔ آپ کو پہونچ گئے۔ انہیں تبرکات میں وہ پشین گوئیاں تھیں جو آپ کے ملاحظہ سے گذریں اور آپ کو حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش اور بزرگی اور عظمت کا حال روشن ہوا۔ اس سے آپ کو بے انتہا مسرّت اور سُرور حاصل ہُوا۔

آپ فرماتے ہیں بعد نکاح کے ایک نور سُرخ جو یاقوت کی طرح جگمگاتا تھا میری پشت اور دماغ کے درمیان متحرک معلوم ہوتا تھا۔ اور اس کی حرکت سے ایک عجیب کیفیت مجھ پر طاری ہو جاتی تھی۔

وفات حضرت خواجہ علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بعد تقریباً پانچ سال آپ حیات رہے۔ بعمر ۵۶ سال

سترھویں ربیع الاوّل ۵۹۷ھ دوشنبہ کے دن ظہر کے وقت زیرِ ناف درد شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس کی شدّت بڑھنے لگی۔ آپ کی زبان مبارک پر اس وقت یہ کلمہ کثرت سے جاری تھا۔ یَا شَیْخ عَبدُالقَادِر جِیلَانِی شَیْءٍ لِلّٰہِ مَدَد بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ آپ کی اس بے چینی اور کرب کا حال لوگوں نے حضرت صابر صاحب علیہ الرحمۃ سے جاکر عرض کیا اور استدعا کی کہ تخفیف تصدیعہ کے لئے حضور دعا فرمائیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضور رسالت مآب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری تیار ہوچکی ہے۔ آسمانوں سے شور اور غل کی آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ آپ یہاں تشریف لاکر میرے والد ماجد بزرگ کو خلعت پہنا کر اس دارِ فانی سے اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔ دُعا کی حاجت نہیں ہے۔

جس وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ لوگوں نے سُنے تو مایوس ہوکر واپس چلے آئے۔ یہاں آکر دیکھا کہ سید عبدالرحیم عبدالسلام واصل الی اللہ ہو چکے ہیں۔ اور تمام گھر جنّت کے پھولوں کی خوشبو سے معطر و معنبر ہو رہا ہے اور دُور دُور تک خوشبو کی لپٹیں ہوا میں چلی جارہی ہیں۔

حضرت ابواحمد بن اسحٰق قدس سرہٗ جو حضرت محمد بن اسحٰق کے برادر بزرگ تھے آپکو حضرت عبدالرّحیم عبدالسلام سے بے انتہا قلبی محبّت تھی۔ آپ کا مکان یہاں سے تقریباً ڈیڑھ ہزار گز کے فاصلے پر تھا۔ اس

عجیب وغریب خوشبو کی مہک آپ کے دماغ تک بھی پہونچی اور آپ بے اختیار ہو کر کوئے حبیب کی طرف دوڑ پڑے اور یہاں آکر یہ ماجرائے حسرت فزا ملاحظہ فرمایا۔

فرطِ محبت سے آپ نے خود ہی اپنے ہاتھوں سے غسل دیا۔ سیّد عبدالوہاب گمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریکِ کار رہے۔ ہزارہا آدمی شریکِ جنازہ تھے۔ قبر شریف آپ کی شہر ہرات کے باہر شمال کی جانب شہر سے تقریباً ۳۰ گز کے فاصلہ پر زیارت گاہِ عوام ہے۔

باب ۳

حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ شکمِ مادر میں

وہ نُورِ سُرخ جو حضرت عبدالرحیم عبدالسلام کی پشت مبارک میں

ضُوفشاں تھا گیارھویں ربیع الآخر ۵۹۱ھ کو شب جمعہ میں آپ سے منتقل ہو کر حضرت بی بی ہاجرہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی والدۂ ماجدہ کے بطنِ اقدس کو تفویض ہوا. اور طرح طرح کے عجائبات و برکات کا اظہار ہر وقت ہونے لگا۔ آپ کی والدۂ ماجدہ اکثر خواب میں حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں سے ہم کلام دکھیتی تھیں۔ پیدائش سے نو روز قبل سے آپ کو آواز محسوس ہونے لگی کہ گویا کوئی شکم میں ذکر بالجہر میں مشغول ہو

حاجی بُرہان حاسد

حاجی برہان نامی ایک حاسد شخص حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ کے زمانہ میں تھا۔

جو آپ سے بے انتہا خصومت اور بغض رکھتا تھا۔ اس نے الولیں و تقولیس نامی دو کتابیں بھی، حضور کی مذمت میں تصنیف کی تھیں جو شیعہ حضرات کے یہاں بطور دلیل کے استعمال کی جاتیں تھیں ۔ یہ شخص تجارت کیا کرتا تھا۔ اور شہر بشہر مالِ تجارت لے کر پھرا کرتا تھا۔ حضرت صابر علیہ الرحمۃ کے ظاہر ہونے کے تین دِن قبل یہ بسلسلۂ تجارت ہرات پہونچا۔ اور وہاں حضرت سید عبدالرحیم عبدالسلام کو پہچان کر ان سے بھی حضور کے

بزرگوں کی یعنی حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مذمت کرنے لگا۔
اور آپ کو سلطنتِ ایراں کے قریب ہونے کی وجہ سے آپ کو ایذا
رسانی اور قتل کی دھمکی دینے لگا۔ آپ اداس اور مغموم گھر تشریف لائے
بی بی ہاجرہ نے خلافِ معمول جو آپ کو غمگین پایا تو فرمایا خیر تو ہے۔ آپ
نے کُل قِصّہ بیان فرمایا۔ یہ حال سُن کر بی ہاجرہ مسکرائیں۔ آپ نے متعجب
ہو کر سبب دریافت کیا تو کہنے لگیں۔ آپ مغموم نہ ہوں غیب سے
انتظام ہو گیا ہے۔ تفصیل ظاہر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن چونکہ
آپ بہت مغموم ہیں اس لئے مجبوراً ظاہر کرتی ہوں کہ آج شب میں ایک
بزرگ نے عالمِ امثال میں مجھ سے فرمایا کہ میرا نام غوث الاعظم ہے۔ تجھ
کو بشارت دیتا ہوں کہ پنجشنبہ کی رات میں تیرے بطن سے فرزند تولد
ہوگا، جو جلالی اور قہاری شان کا حامل ہوگا۔ عبدالسلام سے کہدے
کہ خدا کا دشمن صابر کے پیدا ہوتے ہی ہلاک ہو جائے گا۔ اور ملکِ
ایران پر اس کی ہلاکت سے ایک ہیبت طاری ہو گی۔ چنانچہ جس وقت
حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قدمِ ناز اس خاکدانِ عالم میں رکھا
اس مردودِ بارگاہِ لم یزل کے سر پہ ایک بجلی گری اور وہ بعمر چار سو اناسی
سال جہنم واصل ہو گیا۔ اور اس واقعہ ہوش ربا کی خبر سُن کر اکثر لوگوں
کے دل دہل گئے اور بہت سے شیعہ حضرات اپنے افعال سے تائب ہو گئے

عجائباتِ پیدائش

آپ خلافِ معمول بجائے نو ماہ کے بارہ ماہ تک شکمِ مادر میں قیام پذیر رہے۔ انوار الشہود جو حضرت سید عبدالرحیم عبدالسلام کی تصنیفِ لطیف ہے اس میں تحریر ہے کہ انیس ربیع الاول ۵۹۲ھ کو شبِ پنجشنبہ میں تہجد کے وقت اس تیرہ خاکدانِ دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ اور اپنے نور و برکات سے عالم کو پُر انوار بنا دیا۔

مسماۃ بھری بنتِ طباف دایہ پیدائش کے وقت موجود تھی۔ جس وقت پیدا ہوئے تو آپ کا سر اقدس حرم محترم کی جانب تھا۔ جس وقت دایہ موصوف نے غسل دینے کے لئے آپ کے جسم کو ہاتھ لگایا تو یکایک اس کے تمام جسم میں جلن سی محسوس ہونے لگی اور سخت سوزش اور خارش معلوم ہونے لگی۔ دایہ مبہوت اور خوفزدہ ہو کر علیحدہ کھڑی ہو کر کانپنے لگی۔ تب حضرت ہاجرہ نے اس کو سمجھایا کہ یہ بچہ حضور غوث الاعظم قطبِ عالم محبوبِ سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہے۔ تو نے بلا وضو و طہارت کے اس کو چھو لیا۔ جا جلد توبہ و استغفار کر اور زنہار کبھی اس طرح سے بچّہ کو نہ چھونا۔ تب دایہ توبہ و استغفار کرنے کے بعد با وضو ہو کر آئی اور حضور مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دیا اور بزرگوں کے کپڑوں میں سے تبرکاً ایک کفنی قطع کر کے پہنائی۔

بغرض زیارت آمدنِ ارواحِ مقدّسہ جس وقت آپ کو غسل سے فراغت دے کر دایہ گود میں لے کر بیٹھی تو آپ کی نظر چھت کی طرف بلند ہوئی اور ایک آواز تڑاقہ کی بلند ہوئی اور چھت درمیان سے شق ہو گئی۔ حضرت محمد بن اسحٰق مالک مکان نے چلّا کر بی بی ہاجرہ سے عرض کیا کہ آپ فوراً باہر تشریف لے آئیں مکان منہدم ہو رہا ہے۔ ہنوز آپ باہر نہ آسکی تھیں کہ مکان بیچ سے شق ہو کر باہر کی جانب دونوں طرف گر گیا اور اندر والوں کو کوئی گزند نہیں پہونچا اور اس جگہ سے آسمان تک راستہ صاف ہو گیا اور لوگوں نے دیکھا کہ عجیب عجیب دلکش رنگین قطعات ابر کی مانند آسمان سے اس مکان میں اُترتے ہیں اور آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس چلے جا رہے ہیں۔ اور اس آمد و رفت سے فردوسی خوشبوئیں تمام بستی کو معطّر کر رہی ہیں۔

حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب گرگانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان تجلیات سے متاثر ہو کر تشریف لائے اور حال ولادت باسعادت حضرت صابر صاحب علیہ الرحمہ کا سُن کر بہت خوش ہوئے اور دعائے خیر و برکت دے کر رخصت ہوئے۔

حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب گرگانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابو العثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف درود

نامہ میں ارقام فرمایا ہے کہ

ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی ربیع الآخر ۳۶۴ھ کو ۳۴۲ سال کی عمر میں آکر طالب ہوئے اور میں نے ذوق وشوق سے لبریز دیکھ کر ایک ہی دن میں بروز چہار شنبہ بعد نماز اشراق کے اپنے ہاتھ پر بیعت، توبہ، اجازت، حوالت، امامت اور ارشادات خاندانِ النسیہ سے مشرف کر کے اپنی کُلاّہ پہنائی اور سبز عمامہ اپنے ہاتھ سے باندھ دیا۔ خرقہ پہنا دیا۔ اور سندِ خلافت وتبرکاتِ بزرگان اور مکتوبات دے کر فراغت حاصل کر لی۔ ایک عرصہ سے میں نے معمول کر لیا تھا کہ روزانہ بعد فراغتِ مشاغل عبادات اور اوراد کے ایک بویام کے پانی پر دم کر کے بقدر حاجت پی لیا کرتا تھا اور پھر اس کو پوشیدہ مقام پر رکھ دیتا۔ ایک روز جمعہ کا دن تھا میں نے دیکھا کہ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوات وطیبات فخرِ موجودات، رحمتِ عالمیان حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم تشریف لائے اور اس بویام سے کچھ پانی نوش فرمایا اور جھوٹا پانی اس بویام میں چھوڑ کر مجھ سے فرمایا کہ یہ پانی تیرے لیئے آبِ حیات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جن قیود والخطاط کے عالم میں میری زندگی بسر ہو رہی ہے وہ مجھ سے زیادہ دن برداشت نہیں ہو سکتی۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تو جس کے لیئے چاہے گا یہ اس کے لیئے آبِ حیات باطن ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ شب برأت کے روز ۳۷۲ھ میں اتفاقیہ ابوالقاسم گرگانی کی نظر اس بویام پر پڑ گئی اور بغیر کچھ سوچے سمجھے ابوالقاسم گرگانی نے اس بویام سے ایک جرعہ آب پی لیا۔ جس وقت مجھے اس کا علم ہوا تو اس وقت میں نے ابوالقاسم سے یہ کہا کہ جو کچھ جناب باری کو منظور تھا۔ آج اس کا ظہور ہو گیا۔ یعنی آج سے تم کو معنوی و روحی وقیومی زندگی قدرت باری تعالیٰ سے عطا ہو گئی ہے۔ اور جناب باری تعالیٰ میں ان کے لئے دعا کی کہ الٰہی اس کے سلسلہ کو تا قیام قیامت جاری رکھیو اور اس کے مدارج و مراتب اعلیٰ فرمائیو۔

حضرت عبدالرحیم عبدالسلام کی شادی کرانے کے لئے آپ بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے اور اس وقت بھی آپ کی عمر کئی سو سال کی تھی۔ آپ کا مزارِ اقدس بیت چہارم پر حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے چلہ کے قریب جنوب کی جانب ہے اور سر مزار تعویذ پر اسمِ گرامی کے ساتھ مرید حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عبداللہ بن عباس علمبردار رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ و حضرت ابوالعثمان مغربی کندہ ہے۔

باب ۴

ایّامِ شیر خواری میں صبر

پیدا ہونے کے بعد کئی روز تک آپ نے شیرِ مادر نوش نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ آپ کی مادر مشفقہ کے پستان مبارک متورم ہو کر سخت ہو گئے تھے۔ اور سخت تکلیف محسوس ہونے لگی اور علاج اِس وجہ سے نہ کیا جاتا تھا کہ شاید آپ پینا شروع کر دیں یا کل سے پینے لگیں۔ ورنہ علاج سے دودھ خشک ہو جائے گا اور والدہ محترمہ اس دودھ پلانے کی سعادت سے محروم رہ جائیں گی ایک روز آپ کے والدِ ماجد نے آپ کی صبر و استقلال اور بزرگی پر چار رکعت نماز نفل بغرض ادائے شکریہ ادا فرمائیں اور آپ کے چہرہ اقدس پر بوسہ دے کر اکیس بار یَا شَیْخ عَبْدُالْقَادِرْ جِیْلَانِی شَیْئًا لِلّٰہِ مَدَدْ بِاِذْنِ اللّٰہِ تلاوت کر کے آپ کے قلب پر دم فرمایا۔ پس اس اسم متبرک کی بدولت آپ نے اسی وقت دودھ نوش فرمایا اور ایک سال تک متواتر آپ کا یہ معمول رہا کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن دودھ نوش فرماتے۔ اس کے بعد یہ دستور رہا کہ ایک دن دودھ نوش فرماتے اور دو دن صائم رہتے۔ اور دو سال کے بعد خود بخود دودھ پینا چھوڑ دیا۔ کنایۃً یہاں سے یہ

نکتہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ازل سے ہی روزہ دار، قانع اور منور تشریف لائے تھے۔ بچپن ہی سے چہرے پر صبر اور قناعت کے آثار نمایاں تھے۔

اسمِ گرامی

جس وقت آپ کی ولادت کا زمانہ قریب پہنچا تو جناب کی والدہ مکرّمہ نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت مولا مشکل کشا علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے بیٹی تیرے بطن سے عنقریب فرزند عالی قدر صاحبِ جلالت اور اعلیٰ مرتبت پیدا ہوگا تو اس کا نام میرے نام پر علی رکھنا۔ اور اس کے دوسرے دن بجنسہ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا کہ حضرت سرورِ کائنات مفخرِ موجودات، رحمۃ للعالمین شمس العارفین حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم تشریف لائے اور آپ کی والدہ محترمہ کو بشارت دی اور حکم فرمایا کہ اس کا نام احمد رکھنا چنانچہ آپ کا یہی اسم گرامی رکھا گیا۔

ایک دفعہ ایک بزرگ آپ کے والد ماجد بزرگوار کے پاس تشریف لائے۔ اور آپ کو بلوا کر دیکھا اور پیار کیا اور فرمایا کہ یہ بچّہ علاؤالدین کہلائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ یعنی اب آپ کا اسم گرامی حضرت سید علاؤالدین علی احمد قدس اللہ سرہٗ العزیز ہی زبان زَد ہے

عجائباتِ ایّامِ طفلی

جس وقت آپ کی عمر شریف دو سال کے قریب تھی۔ ایک دن آپ کے والد ماجد صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مراقبہ فرما رہے تھے۔ اس اثناء میں پیٹھ پر ایک سانپ کے گرنے کا دھماکہ محسوس ہوا۔ جب آنکھ کھول کر ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ سانپ بیچ سے چرا ہوا دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ ایک ٹکڑا آپ کی پیٹھ پر گرا اور دوسرا ٹکڑا علیحدہ پڑا ہے۔ اور حضرت مخدوم علی احمد صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے قریب ہی بیٹھے ہوتے ہیں۔ والد بزرگوار نے آپ کی والدہ معظمہ کو جگا کر یہ واقعہ ملاحظہ کرایا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں ابھی خواب دیکھ رہی تھی کہ علی احمد صابر قدس اللہ سرہٗ کہہ رہے ہیں کہ اب کوئی سانپ آج سے میرے اہلِ سلسلہ اور میرے خاندان کو نہیں کاٹے گا کیونکہ میں نے سانپوں کے بادشاہ کو مار ڈالا ہے اور تمام روئے زمین کے سانپ خائف ہو کر مجھ سے عہد کر گئے ہیں۔ یہ سُن کر آپ اس سانپ کے ٹکڑوں کو باہر لائے اور پہچاننے والوں نے بتایا کہ سانپ کے بادشاہ ہونے کی جو علامات بتلائی جاتی ہیں وہ واقعی من وعن اس میں موجود ہیں۔

جب آپ نے تیسرے سال میں قدم رکھا تو دودھ آپ نے خود بخود پینا چھوڑ دیا۔ اکثر دوسرے یا تیسرے دن جو یا چنے کی

روٹی کا ٹکڑا بقدر اشتہا نوش فرما لیتے اور کچھ نہ کھاتے۔

جس وقت آپ چوتھے سال میں پہونچے تو آپ نے بولنا شروع فرمایا اور اکیسویں ربیع الاول ۵۹۶ھ کو دوشنبہ کے دن صبح کو خواب ناز سے بیدار ہوکر اپنی زبان فصیح ترجمان سے ارشاد فرمایا لاموجود الا اللہ۔ آپ کے والد صاحب بھی اس وقت قریب موجود تھے۔ آپ کی قوت گویائی اور اس فصیح و بلیغ مخاطبت کے ساتھ جو صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کے لیے راحت روح ہے سن کر بے اختیار سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ درگاہِ مجیب الدعوات میں عرض کرنے لگے کہ الٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے اس بچّہ سے سب سے پہلے اپنی موجودگی کا اقرار کرایا اور اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔

اکثر یہ بات آپ سے صادر ہوئی ہے کہ آپ دن میں چھ مرتبہ سجدہ فرمایا کرتے تھے۔ اوّل صبح کو۔ دوم دوپہر کو، سوم تیسرے پہر کو، چہارم عصر کے وقت، پنجم مغرب کے وقت، ششم عشاء کے وقت اور آپ اکثر لاموجود الا اللہ کا ورد فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایک حالتِ خاص آپ پر طاری ہوجایا کرتی تھی۔ شب میں آپ بہت کم سوتے۔ زیادہ تر شب بیداری میں مصروف رہتے۔ اکثر سوتے سوتے آپ چونک پڑتے اور بے ساختہ اس وقت آپ کے منہ سے اللہ نکل جاتا اور اس وقت آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ

تبدیل ہو جایا کرتا تھا۔ اکثر صوفیائے کرام نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ روزانہ آٹھ پہر میں دو چار مرتبہ آپ کے چہرہ مبارک کی رنگت تبدیل ہو جایا کرتی تھی۔ کبھی کبھی انتہائی سرخ ہو جاتا تھا اور کف دہن مبارک سے جاری ہو جایا کرتا تھا اور ایک غفلت سی آپ پر طاری ہو جایا کرتی تھی اور ایک پہر آپ اسی حالت میں رہا کرتے تھے اور اس حالت میں اگر کوئی شخص آپ کے جسم مبارک کو ہاتھ لگا دیتا تو اس کے بدن میں آگ سی لگ جاتی تھی اور وہ اس قدر سوزش محسوس کرتا تھا کہ بے تاب ہو جاتا۔ جب آپ کو ہوش آتا تو فرماتے الحمد للہ۔

داغِ یتیمی

جس وقت آپ کی عمر شریف پانچ سال کے قریب ہوئی تو آپ کے والدِ بزرگوار کا ظلِ عاطفت آپ کے سرِ اقدس سے اُٹھ گیا جیسا کہ قبل کے صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے اور اس نعمتِ عظمیٰ سے جو خداوند جل وعلا اپنے محبوب بندوں کو عنایت فرمایا کرتا ہے، حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی محروم نہ رکھا۔ بعض تواریخ میں مذکور ہے کہ سات سال کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے تھے۔

والد کے انتقال کے بعد تقریباً آپ ایک سال تک خاموش رہے اور کوئی کلمہ اپنی زبان مبارک سے ارشاد نہ فرمایا اور نہ کسی سے کلام کیا اور نہ کسی کے سوال کا جواب دیا۔ اس عرصہ میں جب کوئی صاحب باطن تشریف لا کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیتا تو اس کو ایک

وجدانی کیفیت محسوس ہوتی اور وہ ایک کیف میں مستغرق ہو جاتا اور اکثر پہر پہر اور دو، دو پہر تک اس مسرّت سے لطف اندوز رہا کرتا۔ بعض حضرات کا معمول تھا کہ وہ روزانہ بلا ناغہ آکر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا کرتے اور دولتِ استغراق سے مالا مال ہو جایا کرتے تھے۔

چھٹے سال میں آپ پر شدت سے غلبۂ جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ کبھی کسی وقت سائلوں کو کچھ جواب دیتے یا حسبِ حاجت مادرِ مشفقہ سے کوئی چیز مانگ لیتے تھے ورنہ اپنے حال میں مستغرق رہتے۔ ایک سال کے بعد آپ کی طبیعت اقدس کو کچھ سکون ہوا اور حواس بجا ہوئے۔ اکثر حضرات اہلِ باطن آپکی زیارت اور قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور جس وقت آپ ان کی زبان سے کوئی کلمہ متعلق عشق الٰہی سُن لیتے تو آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔

ایّامِ طفلی میں صبر

جس وقت آپ چھ سال سے ساتویں سال میں پہونچے تو اس وقت ماں کے بیوہ ہونے کی وجہ سے بہت تنگدستی اور تکلیف سے گزر بسر ہوتی تھی۔ اکثر دو دو تین تین دن تک کچھ میسّر نہ ہوتا تھا۔ اور والدہ محترمہ بوجہ خلقی غیرت وشرم وحیا کے کسی سے بھی اپنا حال ظاہر نہ فرماتی تھیں اور نہ تو کسی کو خبر ہوتی

آپ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ روزہ پر روزہ رکھتے

تھے۔ صرف ایک دو گھونٹ پانی سے روزہ افطار کر لیا کرتے تھے۔ اور دوسرے دن پھر روزہ۔ جب کبھی دوسرے تیسرے دن کچھ میسّر ہوتا تو آپ اس میں سے بقدر ضرورت نوش فرما لیتے۔ شب میں ہمیشہ زمین پر سوتے تھے اور بچھونا وغیرہ کچھ نہ بچھاتے تھے۔

اکثر شب میں بعد نماز تہجد آپ جس کمرہ میں ہوتے اس سے ظھور اللہ ہوں کی مہیب صدائیں سُنائی دیتی تھیں۔ حضرت ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ و نیز دیگر اہالیان مکان نے اس آواز کو سُنا اور تجسس کرنے پر سوائے حضرت صابر علیہ الرحمہ کے بہ نفس خود اور کسی کو بھی اس حجرے میں نہ پاتے۔ جس وقت آپ کی عمر شریف سات سال کی پوری ہو گئی تو یہ آواز سنائی دینا بھی موقوف ہو گئی اور جب کبھی آپ سے اس کا تذکرہ تجسساً کیا گیا تو آپ شرما گئے اور مسکرا دیئے۔

خالی پانی کا عمدہ چاول

آپ کی والدہ ماجدہ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ دو تین دن فاقہ سے تھا اور کھانے کو کچھ بھی میسّر نہ آتا تھا۔ اور کسی سے مانگنے یا ذکر کرنے کو میرا جی نہ چاہتا تھا۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مخدوم علی صابر میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ آج بھوک بہت لگی ہے کچھ کھانے کو دو۔ دوپہر تک میں نے حیلہ حوالہ سے ٹالا اور بہت

کوشش کی کہ کچھ میسر آجائے تو پکا کر ان کو کھلا دوں۔ مگر کچھ بھی میسر نہ ہوا۔ ظہر کے بعد پھر صابر میرے پاس آئے اور کہا کہ اب میں بھوک کی وجہ سے بیتاب ہو رہا ہوں۔ کچھ کھانا کھلا دیجئے۔ میں نے اس کی تسکین کے لئے ایک دیگچی صرف پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دی اور نیچے آگ جلا کر یونہی چمچے سے ہلانے لگی۔ اور جس وقت حضرت صابر میرے پاس آتے تو یہی کہہ دیتی کہ ابھی تیار نہیں، تھوڑی سی کسر باقی ہے۔ غرضیکہ اسی طرح مغرب کے وقت تک ٹالتی رہی۔ لیکن مغرب کی نماز کے بعد صابر میرے پاس آئے اور کہا کہ اب مجھ کو تاب نہیں ہے۔ آپ مجھے کچھ کچا ہی کھلا دیجئے۔ اتنا کہہ کر خود ہی دیگچی کے پاس آئے اور اسے کھول کر کہا کہ چاول تو بالکل پک گئے ہیں، آپ مجھے جلدی سے کھلا دیجئے۔ مجھے یہ سُن کر نہایت درجہ حیرت ہوئی کہ دیگچی میں چاولوں کا تو نام بھی نہ تھا۔ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ چاول پک گئے ہیں۔ جا کر دیکھا تو فی الواقعی نہایت عمدہ چاول پکے ہوتے تیار تھے۔ میں نے علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو اس میں سے نکال کر کھلائے اور مولوی ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر چاول دکھلائے اور واقعہ من وعن بیان کیا اور ان سے کہا کہ اب علی احمد کے واقعات اس پر مجبور کرتے ہیں کہ ان کو تعلیم باطنی دلوائی جائے۔ آپ کی رائے ہو تو ان کو بھائی حضرت شاہ شیخ بابا فرید گنج شکر

رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر آؤں۔ وہ چاول مولوی ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی تبرکاً نوش فرماتے اور اپنے احباب کو بھی کھلائے اور سب حضرات نے آپ کی والدہ محترمہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

باب ۵

ہرات سے روانگی

مشورہ کے بموجب سامانِ سفر درست کیا گیا اور مولوی ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم علی احمد صاحب اور ان کی والدہ محترمہ کو ہمراہ لے کر قصبہ اجودھن (پاک پٹن) کی طرف راہی ہوئے۔ اثنار راہ میں علیم اللہ ابدال رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی۔ جنہوں نے فرمایا کہ اگر ارشاد ہو تو آپ حضرات کی تشریف آوری کی اطلاع حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کروں مولانا نے علیم اللہ سے دریافت کیا کہ تم ابھی تک کہاں تھے اور کیا خدمت تمہارے سپرد تھی کہ آج تک خبر نہ لی۔ انہوں نے جواب دیا کہ بعد وفات مولوی عبدالرحیم عبدالسلام کے مجھے پوشیدہ طور پر آپ (خواجہ علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں رہنے کا حکم تھا۔ اور اب بموجب حکم ظاہر ہوا ہوں اور انشاء اللہ تاحیات حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے علیحدہ ہونے کا اتفاق نہ ہوگا۔

ماموں کا ظلِّ عاطفت

بموجب بعض روایات یہ سفر مبارک ان اصحاب کی برکت

سے گیارہ دِن میں ختم ہوا اور ۲۵ شعبان ۶۰۰ ھ کو چہار شنبہ کے دن عصر کے وقت پاک پٹن شریف میں یہ لوگ داخل ہوئے۔ اور اس سے دو سال قبل حضرت بابا شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت حاصل فرما چکے تھے۔

جس وقت آپ کی والدہ معظمہ نے آپ کو بابا صاحب کی گود میں دیا تو آپ پر ایک عجیب وغریب کیفیت کا غلبہ طاری ہوا اور سب سے پہلی بات جو آپ نے اپنے ماموں صاحب قبلہ سے کہی وہ یہ تھی۔ آج سے تین سال کے بعد میرے دادا کا وصال ہو جائے گا۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ بیٹا تمہیں کیونکر اس کا علم ہوا۔ سید سیف الدین عبدالوہاب تمہارے دادا بغداد شریف میں ہیں۔ تم یہاں ہو۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ابھی میں نے اپنے قلب کی طرف دیکھا تو والد ماجد قبلہ کی صورت سامنے آگئی اور داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں میری طرف اٹھائیں۔ اور یہ دلالت موت کی ہے۔ یہ سُن کر بابا صاحب نے آپ کو سینے سے لگایا اور لگانا ہی تھا کہ حضرت ممدوح کو بھی ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور حالتِ جذب میں آپ بار بار فرماتے مرحبا فرزند علی احمد صابر بطن الولی، بطن الولی، بطن الولی اور کمال استغراق کی حالت میں اپنے سیدھے ہاتھ کی تین انگلیاں حضرت مخدوم

علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ پر بالائے قلب رکھ کر تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تین تجھ سے جمال ذات ہونگے۔

جس وقت آپکو ان کیفیات سے فرصت ملی تو آپ کی ہمشیرہ نے عرض کیا کہ بھائی علی احمد یتیم ہوگیا ہے۔ اور اب اسکی تعلیم و تربیت کا وقت ہے۔ مجھے آپ سے بہتر کوئی سرپرست اور معلّم جو ظاہر و باطن دونوں میں کمال رکھتا ہو نظر نہیں آتا۔ اس لیئے میں اسے آپ کے سپرد کرتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ اسے آپ اپنے بیٹوں کی طرح غلامی میں قبول فرمائیں گے۔

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اے ہمشیرہ! میں آپ کا بیحد احسان مند ہوں کہ آپ نے ایسا بیش بہا سعادتمند فرزند عنایت کیا ہے کہ اگر میرے بدن کا رونگٹا رونگٹا شکر خداوند عالم کا ادا کرے تب بھی ایک شمہ بھی اس میں ادا نہیں ہوسکتا۔ یہ بہترین مخلوق پروردگار ہے اور اس کے مراتب و فضائل پیشین گوئیوں کے ذریعہ سے مجھ تک پہونچائے گئے ہیں اور میں اس کے مرتبہ سے واقف ہوں۔

انشاء اللہ ہر دو تعلیماتِ ظاہری و باطنی سے حتی الامکان اس کو بہرہ ور کروں گا، مطمئن رہیئے

تعلیمِ ظاہری

باباصاحب قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ مخدوم علی احمد کو میں نے تین سال تک علومِ ظاہری کی تعلیم دی اور

اس عرصہ میں علی احمد (رحمۃ اللہ) نے اتنا سیکھ لیا کہ دوسرے بچے ۶ سال میں بھی نہیں سیکھ سکتے ہیں۔ اس عرصہ میں مولوی ابوالقاسم گرگانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپکی والدہ محترمہ پاک پٹن شریف میں قیام پذیر رہیں۔

باب ۶

باباصاحب اپنی تصنیف سرّالعبودیت، میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ان تین سال میں جن میں کہ علی احمد (قدس اللہ سرہٗ) نے تکمیل علوم ظاہر کی۔ میں نے ان کے وہ حالات جو اپنی ہمشیرہ اور دوسرے لوگوں سے سُنتے تھے بچشم خود ملاحظہ کرتا رہا۔ اور میری طبیعت اس لیے بہت مسرور ہوتی تھی کہ وہ اس سے بہت زیادہ تھا جو کچھ کہ میں نے سُنا تھا۔

بیعت کی سفارش

یکشنبہ تاریخ ۲۱ شوال ۶۰۳ھ کی شب میں، میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ سیف الدین عبدالوہاب (جدامجد صابر صاحب) ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم مخدوم علی احمد صابر کو تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ آپ ہی ان کے استاد بھی ہیں، سرپرست بھی ہیں اور پیر طریقت بھی ہیں۔ میں نے بیدار ہوکر علیم اللہ ابدال کو بغداد شریف حضرت سید عبدالوہاب موصوف کی مزاج پرسی کے لئے روانہ کیا اور خود اپنے حجرے میں اعتکاف میں مشغول ہوگیا۔ ۲۵، شوال ۶۰۳ھ کو تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر مولوی ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ گرگانی میرے پاس آئے اور کہا کہ میں تہجد کے بعد سو گیا تھا۔ عالمِ مثال میں حضرت سید عبدالوہاب کے جنازے کی نماز میں شریک ہوا ہوں اور آج شب بھر حضرت مخدوم علی احمد پر غلبہ کیفیت بہت شدّت سے طاری رہا ہے اور ظہر کی نماز کے

بعد علیم اللہ ابدال نے بھی واپس آکر حالِ انتقال سید عبدالوہاب صاحب بیان کیا۔

بیعت خاندانِ علویہ حنفیہ

پچیسویں شوال ۶۰۳ ھ کو بعمر گیارہ سال بعد نماز عصر بروز پنجشنبہ (حضرت) علی احمد قدس اللہ سرہ کو بلا کر حضرت بابا صاحب نے اپنی ہمشیرہ کی موجودگی میں اپنے دستِ حق پرست پر بیعت لی اور رموز باطنیہ سے آگاہ فرماکر سینۂ بے کینہ کو اسرار معرفت کے خزانے اور نکاتِ طریقت وحقیقت کے گنجینہ سے لبریز کر دیا۔ اور ہر دو خاندانِ علویہ حنفیہ کی اجازت سے مشرف وممتاز فرمایا۔ اور اسی سلسلہ میں آپ نے ایک مجلس ترتیب دی جس میں حضرات خواجہ عزیز الدین، پسر خُرد شاہ فخر الدین، حضرت منظفر جمال بغدادی و عبدالقادر بغدادی، شیخ محمد بن عیسیٰ ملتانی، شیخ ابوالقاسم خواجہ بدرالدین، شیخ عبداللہ بن مکارم شیخ داؤد بن عثمان، شیخ عبدالرحیم بن غیاث، شیخ شہاب الدین شیرازی، شیخ ابوالحسن کمردویہ، شیخ احمد منیر بلخی، شیخ ابوبکر بن احمد، شیخ محمد شاہ، شیخ محمود حضرت ابوالقاسم گرگانی، شیخ ابوالغیث یمنی، حضرت ابوالحسن جوسقی، حضرت علی بن ادریس، حضرت یونس بن حضرت یوسف احمد شامل تھے۔ اور وجیہہ الدین بن رکن الدین سیستانی سوداگر کشمش اور چنے (چھلے ہوئے) اور مدینہ منورہ کے خرمے بابا صاحب کی نذر کیلئے لائے تھے۔ یہی سب سامان بعد فاتحہ کے سب کو تبرکاً تقسیم کیا گیا۔ اور حضرت

علی احمد صاحب صابر نے بھی اپنا حصہ نوش فرمایا۔

حضرت صابر رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ کی ہرات کو واپسی

جس وقت بابا صاحب کی ہمشیرہ نے دیکھا کہ میری حسبِ خواہش علی احمد (قدس اللہ سرّہٗ) کی تعلیم و تربیت اور پرورش ہو رہی ہے۔ تب آپ نے بابا صاحب سے ایک دن کہا کہ اب مجھے ہرات واپس جانے کی اجازت دیجئے، اور نورِ چشم علی احمد سلمہٗ آپ کی نگرانی میں رہے گا۔ البتہ دو باتیں خاص طور پر میں کہنا چاہتی ہوں۔ اوّل تو یہ کہ میرا بچہ بہت شرمیلا ہے۔ کسی سے کوئی چیز خود کبھی نہیں مانگتا اس لئے اسکے کھانے پینے کی نگرانی آپ خود رکھیئے گا۔ ایسا نہ ہو وہ کسی وقت بھوکا رہے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور علی احمد (قدس اللہ سرّہٗ) کو اسی وقت بلایا اور ارشاد فرمایا کہ کل صبح سے میرے لنگر خانے کا تم انتظام کرنا۔ اور تمام فقراء مساکین اور غرباء کو خود ہی تقسیم کرنا۔ آپ کی والدہ یہ انتظام سُن کر بہت زیادہ مسرور ہوئیں۔ اس کے بعد آپ نے دوسری بات دریافت فرمائی تو آپ کی ہمشیرہ نے فرمایا کہ میری دوسری تمنّا یہ ہے کہ جس وقت میں واپس آؤں گی تو اس وقت اپنی بھتیجی (بابا صاحب کی صاحبزادی) سے اس کی شادی کروں گی۔ بابا صاحب نے ہنس کر فرمایا۔ دونوں تمہارے بچّے ہیں تمہیں اختیار ہے۔ اس کے

بعد آپ کی والدہ معظمہ پاک پٹن شریف سے ہرات کی جانب باطمینان و خوشی واپس ہوئیں۔ اور حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ اس دن دوپہر تک روتے رہے۔

باب

لنگرخانہ

حضرت باباصاحب کے یہاں ایک لنگرخانہ ماہِ محرّم ۶۰۱ھ سے جاری تھا اوراس میں غربا، یتامیٰ، بیوگان، مساکین، محتاجین، مسافر، مہمان اور خدام بارگاہ کھانا کھایا کرتے تھے۔

معمولاً روزانہ حسب ذیل مقدار میں کھانا پک کر تقسیم ہوا کرتا تھا۔

چنا سو رطل۔ جو دو سو رطل۔ عدس (مسور) سو رطل۔ چاول ستر رطل، گندم پانچسو رطل، گوشت بکری دو سو رطل، نمک لاہوری سو مثقال، گھی پانچ سو مثقال۔

یہ کھانا تقریباً تین سو آدمیوں کے لیے کافی ہو جاتا تھا۔ لنگر کے مصارف عمر بن اسحٰق بن داؤد بن اصغر بن محمود بن صفی الدین بن سلیمان بن داؤد انطاکی رحمۃ اللہ علیہ جو قصبہ سرخس ضلع خراسان کے سرداروں میں سے تھے۔ ہر سال محرم میں پیشگی مصارف سال بھر کے لیے حساب کرکے باباصاحب کی خدمتِ اقدس میں بھیج دیا کرتے تھے۔

حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتظامِ تقسیمِ لنگر

جس روز سے آپ کو تقسیم لنگر کے فرائض سپرد ہوئے اس روز ۲۶ شوال المکرم ۶۰۳ھ تھی۔

حضرت شیخ فضل الرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو باباصاحب کے چچازاد بھائی تھے۔

اپنی ایک تصنیف موسومہ ، نظیر الحطیب ، میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے لنگر کی تقسیم کے لیے یہ دستور کر رکھا تھا کہ صبح کو اشراق کی نماز سے فارغ ہو کر حجرے سے باہر تشریف لاتے تھے اور لنگر تقسیم فرما کر بعد تقسیم حجرے میں داخل ہو جاتے۔ اور اسی طرح شام کو بعد مغرب کے تشریف لا کر بعد تقسیم حجرے میں داخل ہو جاتے اور ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے۔ خود ایک دانہ بھی لنگر سے نہ کھاتے۔ حجرے کا دروازہ بند کر لیا کرتے اور تنہا رات دن اس میں مشغولِ عبادت و ریاضت رہا کرتے۔ ان دنوں آپ شغل نوری میں مصروف رہا کرتے تھے اور جس وقت لنگر خانہ سے واپس تشریف لے جاتے تو پہلے یہ دعائے نوری باآواز بلند پڑھ لیا کرتے جو صوفیاء کی نظر میں بمنزلہ آبحیات ہے۔

دُعائے نوری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ نُوۡرًا فِیۡ قَبۡرِیۡ وَ نُوۡرًا فِیۡ قَلۡبِیۡ وَ نُوۡرًا فِیۡ سَمۡعِیۡ وَ نُوۡرًا فِیۡ بَصَرِیۡ وَ نُوۡرًا فِیۡ شَعۡرِیۡ وَنُوۡرًا فِیۡ بَشَرِیۡ وَ نُوۡرًا فِیۡ لَحۡمِیۡ وَ نُوۡرًا فِیۡ دَمِّیۡ وَ نُوۡرًا فِیۡ مَخِّیۡ وَ نُوۡرًا فِیۡ عِظَامِیۡ وَ نُوۡرًا فِیۡ بَیۡنَ یَدَیَّ وَ نُوۡرًا مِّنۡ خَلۡفِیۡ وَ نُوۡرًا عَنِ الۡیَمِیۡنِیۡ وَنُوۡرًا عَنۡ شِمَالِیۡ وَنُوۡرًا مِّنۡ فَوۡقِیۡ وَ نُوۡرًا مِّنۡ تَحۡتِیۡ وَسَلَّمَ حَقًّا ھُوۡ۔

شیخ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے کبھی لنگر خانہ میں حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی چیز تناول فرماتے ہوئے نہیں دیکھا آپ کی والدہ ماجدہ کو ہرات گئے ہوئے پندرہ یوم گزر رہے تھے کہ ایک دن مجھے مکاشفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم صابر صاحب اپنے حجرے میں اکیلے گریہ وزاری میں مصروف ہیں۔ دوسرے وقت مخدوم صاحب لنگر تقسیم کر کے اپنے حجرے میں تشریف لے جانے لگے تو میں بھی انکے ہمراہ حجرے میں اندر چلا گیا اور دریافت کیا کہ بیٹا تم گزشتہ دن گریہ وزاری میں مصروف تھے۔ تم کو کیا صدمہ تھا، مخدوم صاحب نے جواب دیا کہ مجھ کو اپنے حسنِ سلوک کے حذف ہو جانے کا رنج ہے یعنی خداوند جلّ وعلیٰ نے مجھے دنیا سے علیحدہ کر دیا۔ بندگانِ خدا میں سے کوئی سوائے اولیاء اللہ اور رجال الغیب میرے پاس نہ آسکے گا۔ گو سلوک جذب سے کم نہ ہو گا مگر جذب کی کیفیت تو ابھی سے غالب ہوئی جارہی ہے خدا خیر کرے معلوم نہیں کیا حشر ہو گا۔ میں یہ سُن کر خاموش حجرے سے باہر چلا آیا۔ اور صابر صاحب نے حجرہ اندر سے بند کر لیا۔

حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلال سے بابا صاحب کے بچوں کی وفات

آپ قدرت کی طرف سے شانِ جلالی اور قہاری لیکر پیدا ہوئے تھے اور بہت سے واقعات جن سے آپ کے جلال کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اپنے موقعہ پر درج کیے جائیں گے

آپ مثل ایک برق جہندہ اور شمشیر برہنہ کے تھے۔ اگر ذرا بھی آپ کی شان میں بے ادبی یا آپ کی مرضی کے خلاف کسی نے کوئی بات کی وہ آپ کے جلال سے خاک سیاہ ہوا۔ چنانچہ بابا صاحب کی تصنیف سرالعبودیت' میں تحریر ہے کہ وہ اکثر بغرض تبلیغ احکام طریقت سفر کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب سفر سے واپس تشریف لائے تو معلوم ہوا ۲۷ محرّم ۶۱۰ھ سہ شنبہ کے دن زوال کے وقت ان کا ایک لڑکا نعیم الدین کہ جس کی عمر تقریباً تین سال کی تھی کھیلتے کھیلتے حضرت صابر کے حجرے کے سامنے پہنچا اور درازوں سے جھانکنے لگا۔ جھانکتا تھا کہ معناً خون کی ایک قے ہوئی اور جاں بحق تسلیم ہوگیا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک چھوٹا لڑکا فرید بخش نامی جس کی عمر تقریباً ایک سال کی تھی۔ یکم صفر ۶۱۰ھ کو جمعہ کی نماز کے قبل آپ کے حجرے کے سامنے کھیل رہا تھا۔ اتفاقیہ آپ کے حجرے کی جانب منہ کر کے کھڑے ہو کر اس نے پیشاب کر دیا۔ اسی وقت ایک بچھّو نے کہ جو بہت زہریلا تھا، اس کو اس طرح ڈنک مارا کہ بدن سے خون جاری ہو گیا اور اس قدر سخت تکلیف ہوئی کہ اسی وقت انتقال کر گیا۔ جب بابا نے یہ دونوں واقعات سُنے تو بہت افسوس کیا اور خادموں کو سخت تاکید کر دی کہ تم لوگ جانتے نہیں ہو کہ صابر شمشیر برہنہ ہے۔ جو کوئی اس کے قریب ہوگا وہ ہلاک

ہو جائے گا۔ خبردار کسی کو اس کے حجرے کی طرف مت جانے دو۔ اور جس وقت وہ لنگر تقسیم کرنے کیلئے باہر آئے کوئی شخص اس سے آنکھ نہ ملائے اور نہ کچھ حجت کرے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ یہ سُن کر تمام خدام خائف رہنے لگے۔

ان دونوں واقعات کے گیارہ دن بعد کا تذکرہ ہے کہ حضرت بابا صاحب کے فرزندِ اکبر کہ جن کا نام شیخ عزیزالدین تھا اور تقریباً بیس سال کی عمر تھی، لنگر خانہ میں گئے اور ابوالقاسم صاحب بھنڈاری سے کہا کہ روز مخدوم صابر صاحب لنگر تقسیم کرتے ہیں آج میں بانٹوں گا۔ بھنڈاری صاحب نے بہتیرا منع کیا اور سمجھایا کہ آپ مخدوم صاحب کے حالات سے واقف ہیں۔ اور ان کے تشریف لانے کا وقت آگیا ہے۔ جو آتے ہی ہوں گے۔ آپ تشریف لے جائیے، مگر انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ میرے باپ کا لنگر ہے۔ آپ منع کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر لنگر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ احتیاطاً ابوالقاسم صاحب بھنڈاری نے کچھ تھوڑا سا حصّہ چھپا کر رکھ لیا تھا۔ عزیزالدین صاحب نے ضِد کر کے زبردستی وہ حصّہ بھی لے کر تقسیم کر دیا اور لنگر خانے سے واپس مکان گئے اور والدۂ محترمہ سے بیان کیا کہ آج میں نے لنگر تقسیم کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے علاؤالدین سے دریافت کر کے تقسیم کیا یا ان کی بِلا مرضی۔ انہوں نے کہا کہ وہ

تو حجرے میں تھے۔ بلا اجازت ہی تقسیم کیا ہے۔ والدہ یہ سُن کر بہت خائف ہوئیں اور کہا کہ تو نے بڑا غضب کیا ہے۔ ابھی دو بچوں کو صبر کر چکی ہوں۔ آج تو یہ رنگ لایا ہے۔ خدا ہی خیر کرے۔ اِسی اثناء میں جناب مخدوم صاحب بغرض تقسیم لنگر حجرے سے برآمد ہو کر لنگر خانہ میں تشریف لے گئے تو ابوالقاسم صاحب نے کل واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ بچا بھی ہے۔ بھنڈاری صاحب نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں ہے تو آپ نے غیض میں آکر فرمایا کہ "یہ موذی بچہ ہے" یہ فرمانا تھا کہ عزیزالدین صاحب کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ یہ وہی وقت تھا کہ جب وہ اپنی والدہ سے گفتگو کر رہے تھے۔ گھر بھر میں کہرام مچ گیا۔ جب بابا صاحب نے یہ واقعہ سُنا تو فرمایا کہ کیوں وہ موذی ان کی خدمت مقررہ میں دخل دینے گیا تھا۔ کیئے کا ثمر پایا۔

والدۂ محترمہ کی ہرات سے واپسی

یہ تینوں سخت واقعات جب پے در پے وقوع پذیر ہوئے تو علیم اللہ ابدال نے ہرات جاکر آپکی والدہ صاحبہ سے عرض کیئے۔ آپ سُن کر نہایت مغموم ہوئیں اور فرمایا کہ یہ شرمندگی بھی مجھے بھائی صاحب سے اٹھانی پڑی۔ چنانچہ آپ بغرض تعزیت و معذرت کے ہرات سے علیم اللہ ابدال کے ہمراہ پاک پٹن شریف، 19 جمادی الاول ۶۱۰ھ کو جمعہ کے دن بعد عصر تشریف لائیں اور بھائی

سے بہت کچھ اظہار افسوس کیا اور معذرت چاہی۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ تم افسوس مت کرو۔ یہ سب باتیں منجانب اللہ تھیں۔ اسکے بعد آپ نے اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیئے طلب فرمایا۔ اس وقت حضرت مخدوم صاحب کو غذا ترک کیئے ہوئے سات سال ہو چکے تھے اور آپ نے ایک دانہ بھی زبان مبارک پر نہ رکھا تھا۔ صرف دُعائے نوری پر اکتفا کیا گیا تھا۔ آپ کے جسم میں پوست ہڈیوں سے مِل گیا تھا اور آپ بہت نحیف اور زار و نزار ہو رہے تھے۔ جس وقت آپکی والدہ صاحبہ نے آپ کی صورت ملاحظہ کی تو زمین پیروں سے نِکل گئی۔ دریافت فرمایا کہ کیا تجھے میرے جانے کے بعد کھانا ہی نہیں مِلا۔ اور اپنے بھائی (بابا صاحب) کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے چلتے وقت آپ سے بہت مِنت سے اور سَماجت سے عرض کیا تھا کہ میرا بچہ بہت شرمیلا ہے۔ جب تک آپ خود اسے کھانے کو نہ پوچھیں گے وہ کچھ نہ کھائے گا۔ لیکن افسوس آپ نے اسکو بھُوکوں مار ڈالا۔ بابا صاحب نے جواب دیا کہ میں نے تو تمہارے ہی کہنے پر اس کو کل لنگر خانہ کا انتظام سپرد کر دیا تھا۔ اس سے پوچھو کہ اس نے کھانا کیوں نہیں کھایا۔ جب ماں نے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں بے شک آپ نے لنگر کا اہتمام میرے سپرد کر دیا تھا مگر خود مجھے کھانے کی کب اجازت دی تھی اور بدون حکم میں ایک دانہ بھی کیسے کھا سکتا تھا۔ تب بابا صاحب نے فرمایا کہ

ہمشیرہ! خدائے عزّوجل نے علی احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کو دنیا میں کھانے کیلئے نہیں پیدا کیا۔ اس سے بہت سے عجیب وغریب باتیں بچپن میں سرزد ہو رہی ہیں اور ابھی بہت سی باتیں سرزد ہونے کیلئے باقی ہیں۔ یہ بچپن سے اس قسم کا صبر ظاہر کر رہا ہے اور یہ واقعہ تو اس قدر زبردست ہے کہ بے اختیار ہو کر اسے صابرؒ کا لقب دیتا ہوں اور انشاء اللہ دونوں جہاں اسے صابر کے نام سے یاد کریں گے۔

نکاح اور اہلیہ کی وفات

"سر العبودیت" تصنیف حضرت بابا صاحب میں مرقوم ہے کہ اسکے چند دنوں کے بعد آپکی والدہ ماجدہ نے حضرت بابا صاحب سے عرض کیا کہ اب صابر کی عمر شادی کے قابل ہے۔ میری آرزو اور اپنا وعدہ پورا فرمایئے اور صابر کو اپنی غلامی میں قبول فرمایئے۔ بابا صاحب نے جواب دیا کہ علی احمد بیشک شادی کی عمر میں ہے اور میں وعدہ بھی کر چکا ہوں۔ لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ صابر کی حالت اس بات کی اجازت نہیں دیتی ہے کہ ان کی شادی وغیرہ کی جائے۔ وہ کسی وقت بھی جذب سے ہوش میں آتے ہی نہیں ہیں۔ کس کے ساتھ شادی کی جائے۔ آپ کی والدہ نے آزردہ ہو کر کہا کہ ممکن ہے کہ یہ بھی وجہ ہو لیکن اور بھی بڑی وجہ یہ ہے کہ میں بیوہ ہوں۔ اور صابر یتیم ہے۔ اس لیے آپ کو یہ نکاح گراں ہے۔ یہ آزردگی دیکھ کر بابا صاحب نے اپنی ہمشیرہ کو تسلی و تشفی دے کر فرمایا کہ میرا ہرگز ایسا خیال

نہیں ہے۔ اگر تم اس پر راضی ہو تو بسم اللہ۔ جس دن چاہو نکاح پڑھوا دو۔ مجھے کچھ عذر نہیں ہے۔ چنانچہ ۲۱ شوال المکرم ۶۱۳ھ کو چہار شنبہ کے دن قبل مغرب کے نکاح کی رسم ادا کر دی گئی اور خلاف معمول صابر کے حجرے میں آپ کی والدہ نے چراغ روشن کیا اور بہوا صابر صاحب کی عروس) کو حجرے کے اندر داخل کر دیا اور خود درِ حجرہ پر بیٹھی رہیں۔ بیچاری عروس نو شب بھر اپنے شوہر کے حضور جو مراقبہ فنا میں مشغول تھا۔ دست بستہ کھڑی رہیں اور جب تہجد کے وقت حضرت مخدوم صاحب نے حواس میں آکر ایک اجنبی کو حجرے میں ملاحظہ فرمایا تو دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں آپ کی زوجہ ہوں۔ آج شام کو آپ نے اپنی خدمت میں مجھے قبول فرمایا ہے۔ مخدوم صاحب نے فرمایا۔ خداوند جل وعلیٰ تو فرد ہے۔ اسے زوج سے کیا کام۔ بمجرد اس ارشاد کے زمین سے ایک آگ پیدا ہوئی اور بیچاری عروسِ نو کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ آنِ واحد میں جل کر ایک تودہ خاکستر رہ گئی۔ حضرت کی والدہ اس بات کو سُن رہی تھیں۔ چاہا کہ اندر جاکر فہمائش کریں مگر جب تک وہاں پہنچیں یہ قصہ ختم ہو چکا تھا۔ آپ نے اندر جاکر ایک دوہتھڑ مخدوم صاحب کی پشت پر رسید کیا۔ اور کہا کہ تو نے یہ کیا غضب کیا۔ میں تیرے ماموں کو کیا جواب دوں گی، اور کیا منہ لے کر ان کے سامنے جاؤں گی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ

کس بات سے ناراض ہوتی ہیں؟ میں نے کیا قصور کیا؟ مجھے کیا خبر؟ مجھے کسی بات کا علم نہیں ہے۔

والدہ کا انتقال

اس رنج اور صدمہ کی وجہ سے آپکی والدہ بہت نڈھال ہوگئی تھیں اور آخر دِق ہوگیا۔ اور ۲ محرم الحرام ۶۱۴ھ کو بروز جمعہ اِسی غم میں اس عالمِ فانی سے ملک جاودانی کی طرف رَوانہ ہوگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ دوسرے دن صبح کو جب آپ لنگر تقسیم کرنے کے لئے باہر تشریف لائے تو مولانا ابوالقاسم بھنڈاری نے عرض کیاکہ آپ کی والدہ ماجدہ نے رات کو بعد مغرب انتقال فرمایا ہے اور لوگ اس وقت دفن کرنے کے لیئے جنازہ قبرستان میں لیئے جارہے ہیں۔ آپ بھی شریک ہوجائیے۔ آپ نے جواب میں فرمایاکہ اس خدائی لنگر سے زیادہ دنیا میں مجھے کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ کی تجہیز و تکفین و تدفین کے لیئے بابا صاحب کی موجودگی کافی ہے۔ یہ فرماکر حجرے میں واپس تشریف لے گئے

احوالِ لنگر آپکی حجرہ نشینی کے بعد

حجرہ میں جانے کے بعد آپ پر اس قدر استغراقی کیفیت طاری ہوئی کہ پھر لنگر بھی تقسیم کرنے کے لئے باہر تشریف نہ لائے اور مولوی ابوالقاسم صاحب بھنڈاری برابر لنگر تقسیم کرتے

رہے ۔ یہ لنگر ابتدا سے لیکر یوم جمعہ شب برات ۶۱۴ھ تک تیرہ سال سات ماہ گیارہ یوم تقسیم ہوا۔ اس کے بعد عمر بن اسحٰق اپنے عہدہ سرداری موضع سرخس مذکور سے علیحدہ ہو گئے اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم باطن کے حاصل کرنے میں مشغول رہے اور لنگر کی تقسیم بند ہو گئی ۔

باب ۸

بیعت خاندانِ چشتیہ

"سر العبودیت" مکتوب حضرت شیخ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میں تحریر ہے کہ حضرت صابر صاحب علیہ الرحمۃ اپنی والدہ معظمہ کی وفات کے ۹ سال تک ایک ہی پہلو سے ایک جگہ پر اپنے حجرہ میں عالمِ استغراق میں رہ کر محویت فنائے تامہ کے حصول میں مشغول رہے۔ حضرت بابا صاحب بموجب الہام باطن، سترھویں محرم ۶۲۳ھ کو بروز پنجشنبہ بعد نماز اشراق حضرت صابر صاحب علیہ الرحمۃ کے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے اور استغراق کی اس شدّت کو دیکھ کر بائیں کان میں سات مرتبہ کلمہ اثبات (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) بلند آواز سے کہا تو صابر صاحب نے چشم نرگسیں وا فرمائیں اور ہوش میں آکر اپنے ماموں کو آداب بجالائے اور بموجب ارشاد بابا صاحب کے ہمراہ حجرہ کے باہر تشریف لائے اور آپکی طبیعت کے استقلال کے لیئے مجلس میں بٹھایا۔ عصر کے وقت آپ کے حواس کچھ کچھ درست ہوتے حضرت بابا صاحب نے بعد نماز عصر کے حاضرینِ محفل کے روبرو حضرت شیخ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاتھ پر توبہ اور بیعت کرائی اور خاندانِ چشتیہ بہشتیہ میں مشرف فرماکر

کیفیت باطن و تعلیم سلوک سے مستفیض فرمایا۔ اور اپنی کلاہ مبارک پہنا دی اور خرقہ مقدسہ اپنا اڑھا دیا۔ اس روز سے حضرت صابر صاحب کا یہ مشغلہ رہنے لگا کہ دن میں حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر رہ کر آپ کی زبان فیض ترجمان سے آداب، احکام، آثار، اصطلاح، سنیات حسنات، اذکار، اشغال، افکار، اسرار متعلقہ ہر ایک مرتبہ کے سیکھتے اور شب میں استغراقی حالت رہتی تھی۔

حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ مجاہدہ تعلیم چشتیہ میں

بابا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ ستائیس سال تک اسی طرح مجاہدات اور میری تعلیم لسانی پر بہ دل و جان عمل پیرا رہے اور مراتب اعلیٰ ولایت اور کیفیات باطن کے ثمرات سے بہرہ وَر ہوتے رہے۔

مہر ولایت کا اظہار

حضرت بابا صاحب نے سر العبودیت میں تحریر فرمایا ہے کہ ۲۴، رمضان المبارک ۶۵۰ ھ کو شب پنجشنبہ میں بعد نماز تہجد کے میں نے خواب میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا کہ "مخدوم صابر علی احمد کو جلد لے چلو" میں نے عجلت کے باعث عالمِ مثال میں مخدوم صابر علی احمد اقدس

اللہ سرہٗ) کو ان کے حجرے سے اپنے ہمراہ لیا اور حضرت پیر و مرشد قبلہ کے عقب میں روانہ ہوا۔ تھوڑی سی دیر میں عالم ملکوت سے عالمِ جبروت کی طرف رجوع ہوا۔ وہاں پہنچا تو ہر چہار جانب ایک نور کا عالم بسیط تھا۔ اور ایک عالی شان دربار منعقد تھا۔ صدر میں حضور سَرورِ کائنات، مفخر موجودات، رحمتِ عالمیان، تتمۂ دور زمان، حضرت احمد مجتبےٰ محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم رونق افروز ہیں اور گرد میں تمامی حضرات جو سلسلۂ چشتیہ عالیہ سے منسلک ہیں اور دیگر حضرات متقدمین و متاخرین کی ارواح مقدسہ حسبِ مراتب متمکن ہیں۔ میرے پیر و مرشد نے مجھ کو اور (حضرت) مخدوم صابر علی احمد (قدس اللہ سرہٗ) کو حضوری میں پیش کیا۔ اور میں نے بموجب ارشاد حضرت مرشد پاک (حضرت) مخدوم علی احمد (قدس اللہ سرہ) کو بندگان عالی میں پیش کیا۔ حضور سَرورِ کائنات نے حضرت مخدوم علی احمد صابر قدس اللہ سرہٗ کے پشت کی جانب سیدھے شانہ پر بوسہ دے کر زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا ھٰذَا وَلِیُّ اللّٰہ پھر میں نے اس جگہ کو بوسہ دے کر کہا ھٰذَا وَلِیُّ اللّٰہ۔ اس کے بعد یہ سلسلہ ہوگیا۔ میرے پیر و مرشد نے ان کے بعد دیگر حضرات نے یکے بعد دیگرے بوسہ دے کر کہا ھٰذَا وَلِیُّ اللّٰہ۔ حاضرینِ

مجلس کے فارغ ہوجانے کے بعد ملائکہ نے اس کا تتبع کیا اور قدر مبارک باد کی آوازیں میرے کان میں گونجنے لگیں کہ میں بے اختیار ہو کر جاگ پڑا۔ آنکھ جو کھل گئی تو اس قدر روشن رات تھی کہ بالکل لیلۃ القدر معلوم ہو رہی تھی۔ میں اسی وقت حضرت) مخدوم صابر قدس اللہ سرہٗ کے حجرہ میں گیا۔ تو دیکھا کہ حجرہ کا دروازہ خلافِ معمول کھُلا ہوا ہے اور انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ اور مخدوم صابر قدس اللہ سرہٗ عالمِ استغراق میں مشغول ہیں اور تمامی رقبآ و نقبآ و نجبآ و ابدال و اقطابؔ و اغیاثؔ و رجال الغیب اور بادشاہ جنات آ آکر (حضرت) مخدوم علی احمد صابر (قدس اللہ سرہٗ) کے مہرِ ولایت کو بوسہ دے دے کر ھٰذَا وَلِیُّ اللّٰہ کہتے ہیں اور مجھ کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ارشاد وامامت وخلافتِ خاندانِ چشتیہ

اس واقعہ کے گزر جانے کے بعد اسی دن حضرت بابا شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم صابر علاؤالدین علی احمد قدس اللہ سرہٗ نے اپنے سامنے ایک مجلس میں بٹھلا کر جس میں بڑے بڑے بزرگان وقت مثلاً شیخ ابوالحسن صاحب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ حمید الدین صاحب ناگوری رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شاہ منور علی صاحب الہ آبادی، حضرت

شاہ بدیع الدین قطب المدار مکنپوری، حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی، حضرت مولانا ابوالقاسم گرگانی و حضرت شیخ ابوالغیث بن جمیل وغیرہم اجمعین شامل تھے۔ بٹھلا کر عام حضرات کے سامنے مہر ولایت کا انکشاف بموجب حکم باطن فرمایا۔ سب حضرات نے یکے بعد دیگرے مہر ولایت کو بوسہ دیا اور ھٰذَا وَلِیُّ اللّٰہ کہہ کر بابا صاحب کو مبارکباد دی۔ اس کے بعد بابا صاحب نے امامت وارشادات خاندانِ چشتیہ عالیہ سے مشرف فرما کر اپنی کلاہ حضرت صابر کے سر اقدس پر پہنا دی اور اس پر اپنا سبز عمامہ باندھ دیا۔ اور سند خلافت جس میں ولایت شہر کلیر مع ہندوستان کا حوالہ تھا۔ سب حاضرینِ محفل کو سُنا کر عطا فرمائی۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ پیشتر بابا صاحب نے آپ کو دہلی کی قطبیت و شہنشاہیت عطا فرمائی تھی۔ مگر جب آپ کے خلافت نامہ کو حضرت شیخ جمال صاحب ہانسوی نے جو حضرت بابا صاحب کے اولین خلیفہ تھے۔ آپ کے جلالت مآب ہونے کی وجہ سے دہلی کی بربادی کا خیال کر کے چاک کر ڈالا۔ تو پھر بابا صاحب نے آپکو کلیر کی قطبیت اور ہندوستان کی غوثیت عطا فرمائی۔ اس کا مفصّل تذکرہ آگے آئے گا اور قطب عالم اغیاث ہندالاجلال شاہ مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ کے باطنی خطاب مبارک سے سرفراز

فرما کر سب کو آگاہ کیا اور اسم ظاہری سندِ خلافت میں بالقاب بادشاہ دوجہاں مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر ختم الارواح سلطان الاولیاء تحریر فرمایا ہے۔ اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ آج صابر میرا علم ظاہر و علم باطن لے چلا اسی وقت نبات، شیر و شہد پر فاتحہ کیا گیا اور سب حاضرین محفل کو تبرکاً تقسیم کیا گیا۔

سندِ خلافت

حضرت علاؤالدین علی احمد صابر قدس اللہ سرہٗ عطیہ حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الّذی قدم احسانہ علی نعمتہ ھوالاول والاٰخر والظاھر والباطن لا مُوخر ولا مقدم لما اخر ولا معلن لما ابطن ولا مخفی لما اظھر ولا یکادنق الاوائل والاواخر علی یومنۃ اعتبار او تقائلا والصلوٰۃ علی رسول اللہ المصطفیٰ محمد وآلہ واھل الودّ والارتضیٰ۔

امابعد فاعلموا ایّھا الحاضرون والغائبون ان اللہ تعالیٰ اعطیٰ خرقتہ واقلنسواہ فی المعراج الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ھو اعطیٰ

السیدنا علی اسداللّٰہ الغالب رضی اللّٰہ عنہ وھو
اعطیٰ السید خواجہ حسن بصری رضی اللّٰہ عنہ
وعن اعطیٰ الخواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہ
وھوالٰ عطیٰ لخواجہ فضیل بن عیاض نور اللّٰہ
ضریحہ وھواعطیٰ الخواجہ ابراھیم بن ادھم
نوراللّٰہ قبرالاکرام وھواعطیٰ لخواجہ حذیفۃ
المرعشی رحمۃ اللّٰہ العلی الولی وھواعطیٰ لخواجہ
ھبیرالبصری قدس سرہ اللّٰہ تعالیٰ لقوی وھواعطیٰ لخواجہ
ممشاذعلی دینوری رحمۃ اللّٰہ العلی الباری مع
ولایتہ دینور وھواعطیٰ لخواجہ قطب الدین ابو
اسحٰق نور قبر اللّٰہ الرزاق مع ولایتہ شام، وھو
اعطیٰ لخواجہ ابواحمد ابدال رحمۃ اللّٰہ الجلال
مع ولایتہ سیستان وھواعطیٰ ابو محمد محترم
نور قبراللّٰہ الصمد الاکرم وھو اعطیٰ لخواجہ
ناصرالدین ابو یوسف قدس سرہ العزیز اللّٰہ
الرّؤف واعطیٰ لخواجہ قطب الدین مو دود نور
ضریحہ اللّٰہ الودود وھو اعطیٰ لخواجہ حاجی
شریف زندنی قدس سرہ اللّٰہ العلی وھو اعطیٰ

لخواجه عثمان هارونی قدس سره الله
القوی وهواعطانی لخواجه سید معین الدین
حسن سنجری رحمة الله الباری مع ولایته هند
وهواعطانی لخواجه سید قطب الدین بختیار کاکی
قدس سره الله تعالی مع ولایته الدهلی وهو
اعطانی لاضعف الفقیر فریدا رحمتی الله
المجید، وانا اعطیت خرقته قلنسوه مقراضا
وعصاء وکاسا ومصلی وسلمت ما فی قلبی وروحی
وظاهری وباطنی مع نظامت کلیر لولد
الرشید قرة العین الامام المتقی المرتضی قطب
المشائخ زین الائمة والعلماء مفتخر الاجلته
والاتقیاء وعلاء الملّة والدین سید علاوالدین
علی احمد صابر سره الله تعالی ابداً او
فرحه الله تعالی فی الدارین وعظمة الله اهان
من اهانهٗ اعانه الله تعالی ابتغاء مرضاة الله
وانا له المنتهی رحمة واعلی درجاته سبقاً بعد
سبق من اوله الی اٰخرة بشرط بذل الجد والاجتهاد
فی الصحیح والشقیح من الله وعلیه المحلول

واللہ الموافق والمیسر جورت ھذا السطور بیدہ الفقیر فرید کان ذالک فی یوم الجمعۃ ستۃ اثنی وخمیسن و ست مائۃ من ھجری النبوی ۶۵۲ھ

سندِ خلافت پر مُہرِ تصدیق

حضرت بابا صاحب کے سب سے اوّل خلیفہ حضرت شیخ جمال ہانسوی تھے۔ جو بڑے مرتبہ کے بزرگ تھے اور حضرت بابا صاحب کی نظروں میں آپکی بہت بڑی وقعت تھی۔ آپ نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ جب کسی کو سندِ خلافت عطا فرماتے تو اس سے ارشاد ہوتا تھا کہ جا کر شیخ جمال (رحمۃ اللہ علیہ) سے تصدیقِ خلافت کی مہر لگوالو۔ بغیر تصدیق کے خلافت مکمل نہ ہوگی۔ چنانچہ حضرت صابر صاحب پاک پٹن شریف سے ہانسی کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ شیخ جمال صاحب کی خانقاہ میں پہونچے۔ شیخ صاحب دروازہ تک آپ کے استقبال کے لیئے آئے اور اندر لے چلے۔ مگر آپ سواری سے نہ اُترے اور سواری پر ہی خانقاہ کے اندر گئے۔ یہ طریقہ شیخ صاحب کو ناگوار ہوا مگر زبان سے کچھ ارشاد نہ فرمایا اور آپ کی بہت تعظیم وتکریم کر کے صدر نشین کیا اور بہت کچھ خاطر مدارت کی۔ شام کو نماز مغرب کے بعد حضرت صابر صاحب نے اپنا خلافت نامہ وقطبیت نامہ شیخ صاحب کے سامنے پیش کیا۔

اور دہلی جانے کا مفصل حال بیان فرمایا۔ چونکہ اس وقت کچھ اندھیرا ابر و غبار کی وجہ سے تھا اور روشنی کا انتظام بھی اس وقت تک نہ ہوا تھا۔ اس لیئے شیخ صاحب نے فرمایا کہ اچھا صبح کو انشاء اللہ سب کام ہو جائے گا۔ اس وقت آرام کیجیئے۔ مگر آپ کے اصرار و ضد کرنے پر شیخ صاحب نے چراغ فرمایا اور سند کو پڑھنا شروع کیا۔ چونکہ ہوا تیز چل رہی تھی۔ اس لیے چراغ ٹھہر نہ سکا۔ حضرت صابر صاحب کو جو غصّہ آیا تو آپ نے ایک انگلی پر کچھ دم کیا اور وہ مثل چراغ روشن ہو گئی۔ شیخ صاحب نے آپ کی اس حرکت اور غصّے پر بہت کچھ غور فرما کر کہا کہ ابھی روشنی کم ہے۔ صابر صاحب نے جھلا کر پھر انگلی پر دم کیا تو وہ مثل مشعل روشن ہو گئی۔ شیخ صاحب نے تب تو خیال فرمایا کہ جب ان کے غصّہ اور تنک مزاجی کا یہ حال ہے تو یہ دہلی کی قطبیت کیا کریں گے۔ دو ہی چار دن میں جلا کر خاک کر دیں گے اور دہلی بلا وجہ تباہ و ویران ہو جائے گی اور صابر صاحب سے فرمایا کہ بھائی تم تو بہت جوشیلی طبیعت کے آدمی ہو اور دہلی والے تمہارے غصّہ اور جلال کی تاب نہ لا سکیں گے۔ تم ذرا سی ہی بات پر اس کو جلا کر خاک سیاہ کر دو گے۔ اس لیئے میں نہیں مناسب سمجھتا کہ تمہیں دہلی میں رکھا جائے۔ یہ فرما کر سندِ قطبیت کو چاک کر ڈالا۔ حضرت صابر صاحب جو عین مظہر جلال تھے۔ بھلا اس حرکت کی تاب کہاں لا سکتے تھے۔ غصّہ میں آگ ہو گئے اور جلال میں آکر فرمایا " تو سند مَن چاک کر دی، من سلسلہ ترا بریدم " یعنی تم نے میری سند

چاک کر ڈالی ۔ میں نے بھی تمہارا سلسلۂ قطبیت قطع کر ڈالا۔
یہاں یہ ہو رہا تھا اور اُدھر بابا صاحب قدس اللہ سرہٗ اپنی مجلس میں ارشاد فرما رہے تھے کہ آج دین کے دو بڑے پہلوانوں میں لڑائی ہو رہی ہے۔ خدا خیر کرے۔ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت صابر صاحب بابا صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں واپس تشریف لائے اور کل واقعات بیان فرمائے۔ حضرت بابا صاحب سن کر بہت مسکرائے اور فرمایا "پارہ کردہ جمال را فرید نتواں دوخت" یعنی جمال کے چاک کیے ہوئے کو فرید نہیں سی سکتا۔ لیکن تم اطمینان رکھو کہ میں تم کو اور اس سے بہتر دوں گا۔ مگر تم نے اپنی زبان سے جمال (قدس اللہ سرہٗ) کو کچھ نہیں کہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی غصہ میں آکر کہہ دیا کہ "من سلسلۂ ترا بریدم" بابا صاحب نے فرمایا اول سے یا آخر سے۔ آپ نے فرمایا اول سے۔ آپ نے فرمایا کہ اوّل سے۔ تب بابا صاحب نے فرمایا پہلوانوں کا تیر خطا نہیں ہوا کرتا۔ خیر ہوئی کہ آخر سے تو باقی رہا۔
تمہارے سلسلہ میں ایک قطب پیدا ہوگا اور وہ مرید تمہارے لیئے دعا کرے گا اور اس کی دعا قبولیت کے درجہ کو پہنچے گی۔ اور اس کی برکت سے قطب ہانسوی کا سلسلہ باقی رہے گا۔ آپ کا یہ اشارہ حضرت جلال الدین پانی پتی قدس اللہ سرہ کیطرف تھا جو

حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس اللہ سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت جمال قدس سرہٗ کی نسبت حضرت مخدوم صابر صاحب نے جیسا زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تھا۔ ویسا ہی در پیش ہوا۔ حضرت قطب صاحب کے صاحبزادہ اکبر بہت دانشمند و ہوشیار تھے۔ محبت الٰہی میں دیوانہ وار مشغول و محو رہتے تھے۔ باپ کے سامنے ہی انتقال فرمایا۔ صاحبزادۂ اصغر حضرت قطب الدین منور نے حضرت بابا صاحب سے تعلیم و تربیت اور ظاہری و باطنی دولت اور نعمت حاصل کی مگر آپ بھی دولتِ پدری اور رتبہ و خلافت و اجازت سے محروم رہے۔ آپ کے بعد آپ کے پسر حضرت برہان الدین ہانسوی حضرت جلال الدین پانی پتی قدس سرہٗ کے مرید ہو کر درجہ کمال کو فائز ہوئے اور سلسلہ قطبیت پھر از سرِ نو شروع ہوا۔ اور حضرت بابا صاحب کا قول پورا ہوا۔

اختر رضا لائبریری
کتاب نمبر
صدر بازار، لاہور چھاؤنی

باب ۹

کلیر

یہ شہر ہرات کے ملحقات میں ہے ۔ ۲۸۳ء میں راجہ کرم پال نے اسے آباد کیا تھا۔ اور اس کا نام 'ہر دوار گڑھی بگ' رکھا۔ یہ قصبہ دریائے گنگا کے کنارے کوسوں تک آباد ہوتا چلا گیا۔ کچھ دن گزرنے پر ایک بہت بڑا عظیم الشان بتخانہ یہاں پر تعمیر کیا گیا اور اس کو بہت کچھ فروغ دیا گیا۔ سینکڑوں بت سونے اور چاندی کے نصب کیئے گئے تھے۔ راجہ کرم پال کے مرنے پر راجہ بکرم پال تخت نشین ہوا۔ اس نے اس بت خانے کو اور زیادہ رونق دی۔ اور ایک مہنت کو جس کا نام گوکل چند تھا اس میں مقرر کر کے کل انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ کئی سو برس تک مختلف راجہ سلطنت کرتے رہے آخر میں کلیان پال راجہ ہوا۔ اور اس نے اس قصبہ کا نام اپنے نام کی نسبت سے کلیر رکھا۔

ہندوستان سے جتنے یاتری ہر دوار کی زیارت کے لیئے جاتے ہیں۔ کلیر سے ہوتے ہوتے جاتے ہیں۔ گویا یہ دروازہ کلیر ہے۔ یہ بھی بجائے خود کفر کا مرکز بنا ہوا تھا۔ جو جو دیوتا مشہور ہیں ان سب کی مورتیاں یہاں رکھی گئی تھیں۔ اور ان پر حیوانوں کے علاوہ انسان بھی قربان کیئے جاتے تھے۔ مہنتوں میں عیاشیوں اور عیش پرستیوں

کا عام رواج تھا۔ اپنے دیوتاؤں کو عیاشیوں کی تمثیل میں پیش کر کے عیاشی کے بجائے گناہ کے کار ثواب ظاہر کیا جاتا تھا۔ شری کرشن جی کو بدنام کیا جاتا تھا۔ اور بھگوان خود ہی گوپیوں میں ہر وقت مست رہا کرتے تھے۔ ان کی تقلید کرنا عین عبادت ہے۔ جہالت کی تاریکی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ شراب نوشی اور قمار بازی ہر وقت کا مشغلہ تھا۔ دختر کشی، ستی، سوئمبر کے ذریعہ شادی بہت پاک و مبارک رسمیں سمجھی جاتی تھیں۔ عورت کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ محض خدا کی طرف سے ایک آلۂ عیش سمجھی جاتی تھی۔ جن مہاتماؤں کے پاس حصولِ برکات کے لیے وہ جاتی تھیں، مہاتما ان کو خدا کی بھیجی ہوئی نعمت سمجھ کر مجلسِ نشاط گرم کیا کرتے تھے۔ نیچ اقوام کی تو اس قدر مٹی پلید تھی کہ پڑھنا تو درکنار وہ سنسکرت کے الفاظ کو سُننے کے بھی مجاز نہ تھے۔ اگر اتفاق سے کسی شودر کے کان میں دیوبانی پڑ گئی تو اس کے کانوں میں گرم کر کے تیل ڈالا جاتا تھا۔ غرضکہ ان تمام جہالتوں اور حماقتوں کا نام مذہب تھا اور یہی تمام مذموم افعال عبادت سمجھے جاتے تھے۔ مسلمانوں کو ملیچھ نجس سمجھنا، آفتاب ماہتاب، ستاروں و درختوں، پہاڑوں یا جانوروں کی پرستش کرنا، بیکنٹھ کا ذریعہ سمجھے جاتے تھے۔ ناچنا، گانا بھی عبادت کا ایک جزو خاص تھا۔ کیونکہ اسکے بغیر کوئی دیوتا راضی ہی نہ ہوتا تھا۔

گو کہ دہلی اس عہد میں ہندوستان کا پائے تخت تھا اور مسلمان حکمران تھے مگر ان کو سوائے ملک گیری اور فتوحات کے مذہب کی طرف سے قطعی بے پروائی تھی۔ غوریوں کی فتوحات میں کلیر تک مسلمان پہونچے۔ حضرت کمال بغدادی حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز علیہ الرحمۃ کے ہمراہ میں اس طرف آئے۔

اسی زمانہ میں سلطان قطب الدین والئ ہند کے حکم سے قیام الدین عرف ذموان اس طرف فتح کرنے کے لئے چلا اور شہر کو فتح کر کے خود ہی وہاں کا حاکم بن بیٹھا۔ وہ ملک پر قابض تو ہو گیا لیکن اسلام کو رواج نہ دے سکا۔ کیونکہ کفر کی تاریکی انتہائی طور پر لوگوں کے دلوں پر طاری ہو گئی تھی۔ ناگوں نے (ہند و فقراء جو ہمہ وقت ننگے رہنے کو عبادت سمجھتے ہیں)، قیام الدین کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ قوّتِ جسمانی ایسے وقت میں کام نہیں دیتی ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے ہمیشہ روحانی قوّت درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ ان حالات کی خبر حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو آپ نے مناسب سمجھا اور آپ کو کلیر کا صاحب ولایت و ہدایت بنا کر روانہ کیا جہاں ایسی ہی شخصیت کی ضرورت تھی۔

کلیر کی جامع مسجد

وسط کلیر میں ایک بہت بڑی مسجد جو جامع مسجد کے نام سے موسوم تھی تعمیر

تھی جس کی بلندی زمین سے فرش نماز تک گیارہ درعہ تھی اور وہاں تک پہونچنے کے لئے اکہتر سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان سیڑھیوں پر ایک بہت بڑا دروازہ تھا اور دروازے پر ایک بہت بلند نشانِ زرّین کھڑا کیا گیا تھا۔ مسجد کے فرش میں سنگِ یشب کے مصلّے بنائے گئے تھے اور مصلّوں کے درمیان میں سنگِ مقصود سے خطوط بنائے گئے تھے۔ صحن مسجد کا فرش طولاً دو سو گز نو گرہ اور عرضاً سو گز تیرہ گرہ کا تھا اور دالانِ مسجد کی لمبائی چھیانوے گز تیرہ گرہ اور چوڑائی پچاسی گز تھی۔ منبر سوا گز کی چوڑائی میں تین گز بلند سنگِ یشب یاقوت نگار، طلائی مرصع مینا کار تھا۔ دالانِ مسجد میں محراب دار تیرہ دروازے تھے۔ چھت پر تین بہت بڑے گنبد تھے جن کے کلس نقرئی وطلائی مینا کار تھے۔ اور چھت پر ہر چہار طرف سے چھوٹے بڑے ایک سو پانچ کنگورے تھے۔ جن کے کلس بھی نقرئی و طلائی مینا کار تھے۔ در و دیوار و سقفِ مسجد میں رنگین قیمتی پتھروں کی منبت کاری تھی۔ ایک حوض ۷ گز لمبا اور ۴ گز چوڑا وسطِ صحن میں بنا ہوا تھا۔ تین غسل خانے فرشِ مسجد کے پہلو میں بنے ہوئے تھے اور سو ظروف غسل و وضو کے لئے زرین سرخ و سفید اور عمدہ قسم کے پتھروں کے بنے ہوئے رکھے تھے۔

کلیر کی موجودہ حالت

ضلع سہارن پور میں رُڑکی اسٹیشن سے قریب ہی نہر گنگ ہے اور نہر کے کنارے کنارے تقریباً ۳۔۴ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد کلیر شریف نظر آتا ہے۔ نہر کے ایک جانب کلیر کی بستی ہے اور دوسری جانب جنگل میں قریب نہر مذکور کے یہ جنتِ ارضی یعنی حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُربہار ہے۔ اسٹیشن سے تقریباً ۲ میل پر نہر کا ایک وسیع پُل ہے جس کے چاروں جانب راستہ ہے۔ پورب کی طرف چھاؤنی ہے۔ پچھم کی جانب ایک بہت بڑے احاطہ میں کاٹن فیکٹری ہے۔ شمال کیطرف آگے بڑھ کر رُڑکی آبادی ہے۔ پہلے پل سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک دوسرا پل ہے جو پہلے سے زیادہ شاندار اور خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اور اس کے دونوں جانب خاصی آبادی ہے۔ شرقی جانب کچہریاں، انجینیرنگ کالج، لال کرتی اور گودام ہیں اور مغربی پہلو میں شہر کی آبادی اور نہایت صاف سُتھرا بازار ہے۔ یہ آبادی رُڑکی کے نام سے موسوم ہے۔ جو تقریباً دو میل کی لمبائی میں آباد ہے۔

پل پر کھڑے ہونے سے چار سڑکیں نظر آتی ہیں جو پُل کے دونوں جانب ہیں۔ شمال کی جانب دونوں سڑکیں کلیر شریف جاتی ہیں۔ دائیں ہاتھ کی جو سڑک ہے وہ نہر کے محکمے والوں نے بنوائی ہے

اور بائیں جانب کی سڑک اس وقت بھی بہت اچھی حالت میں ہے۔ پیشتر یہ سڑک بہت خراب حالت میں تھی اور مسافروں کو بے اِنتہا تکلیف ہوا کرتی تھی۔ مگر حضرت کی کرامت سے یہ سڑک پختہ جدید بہت عمدہ تیار ہو گئی ہے۔ اس پل سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر داہنی جانب کلیئر شریف اور بائیں طرف مزارِ اقدس ہے۔ مسلمان شرفاء کی اچھی خاصی آبادی ہے۔

مزارِ مُبارک

مزار مبارک کے چاروں طرف ایک بہت بڑا احاطہ ہے۔ مشرق اور شمال دونوں جانب اس احاطہ میں دو بہت بڑے پھاٹک ہیں۔ جنوب کی طرف ایک دروازہ ہے۔ اس احاطہ کے باہر مشرق اور جنوب کی طرف مسافروں کے ٹھہرنے کیلئے صحنچیاں اور خانقاہیں بنی ہوئی ہیں۔ مغرب کی جانب ایک بہت بڑی خانقاہ بنی ہوئی ہے۔ جس میں صوفیاء کرام اور اولیاء عظّام آکر قیام فرمایا کرتے ہیں۔ شمالی جانب ایک مختصر سی مسجد ہے اور اس احاطہ کے وسط میں مزارِ اقدس ہے۔ مشرقی دروازہ کے قریب ایک چھوٹا سا گنبد ہے جس کے اندر درخت گولڑ کی جڑیں ہیں۔ جس کا تذکرہ آئندہ ابواب میں آئے گا جو محفوظ کر دی گئی ہیں۔ مزار اقدس کا اندرونی و بیرونی صحن و برآمدہ و جالیاں وغیرہ سب سنگِ مرمر کی تعمیر ہیں۔ پیشتر یہ سب چونے کی گچ سے بنی ہوتی تھیں۔ یہ سنگِ

مزار کی جدید تعمیر عقیدت مندوں کی سعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے چندہ فراہم کر کے یہ تعمیر کرائی اور رڑکی سے کلیر شریف تک پختہ سڑک کی تعمیر کرائی اور جا بجا پانی کے نل لگوا دیئے۔

روانگی کلیر شریف

سر العبودیت، مصنف حضرت شاہ شیخ فرید گنج شکر بابا صاحب مسعودالعالمین قطب عالم اغیاث ہند اور مقناطیس الوحدت، مصنف حضرت سلطان المشائخ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین میں مرقوم ہے کہ پندرھویں ذی الحجہ ۶۵۱ھ کو دو شنبہ کے دن فجر کی نماز کے بعد جناب شاہنشاہِ دو عالم مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر صاحب ختم الارواح سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہمراہ صرف علیم اللہ ابدال کو لے کر کلیر کی جانب روانہ ہوئے اور اسمِ اعظم چشتیہ کو تلاوت کرنے کی وجہ سے اتنی لمبی مسافت، صرف ایک یوم میں طے کی۔ دوسرے دن بعد نماز ظہر شہر کلیر میں داخل ہوئے اور مسماۃ گل زادی بنت عبدالصمد بن عبدالواحد بن قطب الدین انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔ مسماۃ مذکور کے ایک فرزند مسمیٰ بہاؤالدین تھا، جس کی عمر تقریباً ۳۶ سال کی تھی۔ اور اس کے پڑوس میں جمال نامی ایک روغن

گر رہتا تھا۔ اس کے سات لڑکے تھے۔ اس کا مکان مسماۃ مذکورہ کے مشرق کی جانب تھا۔ اور جنوب کی جانب نعمت بن محمد یار کا مکان تھا۔ مغرب کی طرف اس مکان کا دروازہ تھا۔ شمال کی جانب قاضی شہر مسمیٰ تبرک کے عمو زادے کا مکانِ عظیم الشان تعمیر تھا۔ جو بہت بڑا منکر تھا۔ مسماۃ گل زادی اور جمال اور مسماۃ نعمت اور ان کے بچے سب حضرت کو دیکھتے ہی فوراً معتقد ہو گئے اور شمع جمال کے پروانہ وار نثار ہونے کو تیار ہو گئے۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت کلیر کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمانے لگے۔ اس وقت مسجد میں تقریباً دو ہزار آدمی موجود تھے۔ جمال روغن گر اور دوسرے ہمسایوں نے باواز بلند کہا کہ اے لوگو! یہ حضرت اقطابِ زمانہ میں سے ہیں۔ ہم لوگوں کی ہدایت و تبلیغ کے لیے تشریف لائے ہیں۔ ہم سب کو لازم ہے کہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کریں۔ اور آپ کے احکام کو دل و جان سے مانیں اور ان پر عمل کریں اور دولتِ دوجہاں حاصل کر کے برکاتِ دارین حاصل کریں۔ لیکن حاضرین میں سے کوئی متنفس بھی حضرت کی جانب اپنے جہل کی وجہ سے متوجّہ نہ ہوا۔ دوسرے دن پھر حضرت مسجد میں تشریف لے گئے اور ہدایت و تعلیم فرمانے لگے اور بیعت کے لئے ارشاد فرمایا۔ اس دن مجمع پہلے دن کی بہ نسبت بہت زیادہ تھا اور تقریباً پانچ ہزار آدمی تھے۔ سب نے

بیعت سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارا پیر قرآن ہے اور امام قدیم قاضی تبرک کوفی بن ہونا بن صعوطی بن کام بن حافض بن ہارون بن سر بّا بن عمادیہ بن حمد جو کہ یذید کے خاندان سے متعلق ہے، مقرر ہے۔ بغیر ان کے اجازت و حکم کے ہم آپ کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کر سکتے ہیں اور کس وجہ سے آپ کو اپنا پیر گردان سکتے ہیں اور کس طرح اپنے پرانے طریقہ کو بدل دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے پیر و مرشد کے حکم سے تم لوگوں کیلئے امامت اور خلافت کی سند لے کر آیا ہوں۔ حضرت مرشد کی بارگاہ سے سلطان الاولیاء کا خطاب مجھ کو عطا ہوا ہے۔ کیا اس دلیل کو تم لوگ کافی نہیں سمجھتے ہو؟ سب لوگ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ یہ خبر رفتہ رفتہ قاضی تبرک کو پہنچی اور قاضی نے قیام الدین عرف ذموان رئیس کلیر سے جاکر عرض کیا کہ ایک شخص کلیر میں مدعی امامت ہے اور مسجد میں جاکر لوگوں کو ورغلاتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جمعہ کے دن دیکھا جائے گا۔ اس کا دستور یہ تھا کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جاکر قاضی تبرک کی امامت میں مع کل اہالیانِ شہر کے جمعہ کی نماز ادا کرتا تھا اور کل معاملات کا فیصلہ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ جمعہ کے دن وہ مسجد میں آیا۔ حضرت مخدوم صاحب اس کے آنے سے قبل ہی تشریف لاچکے تھے۔ اس نے دریافت کیا کہ قاضی صاحب وہ کون شخص ہے جو امامت کا خواستگار ہے۔ حضرت صابر صاحب نے فرمایا کہ میں ہوں۔

بکری کا لوگوں کے پیٹوں سے آواز دینا

ذموان نے آپ سے دریافت کیا

کہ اگر آپ امامت اور خلافت کے مدعی ہیں اور اپنے کو قطبِ زمانہ کہتے ہیں تو میری سبز رنگ کی نہایت خوبصورت اور قد آور بکری عرصہ تین ماہ سے گم ہے بتلائیے وہ کہاں ہے؟ اگر آپ بتادیں گے تو ہم کو یقین ہوجاتے گا کہ آپ آفتابِ ہند میں سے ہیں اور آپ کو اپنا امام مان لیں گے اور بیعت کرلیں گے۔ حضرت مخدوم نے ایک ذراسی توجہ عالمِ ارواح کی جانب فرمائی اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ اے بکری کے کھانے والے لوگو نِکل آؤ۔ ایک آن کی آن میں ستائیس آدمی لرزہ براندم نہایت سراسیمہ پریشان حضور کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ حضرت نے فرمایا کہ رئیسِ شہر کی بکری تم لوگوں نے پکڑ کر کھالی ہے۔ اس کا مفصل حال بیان کرو۔ ان لوگوں نے رئیس کے خوف کی وجہ سے صاف انکار کیا کہ ہم پر بہتان ہے۔ ہم قطعی نہیں جانتے۔ حضرت نے فرمایا کہ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ خود ہی اپنا اپنا حال بیان کرو۔ ورنہ ابھی ذراسی دیر میں کل پردہ فاش ہوجائے گا اور اس وقت تم لوگوں کو بہت شرمندہ ہونا پڑے گا۔ مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے رہے۔ تب حضرت نے رئیسِ شہر کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم اپنی بکری کا نام لیکر پکارو۔ تب اس نے "حرمنہ" (اس بکری

کا نام تھا) کہہ کر بکری کو آواز دی تو ہر شخص کے شکم سے جدا جدا آواز آئی کہ میں ان لوگوں کے پیٹ میں ہوں۔ ان لوگوں نے آدھی رات کو چاہِ صدرق کے کنارے پر ذبح کر کے میرا گوشت بھون کر کھایا تھا۔ اور ہڈیاں کھال میں رکھ اور ایک پتھر اس میں رکھ کر کنوئیں میں چھوڑ دیا تھا۔ یہ کنواں صدرق کے کوچے میں تھا اور اس کو رئیس شہر نے بہت گہرائی میں کھُدوایا تھا۔ اور جس پر عتاب ہوتا تھا وہ اس کنوئیں میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اب رئیس کو بالکل یقین ہو گیا اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ بے شک و شبہ اقطاب میں سے ہیں۔ اور چاہتا تھا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے کہ مکار قاضی نے سوچا کہ یہ معاملہ پلٹا چاہتا ہے اور میری بزرگی اور وقعت سب خاک میں ملا چاہتی ہے تو چپکے سے رئیس کے کان میں کہا کہ اس کے دھوکے میں نہ آئیے گا یہ بہت بڑا جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ رئیس اس کے ورغلانے میں آگیا اور کہا کہ تمہارا یہ معاملہ بہت بڑا جادو معلوم ہوتا ہے۔ تم قطب نہیں ہو۔ حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ نے مسکرا کر فرمایا کہ الحمد للہ آج یہ سنّتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی اس عاجز سے ادا ہوئی کہ جادوگر خیال کیا گیا۔

اس کے بعد حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ نے ایک عریضہ ان تمامی حالات کا تحریر کر کے بدست علیم اللہ ابدال حضرت بابا صاحب کی خدمتِ عالی میں ارسال کیا اور جواب کے منتظر رہے۔ علیم اللہ

ابدال نے جب نامہ مبارک حضرت بابا صاحب کی خدمتِ عالی میں گزارا تو آپ نے پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ میرے مخدوم نے بہت ضبط کیا اور مخلوقِ خدا کا بہت خیال کیا۔ دوسرے دن بموجب ارشادِ نبوی آپ نے جواب نامہ حاضرینِ محفل کی موجودگی میں قاضی تبرک کے نام آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کا حوالہ دیتے ہوتے حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کے لیے تحریر کیا اور علیم اللہ ابدال کو واپس روانہ کیا۔ چوتھے دِن علیم اللہ ابدال نے حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ ہدایت نامہ پیش کیا۔ آپ نے بجنسہ قاضی تبرک کے پاس بھجوا دیا۔ اس کمبخت نے اس گرامی نامہ کو چاک کر ڈالا اور اس کی پشت پر یہ تحریر کیا کہ پیر ہمارا کلام مجید ہے اور امامتِ قدیم سے ہمارے حصہ میں چلی آتی ہے۔ ہم کو بیعت کی حاجت نہیں ہے۔ ہم آپ کے کہنے کے مطابق کیونکر یقین کریں کہ آپ پر خدا اور رسول کا حکم ہمارے لئے صادر ہوا ہے۔ اگر خدا اور رسول ہم کو حکم دیں تو ہم آپ کے خلیفہ کو امام و سرتاج بنالیں ورنہ یہ کافی نہیں ہے۔

یہ لکھ کر اور صفوت بن قہوان نامی ایک شخص کے ذریعہ سے حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں واپس کر دیا۔ حضرت مخدوم صاحب نے اپنے مرشد کی تحریر ہدایت نامہ کی تعظیم

کھڑے ہوکر کی لیکن اس کو چاک کیا ہوا دیکھ کر آپ غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو تم کو اس کے چاک کرنے سے کیا حاصل ہوا۔ اگر تم یونہی واپس کر دیتے تو تمہارا کیا نقصان تھا۔ اور جلال میں آکر فرمایا کہ اے گستاخو! جاؤ تم نے ہمارے بزرگ کے خط کو چاک کیا ہے۔ ہم تم سب کے ناموں کو لوحِ محفوظ سے چاک کئے دیتے ہیں۔ آج کی بات یاد رکھو کہ تم لوگ مع کلیر کی زمین سے جلد سے جلد سوخت ہو جاؤ گے۔ اور ایسے جلو گے کہ قیامت تک تم سب کو پناہ نہ ملے گی۔

اور اسی دن آپ نے وہ چاک کیا ہوا مکتوب اور اپنی عرضی حضرت بابا صاحب کی خدمت میں بغرض اطلاع حالات روانہ فرمائی۔ جس وقت نامہ مبارک آپ کے ملاحظہ سے گزرا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھہرو جواب دیا جائے گا۔ اس کے بعد استغراق فرمایا اور تیرہ یوم تک حجرے سے باہر تشریف نہ لائے۔ چودھویں دن فجر کے وقت برآمد ہو کر ایک فرمان ذموان رئیس کلیر کے نام بدیں مضمون تحریر کیا۔

"خدائے بزرگ و برتر نے تجھے کلیر کی ریاست عطا فرمائی ہے اور مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہی دو جہاں کی عطا فرمائی ہے۔ تجھ کو لازم ہے کہ تو فوراً ان کی اطاعت کر۔ تو ان کے مرتبہ سے ناواقف ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ان کا باپ شاہ عبد الرحیم عبد السلام جیسا بزرگ اور دادا عبد الوہاب ولی اللہ اور جدِ امجد جناب قطب ربانی غوث

الصمدانی شیخ حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کریم
الطرفین حسنی والحسینی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ
تم قرآن کو اپنا پیر بتلاتے ہو اور آلِ رسول کو نہیں مانتے ہو۔ ان کی
موجودگی میں غیروں کو امام بناتے ہو۔ آلِ محمد پر دوسروں کو ترجیح دیتے
ہو۔ خدا کے رسول کا حکم ہے اَکْرِمُوْا وَلَدِیْ صَالِحُوْنَ لِلّٰہِ
وَالطَّالِحُوْنَ لِیْ اور کچھ نہیں تو حضرت مخدوم صابر کو اولادِ علی و آلِ
رسول سمجھ کر اس کی عزت کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ اگر تم اس سے انحراف
کرو گے اور اس کی بیعت سے انکار کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔
تم سب کے نام لوحِ محفوظ سے چاک ہو چکے ہیں مگر اب بھی اگر تم
اپنی بہتری و سلامتی چاہتے ہو تو حضرت مخدوم صاحب کی اطاعت کرو۔
اور خوش رکھو۔ میں ان کو لکھتا ہوں وہ تم سب پر مہربانی کریں گے۔
قرآن کریم جس کو تم اپنا پیر بتلاتے ہو۔ اس میں آنکھیں کھول کر دیکھو۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ
مِنْکُمْ۔ میری یہ تحریر قاضی صاحب کو بھی مخاطب کرتی ہے اور
ان کو بھی میں تاکید کرتا ہوں۔ اگر اس کے خلاف کرو گے پچھتاؤ گے۔
اور قیامت تک مفر نہ پاؤ گے۔ اس کے بعد نامہ بند کیا اور مہر لگا کر
علیم اللہ ابدال کو واپس کر دیا۔ وہ خط علیم اللہ ابدال نے لا کر ذموان
رئیس کلیئر م کے حوالہ کیا۔ قاضی تبرک بھی اس وقت مجلس میں موجود

تھا۔ رئیس نے علیم اللہ ابدال سے خط لے کر دریافت کیا کہ تم کب پاک پٹن سے روانہ ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج ہی ظہر کی نماز حضرت بابا صاحب کے ساتھ پڑھی تھی۔ اور اب تمہارے پاس خط لے کر آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ تیز رفتاری انسانی قدرت کے خلاف ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ علیم اللہ ابدال نے جواب دیا کہ مجھ کو حضرت مخدوم صاحب کی خدمت کے طفیل میں یہ مرتبہ حاصل ہے اور یہ بہت ادنیٰ سی بات ہے۔ اگر تم بھی حضرت مخدوم صاحب کی اطاعت کرو تو بہت ممکن ہے کہ اس سے کہیں زیادہ مراتب عالیہ تم پر کشادہ ہو جائیں۔ قاضی تبرک کم بخت نے کہا کہ آپ کا کدھر خیال ہے۔ یہ سب سحر باطل ہے۔ اگر آپ نے اطاعت کی تو آپ کی یہ ریاست وغیرہ یہ سب قطب صاحب ہڑپ کر جائیں گے۔ تب رئیس نے کہا کہ اگر خدا کو ہمیں کافر کرنا منظور ہے تو وہ کافر ہی کر دے گا اور اگر ہم کو مسلمان رکھنا ہے تو ہم مسلمان ہی مریں گے۔ ہم کو لوحِ محفوظ سے ڈراتے ہو۔ اگر ہمارے سب کے نام لوحِ محفوظ سے سوخت ہو گئے تو اب تک ہم لوگ تباہ ہو گئے ہوتے۔ ہم کو ایسی دھمکیوں کی پرواہ نہیں ہے۔ قاضی نے کہا کہ اس تحریر کو چاک کر دو اور لکھ دو کہ ہمیں آپ کی اطاعت و امامت منظور نہیں ہے۔ جیسا ہو گا ویسا دیکھا جائے گا۔ چنانچہ رئیس نے ایسا ہی کیا اور تحریر علیم اللہ ابدال کے ہاتھ حضرت

مخدوم صاحب کی خدمت میں واپس کر دی۔ حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت صدمہ ہوا اور شب میں تہجد کی نماز کے بعد علیم اللہ ابدال کو پھر حضرت بابا صاحب کی خدمت میں واپس کیا اور یہ عریضہ ارسال کیا کہ حضرت فقیر کو بہت صدمہ ہے اور ہر وقت آپ کا ہی خیال رہتا ہے۔ حضور انور کو تمام حال روشن ہے۔ جلد اس فکر و تردّد سے رہا فرمائیے۔ ورنہ فقیر کی پریشانی طوالت پکڑے گی اور حد علاج سے گزر جائے گی۔ حضور کو اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ بندے کو خدا سے کیا چارہ ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ فقط عریضہ دے کر علیم اللہ ابدال سے تاکید فرمائی کہ جس قدر جلد امکان ہو سکے جواب لے کر آنا۔ توقف نہ کرنا۔

علیم اللہ ابدال حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پہنچے اور چاک کیا ہوا گرامی نامہ اور حضرت مخدوم صاحب کا عریضہ خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ حضرت بابا صاحب نے تأسّف کیا اور علیم اللہ کو حکم دیا کہ تم جا کر رئیس و قاضی دونوں کے نسب نامے لے آؤ۔ چنانچہ علیم اللہ نے آکر حضرت مخدوم صاحب سے عرض کیا نسب نامے قاضی و رئیس شہر کے حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے طلب فرمائے ہیں۔ حضرت نے شیخ بہاؤالدین کو بلا کر ان سے فرمایا کہ تم جا کر کسی طرح سے رئیس و قاضی شہر کے نسب نامے لے آؤ۔ چنانچہ وہ بموجب حکم دفتر

قضاۃ میں گیا اور نسب ناموں کی جستجو میں مصروف ہوگیا۔ کسی شخص نے قاضی کو خفیہ اطلاع کردی۔ قاضی نے فوراً بہاؤالدین کو گرفتار کرا کے مقید کرا دیا۔ جب اس کی خبر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کو ہوئی تو آپ نے علیم اللہ کو حکم دیا کہ تم جاکر تمام شہر کے نسب نامے دفتر سے اٹھا لاؤ۔ اور شیخ بہاؤالدین کو قید خانہ سے چھڑا لاؤ چنانچہ علیم اللہ ابدال نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

حضرت مخدوم صاحب نے اسی وقت علیم اللہ ابدال کو دونوں نسب نامے دے کر حضرت بابا صاحب کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ علیم اللہ صاحب نے حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر نسب نامے پیش کیئے اور اپنی واپسی کی نسبت دریافت کیا کہ میرے لیئے کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کیوں اس قدر پریشان ہو۔ تب علیم اللہ نے عرض کیا کہ حضور مجھے اس وجہ سے پریشانی ہے کہ مجھے ایسا معلوم ہورہا ہے کہ کلیر پر بہت جلد تباہی آنے والی ہے اور اس سے مفر ناممکن ہوگا۔ اور مجھے اپنے لئے خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میں بھی قہرِ خدا میں مبتلا نہ ہوجاؤں۔ ساری عمر میں مجھے آج کا ایسا کبھی ہراس نہ ہوا تھا۔ خدا کے واسطے حضور میری تسکین فرمائیں۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علیم اللہ ابدال کی پشت پر دستِ شفقت پھیر کر فرمایا کہ تجھ کو خوف نہ کرنا چاہیے۔ مخدوم

صاحب کی تائید وحمایت تجھ پر سایہ فگن ہوگی۔ ان کلمات سے علیم اللہ کی تشفی ہو گئی۔ اس گفتگو میں مغرب کا وقت آگیا۔ نماز مغرب ادا کی گئی۔ اس کے بعد حضرت بابا صاحب نے جواب نامہ حضرت مخدوم صاحب کو تحریر فرماکر علیم اللہ ابدال کے حوالے کیا۔ اور اسی روز نماز عشاء کے وقت علیم اللہ ابدال حضرت مخدوم صابر کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور خریطہ ملفوف ابلاغ خدمت عالی میں کیا۔ آپ نے اس کو لے کر آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھ کر تعظیم ادا کی اور علیم اللہ کو دے کر پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت بابا صاحب نے بہت مختصر الفاظ میں یہ تحریر فرمایا تھا "میرے مخدوم! کلیر تیری چھری ہے۔ چاہے ماس کھا، چاہے دودھ پی۔ اس کے سوا کچھ اور تحریر نہ تھا۔ حضرت مخدوم صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بُرُوزِ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ کے ظہور کا زمانہ قریب آپہنچا۔ علیم اللہ نے عرض کیا کہ حضور اس قہرِ خداوندی میں میرے لئے کیا حکم ہے۔ مجھے کہاں پناہ ملے گی۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑنا۔ تم کو پناہ ملے گی۔ اگر تم علیحدہ ہو جاؤ گے تو تم بھی قہر خداوندی میں پھنس جاؤ گے اور پھر امن نہ ملے گا۔

کلیر میں زلزلہ

بتاریخ ۹ محرم ۶۵۱ھ بروز پنجشنبہ صبح کے وقت حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وردِ سیفُ اللہ، حرز یمانی شریف، حرز مرتضوی کو بہ ترکیب قیومی

روحی تلاوت فرمایا اور آسمان کی طرف دم فرما دیا۔ اور دوسرے دن اسی سلطان الاوراد کو بہ ترکیب غوثی معنوی تلاوت فرماکر زمین کی طرف دم کر دیا۔ اسی وقت زمین میں ایک جنبش بطور زلزلہ کے محسوس ہوئی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پھر ایک زلزلہ آیا۔ اور ایک پہر دن چڑھے۔ پھر تیسری مرتبہ زمین متحرک ہوئی۔ رئیس شہر نے قاضی کو بلوا کر دریافت کیا کہ آج کیا بات ہے کہ صبح سے اس وقت تک تین مرتبہ زلزلہ آچکا ہے۔ قاضی خود مبہوت اور متحیّر تھا۔ اور اس نے جواب دیا کہ خود میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آتا ہے۔ اس وقت پھر رئیس شہر کے دل میں خیال پیدا ہوا اور اس نے قاضی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قہر خدا ہے۔ جو حضرات اقطابِ ہند کی ناخوشی کے سبب سے ہم پر نازل ہونے والا ہے۔ اب بھی بہتر ہے کہ چل کر ان سے معافی مانگ لیں اور ان کی بیعت کر لیں۔ قاضی مردود نے جواب دیا کہ آپ تو ذرا ذرا سی باتوں سے ڈر جاتے ہیں، یہ سب سحر کی کرامات ہیں اور سحر باطل ہوتا ہے۔ اور اگر آپ سحر کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو میں نے بھی ایک ساحرہ کی تلاش کر لی ہے۔ ذموان نے خوش ہو کر حکم دیا کہ اُسے فوراً بلاؤ۔ چنانچہ وہ اسی وقت رئیس کے سامنے لائی گئی۔ ذموان نے اس سے دریافت کیا کہ آج کیا بات ہے جو زمین کو تین مرتبہ زلزلہ آچکا ہے۔ یہ تذکرہ ہو ہی رہا تھا کہ پھر چوتھی

مرتبہ زلزلہ آیا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ تو معمولی سحر کا تماشہ ہے۔ اگر حکم ہو تو کنیز بھی ابھی زمین متزلزل کر دے۔ اور ایک بار نہیں جتنی بار حضور حکم دیں۔ رئیس نے آزمائش کے لئے حکم دیا۔ چنانچہ اس نے بھی گیارہ مرتبہ سحر کر کے زمین کو جنبش دی۔ لیکن دراصل سحر سے یہ اُنکے قلوب کا زلزلہ تھا۔ جس سے ان کو زمین کا سلسلہ محسوس ہوا۔ غرضکہ اس ساحرہ کی اس حرکت سے ذموان کی تسکین ہوگئی اور سب کی سمجھ میں بھی آگیا کہ واقعی یہ زلزلہ سحر کی کرشمہ سازی ہے۔ غرضکہ جمعہ کی نماز کے وقت تک سات مرتبہ زمین کو جنبش ہوئی۔ اذان کی آواز سُن کر سب لوگ جامع مسجد مذکور کی طرف روانہ ہوئے۔ اور حضرت مخدوم صابر صاحب مع علیم اللہ ابدال اور شیخ بہاؤالدین کے بیشتر ہی مسجد میں جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ اور مصلہ امامت پر تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں رئیسِ شہر و قاضی تبرک بھی حاضر ہوئے۔۔۔۔ اس وقت مسجد میں بقول بعض تیرہ ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔

کلیر کی جامع مسجد کا رکوع

جس وقت قاضی تبرک اپنے مصلہ عبادت کے قریب آیا تو اس وقت پھر حضرت مخدوم صاحب نے باآواز بلند یہ ہدایت فرمائی۔ اگر آج بھی تم لوگ (کہ صبح سے قہر خداوندی نازل ہو رہا ہے) سمجھ جاؤ اور راہِ راست پر آجاؤ اور میری بیعت کرو اور امامت کو تسلیم کرو تو اب

بھی خیر ہے ۔ ورنہ تم کو پچھتانے کا موقع بھی نہ ملے گا۔ کسی طرح بھی مغفرت کی صورت نہ ہو گی ۔ قاضی مردود نے جواب دیا کہ تم ہم کو بار بار کیوں دھمکاتے ہو۔ ہم تمہارے سحر و ساحری سے اچھی طرح واقف ہو گئے ہیں اور تمہارے سحر کے لئے ہم نے ساحرہ تلاش کر لی ہے ۔ ہم ہرگز تم کو اپنا امام نہ بنائیں گے ۔ یہ سن کر حضرت مخدوم صاحب نے فوراً امام کا مصلہ چھوڑ دیا اور اگلی صف میں بیٹھ گئے مگر لوگوں نے وہاں سے یہ کہہ کر کہ یہ ہماری جگہ ہے ہٹا دیا۔ اسی طرح دالان سے صحن مسجد میں ہوتے ہوئے بیرونی دروازہ کے قریب آخری صف میں حضرت مخدوم صاحب پہنچ گئے ۔ مگر وہاں بھی کسی مردود نے یہ کہہ کر کھڑا نہیں ہونے دیا کہ یہ میری جگہ ہے اور سیڑھیوں پر بھی جگہ نہ ملی تو آپ مسجد کے باہر تشریف لائے ۔ آپکے ہمراہ علیم اللہ ابدال کو بھی باہر آنا پڑا۔ شیخ بہاؤ الدین کو سیڑھیوں پر جگہ مل گئی ۔ حضرت کو اس وقت بہت غصہ آیا۔ آپ نے مسجد کو حکم دیا کہ جس وقت یہ لوگ رکوع میں جائیں تو بھی رکوع کر، اور ان سب کو تحت الثریٰ میں پہنچا دے۔ اسی اثناء میں اگلی صف کے شروع اور آخر سے دو آدمیوں نے آواز دی کہ یا حضرت ہم ولی ہیں اور آپکی بزرگی اور امامت کے دل سے قائل ہیں۔ ہم کو نجات دلوائیے۔ حضرت نے جواب دیا تم دونوں نے اول روز ہی میری امامت کو کیوں نہ تسلیم کیا۔ اب فقیر کا مارا ہوا مردود ہوتا ہے چاہے وہ ولی ہی کیوں

نہ ہو۔ یہ فرماکر آپ بھی نماز میں مشغول ہو گئے اور علیم اللہ ابدال حضرت
کے پس پشت نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جس وقت سب لوگ
رکوع میں گئے۔ بموجب حکم کے مسجد نے بھی رکوع کیا اور تمام لوگوں کو
داب کر اسفل السافلین کی طرف پہنچا دیا۔ مسجد کی اس حرکت سے سارے
شہر میں سخت زلزلہ آیا۔ اس وقت حضور اقدس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے

یَا مَنْ یَا هُوَ یَا مَنْ لَیْسَ لَهُوَ اِلَّا هُوَ حَقُّ حَقُّ حَقُّ

جو لوگ مسجد سے باہر تھے۔ اس ہیبت خیز واقعہ کو دیکھکر بے تحاشہ شہر
کی جانب بھاگے اور جاکر لوگوں کو مسجد کی تباہی کی خبر دی۔ مسماۃ گل زادی
بھی یہ سُن کر روتی چلاتی ہوئی آکر حضرت کے پاؤں پر گر پڑی اور عرض
کرنے لگی کہ میرے بہاؤالدین کو بچائیے۔ وہ بھی نمازیوں میں شامل
تھا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جا آخری سیڑھی کے نیچے دبا ہے۔ جاکر نکال
لے۔ اس نے عرض کیا کہ یہ بھلا حضور مجھ سے سیڑھی کاہے کو اٹھے گی۔ تب
حضرت نے علیم اللہ کی طرف اشارہ کیا کہ تم جاکر نکال دو۔ چنانچہ بموجب
حکمِ عالی کے علیم اللہ ابدال نے جاکر سیڑھی کو اٹھایا تو اس کے نیچے سے
شیخ بہاؤالدین صحیح و سالم برآمد ہوتے۔ ان کو مسماۃ گل زادی کے سپرد کر کے
آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ بارہ پہر تک مجھ کو
عبدیتِ خاص حاصل ہے۔ تم فوراً شہر سے بارہ کوس پرا پنے عزیزو
یگانوں کو لے کر نِکل جاؤ۔ یہاں قہر خداوندی کا نزول ہوگا اور بارہ

کوس تک کسی شئے کو پناہ نہ ملے گی۔ اس کے بعد حضرت ممدوح اپنی جائے قیام یعنی مسماۃ گل زادی کے مکان پر تشریف لائے۔ وہاں پر ایک انبوہِ کثیر لوگوں کا جمع ہو گیا اور ہر شخص حضور سے معافی مانگنے کا ملتجی تھا۔ مگر علیم اللہ ابدال بوجہ جذب خاص و حالت جلال، کسی شخص کو بھی حضرت کے سامنے نہیں جانے دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اب وقت گزر گیا ہے۔ حضرت بہت جلال میں ہیں۔ یہاں سے بھاگو۔ مگر جب شہر کی خلقت نے زیادہ یورش کی تو آپ وہاں سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ چل دیتے اور ایک جگہ پر قیام نہ فرمایا۔

اس کے بعد آپ نے علیم اللہ ابدال کے ذریعہ سے ایک عریضہ مشتمل بَر حالات انہدام مسجد حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں عصر کے وقت روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تو واپس آئے تو میرے پسِ پشت رہنا ورنہ جل کر خاک سیاہ ہو جائے گا۔ اور جو کچھ میں حکم دوں اس کی تعمیل کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ یہ سُن کر علیم اللہ پاک پٹن کی جانب روانہ ہوئے۔

باب ۱۰

علیم اللہ ابدال عریضہ مذکورہ لے کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اسی وقت عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ اس دن ٹھیک اسی وقت جب کہ کلیئر میں مسجد منہدم ہوئی تھی یہاں حضرت بابا صاحب کے مکان پر حضرت قطب الدین ابوالغیث بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ جنازے کی نماز کے لئے حضرت بابا صاحب کی خدمتِ اقدس میں بہت سے حضرات جمع تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کر رہے تھے کہ یا حضرت جب سے کلیر کی جامع مسجد کے اُلٹ جانے کا القاء والہام ہم لوگوں کو ہوا ہے قلب پر ایک باطنی کیفیت طاری ہے اور کسی کا حال سُن کر سکون نہیں ملتا ہے۔ سوائے اس کے حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا جائے۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ واقعہ میرے مخدوم صابر کے عُروج اولوالعزمی، مرتبہ شہنشاہی کا باعث ہے اور جب تک تم لوگ جا کر مخدوم صاحب کی مزاج پرسی نہ کر آؤ گے اس وقت تک کسی اہلِ باطن کو اس سے رستگاری حاصل نہیں ہو سکتی اور اسی وقت آپ نے اپنے اٹھائیس خلفاء کو بذریعہ ابدال کے طلب فرمایا۔ علیم اللہ ابدال نے عریضہ حضرت مخدوم صاحب کا حضرت بابا صاحب کی خدمت عالی میں پیش کیا۔

حضرت نے خوش ہو کر نامہ کو کھولا اور ملاحظہ فرمایا اور تمام حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ جا کر علیم اللہ سے کلیر کے کل صحیح حالات معلوم کر کے اپنے اپنے مکتوبات میں درج کر دینا۔ تاکہ ان تحریرات کے ذریعہ سے میرے مخدوم کے خلفاء کو اول سے آخر تک کل حالات معلوم ہو سکیں۔ علیم اللہ نے کل حالات کلیر کے من اولہ و آخرہ سب سے بیان کر دیئے۔ اور اس کے بعد عشاء کی نماز سب کے ساتھ پڑھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

خلفاء بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اولیاء کی حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کے لئے حاضری

گیارھویں محرم ۶۵۱ھ شنبہ کے دن

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت بابا شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بجائے حضرت بدرالدین صاحب سجادہ نشین فرزند اکبر اور اپنے دیگر چھبیس خلفاء اور اٹھارہ حاضرین محفل کو جن کے اسمائے گرامی بوجہ طوالت یہاں درج نہیں ہو سکے بغرض مزاج پرسی حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، و شرف اندوزی عروج کیفیت باطن حضرت موصوف کلیر کی جانب روانہ کیا اور ہدایت فرمادی کہ راستہ میں اسم اعظم چشتیہ تلاوت کرتے ہوئے جانا۔ چنانچہ ایسا ہی ان سبھوں نے کیا۔

علیم اللہ ابدال نے حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں تہجد کے وقت حاضر ہو کر جملہ حالات پاک پٹن شریف کے بیان کر دیئے۔ مگر

علیم اللہ ابدال نے ملاحظہ کیا کہ حضرت مخدوم صاحب ایک جگہ پر قیام نہیں فرماتے ہیں۔ حضرت مخدوم صاحب نے علیم اللہ سے فرمایا کہ اب تم ہم سے عالمِ امکان کی گفتگو نہ کرنا۔ بلکہ اگر کچھ ایسا کہنا ہو تو عالمِ وجوب کی کہنا۔

کلیر کی چار چیزوں کو قہرِ الٰہی اور آتشِ غضب سے محفوظ و مامون رکھنا

۱۲ محرم ۶۵۱ھ کو جب آپ عبدیت خاص سے فارغ ہوئے۔ اس وقت تہجد کا وقت تھا۔ اس وقت آپ مسماۃ گل زادی کے مکان پر تشریف لائے۔ اور جس جگہ پر حضور انور کا مزار مقدس ہے۔ یہ جگہ اول روز سے ہی حضور کو پسند تھی۔ اسی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ علیم اللہ ابدال حاضر تھے۔ اس عرصہ میں مخلوق کلیر آپ کی تلاش کرتی رہی مگر کہیں بھی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کلیر کی چار چیزوں نے بزبانِ حال آپ سے استدعا کی کہ وہ قہرِ الٰہی سے محفوظ اور مامون رہیں۔ حضور عالی نے ان چاروں کی التجا قبول فرما کر دعا فرمائی۔ وہ چار چیزیں یہ تھیں۔

۱۔ درخت گولر یہ اب بھی مزارِ مقدس کے قریب موجود ہے ۲۔ ایک فاختہ کہ اسی گولر کے درخت پر آشیانہ رکھے ہوئی تھی ۳۔ ایک قطعۂ زمین جو حضرت کے جائے مقام سے تھوڑے سے فاصلہ پر تھی ۴۔ قطعہ مزار حضرت سیدنا امام الدین صاحب جو حضرت غوث الاعظم پیرانِ پیر دستگیر سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اور

حضرت خواجہ خواجگان غریب نواز خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے اور ہنگام فتح کلیئر جام شہادت نوش فرما کر یہیں آسودہ تھے۔

کلیر میں آتشزدگی

ان چاروں چیزوں کے تحفظ کی دعا فرما کر گولر کے درخت کے قریب بقبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے۔ علیم اللہ ابدال آپ کے ہمراہ سایہ کی طرح حاضر تھے۔ آپ نے اپنی پشت مبارک گولر کے درخت سے لگا دی اور بائیں ہاتھ سے ایک شاخ اس کی پکڑ لی اور بائیں ہاتھ کی مٹھی بند کر کے انگشت شہادت علم کی اور ہاتھ کو قلب کے سامنے لا کر آسمان کی جانب نگاہ کی۔ تھوڑی دیر تک ایک استغراقی حالت میں آپ رہے۔ بعد تھوڑی دیر کے آپ کے ہاتھ سے درخت کی شاخ چھوٹ گئی اور دوسرا ہاتھ بھی نیچے چھوڑ دیا۔ آسمان کی جانب سے آنکھیں ہٹ گئیں اور آپ اسی حالت میں درخت گولر سے ہٹ کر تھوڑے فاصلہ پر کہ اب اسی جگہ پر مزار اقدس ہے کھڑے ہو گئے۔ بعد ایک ساعت کے آپ نے اپنی چشم جلال کو جو وا کیا اور نظر برق صورت جو زمین پر پڑی تو آپ کے پائے مبارک سے سات قدم کے فاصلہ پر زمین سے آگ نکلنا شروع ہوئی اور چاروں طرف بڑھتی اور پھیلتی گئی۔۔۔۔ اور انہیں چاروں اشیاء مذکور الصدر کو چھوڑ کر باقی ہر ایک شے کو جلانا شروع کیا۔ تمام مکانات، درخت، جانور اور

تمامی کلیر کی مخلوق جلنے اور تباہ ہونے لگی۔ شعلے آگ کے بلند ہوتے تھے اور کسی کو پناہ نہ ملتی تھی۔ آگ بڑھتے بڑھتے بارہ کوس کی حد میں پھیل گئی۔ کئی دن تک آگ کا تسلسل ختم نہ ہوا اور سارا شہر کلیر کا جل بھن کر سیاہ خاک ہوگیا۔ صرف وہی چاروں چیزیں باقی رہیں۔

آگ لگے ہوئے چار دن گزر چکے تھے مگر زمین مثل تنور کے گرم تھی۔ کسی کی ہمت و جرأت نہ تھی کہ اس بارہ کوس کے حلقہ کے اندر قدم رکھ سکے کہ اس اثنا میں حضرت بابا صاحب کے خلفاء آپ کی مزاج پُرسی کے لئے پہنچے مگر شدتِ تپش سے اور آگے کوئی صاحب قدم نہ بڑھا سکے۔ ناچار حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کا نام نامی بآواز بلند لے کر سب نے پکارنا شروع کر دیا۔ تب علیم اللہ ابدال کو حضرت مخدوم صاحب نے ان سب کو لانے کے لیئے بھیجا اور حکم دیا اور آپ اسی استغراقی کیفیت میں محو ہوگئے۔ کبھی درخت گولر کے قریب کھڑے ہوتے اور کبھی جائے اقامت پر پہنچ جاتے۔ مگر جس وقت آنکھ کھولتے اور نگاہِ قہر زمین پر پڑتی تو شعلے زمین سے اٹھ کر پھیلنے شروع ہو جاتے۔ علیم اللہ ابدال سب حضرات کو لے کر حاضر ہوئے۔ آپ کی زبان پر وہی کلمات یَاھُوْ یَامَنْ ھُوْ یَامَنْ لَیْسَ لَھُوْ اِلَّاھُوْ جاری تھے اور کسی وقت شدتِ جذب میں لَا لَا لَا۔ علیم اللہ ابدال نے پسِ پشت سے بارگاہِ عالی میں عرض کیا کہ سب حضرات بغرض مزاج پرسی حاضر ہیں۔ آپ نے

جواب میں فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یَا حَقُّ اور سب لوگ شاد کام بامراد آپ کی انتہائی کیفیاتِ باطنی سے متاثر ہوئے۔ پھر علیم اللہ ابدال ان سبھوں کو پیچھے کی طرف سے لیجا کر آگ کی حد سے باہر چھوڑ آتے۔ اور اسی طرح اور اکثر حضرات بغرض مزاج پرسی مختلف اوقات میں تشریف لاکر مشرف ہوئے۔

سُلطان ناصر الدین محمود شہنشاہ دہلی کی عرضی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

کلیر کی مسجد کا انہدام اور آتشزدگی کی خبریں سُن کر سلطان ناصر الدین محمود والیٔ ہند کے دل میں خطرات پیدا ہوئے اور بہت پریشان ہوئے۔ ایک عرضی حضرت خواجہ شیخ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سراپا بابرکت میں ارسال کی۔ اور اس میں اس طرح عرض حال کیا کہ جب سے میں نے کلیر کا حال سُنا ہے بہت سخت پریشان ہوں۔ کسی وقت چین نہیں آتا ہے ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ کہیں ذموان کی طرح میرا حال بھی خراب نہ ہو۔ خدارا میری حفاظت و حمایت فرمایئے اور وہ تدابیر بتلایئے کہ جن سے قہر الٰہی سے مامون اور محفوظ رہ سکوں۔

حضرت بابا صاحب نے نہایت تسلی آمیز خط جواب میں بادشاہِ دہلی کو لکھا کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو خطرے سے پہلے قہر الٰہی سے ڈرتے ہیں۔ اگر اسی طرح ذموان کو بھی قہر خدا کا خوف ہوتا تو آج اس کی یہ حالت نہ ہوتی۔ تم

اطمینان رکھو! اور کسی طرح کا خوف دل میں نہ لاؤ۔ لیکن اس بات کا انتظام کر دو کہ کوئی شخص تم میں سے کلیر کی سرزمین پر نہ جائے۔ اور اپنی اولاد کے لیئے بھی ہدایت کر دو کہ ان میں سے بھی کوئی کلیر کی طرف نہ جائے جب تک کہ مخدوم صاحب حالتِ جذب و محویت سے سلوک میں نہ آجائیں اور میں بھی باطناً اس بات کا خیال رکھوں گا۔ مطمئن رہو۔

باب ۱۱

ضمنی واقعات بھی جہاں جس کی ضرورت سمجھی گئی، بیان کیے گئے ہیں۔ اب چونکہ آئندہ اکثر مقامات پر خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کا تذکرہ آئے گا۔ اس لحاظ سے مناسب ہے کہ مجمل حال خواجہ صاحب کا یہاں درج کر دیا جائے۔

حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہٗ بابا صاحب کے مریدین میں سے تھے اور یہ حضرت مخدوم صاحب کے خلفاء میں شامل ہیں۔

نسب نامہ خواجہ شمس الدین بن سید ابوالفتح محمد بن سید احمد بن سید ناصر الدین بن سید حامد بن سید محمود بن سید عبداللہ بن سید احمد بن سید مقبول اللہ بن سید علی الاشقر بن سید حسن بن سید علی بن حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ یعنی آپ سادات اور آلِ رسول سے تھے۔

وطن و ترکِ وطن ملک ترکستان میں شہر طراز آپ کا وطن تھا۔ اسی وجہ سے آپ ترک کے لقب سے مشہور تھے۔ ورنہ آپ دراصل سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ باسٹھ سال کی عمر تک آپ دنیا اور علائق دُنیا میں مبتلا رہے اور اسی ضعیفی میں آپ مع اپنے متعدد اصحاب کے

تلاش راہ حق میں نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف آوری کے بعد سے ہندوستان اہلِ تصوف کا مرکز بن رہا تھا اور حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اور چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کشف و روحانیت سے دنیائے تصوف میں ہندوستان کو ایک خاص اہمیت دے رکھی تھی۔ اس لئے تمام اکناف و اطرافِ عالم سے تشنگانِ بادہ حقیقت و طالبانِ راہِ طریقت جوق در جوق ہندوستان میں تشریف لاتے اور کامگار و بامراد ہو کر یا تو یہیں کے ہو رہتے یا واپس چلے جاتے۔ چنانچہ یہ زمانہ حضرت بابا صاحب کا تھا۔ ان کے وجود سے پاک پٹن شریف ان دنوں مرجع خاص و عوام بنا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی جانب رُخ کیا اور ۱۱۔ ذی الحجہ ۶۵۸ھ کو مع اپنے احباب کے جن میں بہت سے علماء اور فضلاء بھی تھے حضرت بابا صاحب کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور شرفِ قدم بوسی کے بعد عرض کیا کہ حضور ہم لوگوں کو داخل سلسلہ کر کے نعمات و برکات باطنیہ سے مشرف و فیضیاب فرمائیں۔ حضرت بابا صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ اب فقیر کے پاس تم لوگوں کا حصہ نہیں ہے۔ البتہ اگر کچھ چاہتے ہو تو تم لوگ کلیر جاؤ اور

وہاں حضرت مخدوم صابر کی خدمت میں حاضر ہو۔ جو کچھ تم لوگوں کی قسمت کا ہوگا، مل جائے گا۔

روانگی کلیر کی جانب

دوسرے دن صبح کو یہ سب لوگ کلیر کی جانب روانہ ہوئے اور ستائیس دن کی مسافت طے کرنے کے بعد شروع عشرہ محرم ۶۵۹ھ میں حوالی کلیر میں حدود آتشزدگی کے قریب پہونچ گئے۔ یہاں کی آتشزدگی اور قہر الٰہی کے نزول سے سخت متعجب و پریشان تھے کہ یہاں کس طرح سے داخلہ ہوگا اور کیا ہوگا۔ کس صورت سے ملاقات ہوسکے گی۔ اِسی پس و پیش میں تھے کہ علیم اللہ ابدال سے ملاقات ہوگئی اور ایک دوسرے سے دریافتِ حال کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ گروہ بیعت کے لئے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرستادہ آیا ہوا ہے۔ چنانچہ علیم اللہ ابدال سب کو حضرت مخدوم صاحب کی خدمتِ اقدس میں لے آتے اور آپ کے قریب سب کو کھڑا کر دیا۔ حضرت اس وقت اپنی اسی جذب کی کیفیت میں تھے۔ ایک ہاتھ میں گولر کی شاخ تھی۔ دوسرے ہاتھ کی مٹھی بند تھی۔ انگشتِ شہادت علم کیئے ہوئے قلب کے برابر تھی اور نگاہ آسمان کی جانب تھی۔ بشرہ اور جسم اطہر سے اس قدر جلال اور ہیبت ٹپک رہی تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کی جانب نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔ اور تاب نظارہ لا سکے۔ بائیس دن کامل اسی حال میں گزر گئے اور آپ

عالمِ ہوش میں نہ آئے۔ علیم اللہ ابدال نے عالمِ محویت میں کئی مرتبہ ان لوگوں کی اطلاع کرنے کی کوشش کی مگر سماعت نہ ہوئی۔ اس عرصہ میں سوائے خواجہ شمس الدین ترک کل، حضرات یکے بعد دیگرے علیم اللہ ابدال کے ہمراہ اس حدودِ آتش سے باہر واپس چلے گئے۔ صرف خواجہ صاحب وہاں تنہا رہے۔ حضرت مخدوم صاحب کو مطلق خبر نہ ہوئی۔

مُلاقات اور شرفِ بیعت

تیئسویں دن حضرت مخدوم صاحب عالمِ جذب سے عالمِ امکان میں تشریف لائے اور حواس میں آکر خواجہ صاحب سے دریافت کیا کہ شمس الدین تم کو بابا صاحب نے بھیجا ہے؟ شمس الدین صاحب نے عرض کیا حضور دانائے حال ہیں، میں کیا عرض کروں؟

اس وقت حضرتِ عالی نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ خدا کا شمس تو آسمان پر ہے اور میرا شمس زمین پر ہے۔ اور اسی وقت بتاریخ ۲، صفر ۶۵۹ھ بروز پنجشنبہ صبح کے وقت حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو شرف توبہ اور بیعت وارشاد ہر دو خاندان حنفیہ علویہ سے مشرف فرما کر ارشاد فرمایا کہ اب تم حضرت بابا صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ۔ اور علومِ ظاہری کی تعلیم حاصل کرو اور حضرت بابا صاحب کی دل وجان سے خدمت کرنا۔ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ علیم اللہ ابدال کے ذریعہ سے یہاں کے حالات

تم کو برابر ملتے رہیں گے۔ حضرت باباصاحب جملہ اسنادِ خلافت و تبرکات و ملفوظات و مکتوبات اور ملبوسات تم کو عطا کریں گے۔ وہ سب حاصل کرلینا، اور جس وقت باباصاحب کا وصال ہوجائے تو میرے پاس واپس آجانا۔ اتنا فرمانے کے بعد پھر آپ پر استغراقی کیفیت طاری ہوگئی۔ دوسرے دن پھر جب حواس درست ہوئے تو آپ نے خواجہ صاحب کو سامنے طلب کیا اور خاندانِ چشتیہ میں توبہ و بیعت وارشاد سے مستفیض فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور واپس آنے تک تعلیم باطنی کے مراتب میں ترقی کرتے رہنا۔ روحانی مدارج میں ترقی ہوتی رہے گی اور تعلیم سلوک و معرفت باباصاحب سے حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرنا۔ اس کے بعد پھر آپ کو استغراق ہوگیا

کلیر سے روانگی

بیعت سے مستفیض ہوکر حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ پاک پٹن کی جانب روانہ ہوئے۔ دوسرے دن بمعرفت علیم اللہ ابدال حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حکم پہنچا کہ اسم اعظم چشتیہ تلاوت کرتے ہوئے جاؤ۔ جلد پہنچو گے۔ چنانچہ اسمِ اعظم کی برکت سے جو سفر ستائیس دن میں ختم ہونا تھا، وہی صرف تین دن میں ختم ہوا اور حضرت باباصاحب کی خدمت میں حضرت خواجہ شمس الدین صاحب ترک رحمۃ اللہ علیہ ۸ صفر ۶۵۹ھ کو پہونچ گئے۔

اس عرصہ میں کہ جب تک حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کلیر میں رہے۔ حضرت مخدوم صاحب برابر عالم استغراق میں رہے اور آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس وجہ سے آتشِ جلال بھی نہ پیدا ہوئی اور بعد روانگی حضرت خواجہ شمس الدین پر پھر وہی جلالی کیفیت عود کر آئی۔

جس وقت حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حضرت خواجہ صاحب پہونچے اور قدم بوسی کا فخر حاصل کر چکے تو بابا صاحب نے ارشاد فرمایا کہ شمس الدین تم میرے صابر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے کیوں چلے آئے۔ عرض کیا کہ مجھے آپ کی حضوری میں حاضر رہنے کا حکم ملا ہے۔ اب حضور کا جیسا ارشاد ہوگا اس کی تعمیل کی جائے گی۔ حضرت بابا صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اچھا یہاں اور لوگ رہتے ہیں۔ تم بھی انہیں کے ہمراہ رہو۔ دن کو جنگل سے لکڑیاں توڑ کر بیچ لایا کرو، اور اسی کو ذریعہ معاش قرار دو۔ شب میں اللہ اللہ کیا کرو، آج کل یہاں کا یہی دستور ہے۔ چنانچہ چار سال کامل حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب کی خدمت میں برابر حاضر رہے۔ اس عرصہ میں برابر لکڑیاں جنگل سے لاکر فروخت کر کے گزر کرتے رہے۔ بعض بعض دن جب لکڑیاں نہیں ملتی تھیں تو پھر فاقہ ہی ہو جاتا تھا۔ علیم اللہ ابدال کی آمد و رفت برابر جاری تھی۔ تعلیم روحی ترقی پر تھی۔ تعلیم ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ساتھ تعلیم سلوک کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ کلیر میں آتش غضب برابر بھڑک رہی تھی۔

وفات حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیسری صفر ۶۶۴ھ کو شنبہ کے دن نمازِ فجر سے فراغت

حاصل کر کے حضرت بابا شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین ترک کو اپنے قریب بلا کر اپنے مکتوب "سر العبودیت" اور دیگر جمیع مکاتیب نطاب حضرات پیران عظام اور باد منضبطہ، تبرکات و ملبوسات وغیرہ اور خرقہ اقدس حضرت سرورِ انبیاء احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جو بوقت عطائے خلافتِ باطنیہ حضرت مولیٰ مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو مرحمت فرمایا گیا تھا اور ان سے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ ہوتا ہوا حضرت بابا صاحب قدس اللہ سرہٗ کو عنایت ہوا تھا۔ اور تمامی اسناد، خلافت نامجات حضرت پیرانِ عظام سلسلہ چشتیہ اور کل مکتوبات (جو اس عہد کے اولیائے کرام نے حضرت مخدوم... علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کلیر میں مزاج پرسی کی حاضری سے مشرف ہونے کے بعد حضرت مخدوم صاحب موصوف کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد بابا صاحب کو تحریر کیئے تھے) اپنے برادر و فرزندان و خویش نیز جمیع افراد خاندان کی موجودگی و مواجہ میں و نیز اور عام حضرات کے سامنے مرحمت فرمائے۔ جملہ

حاضرینِ محفل نے حضرت خواجہ شمس الدین شمس الارض رحمۃ اللہ
علیہ کو ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ ان سب تحائف کے علاوہ آپ
نے ایک خط حضرت مخدوم صابر صاحب کے نام روحانی اشارات
میں تحریر فرما کر حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض رحمۃ اللہ
علیہ کے حوالہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی کہ تم اپنے مکتوب
خطاب میں تحریر فرما دینا کہ سوائے خلیفہ صاحب مجاز کے خاندان
کے کسی اور شخص کے اس خط کے مضمون سے آگاہ نہ کیا جائے اور
یہ بھی تاکید فرمائی کہ تمامی اولیائے معاصرین بر وقت اپنی اپنی رحلت
کے اپنے مکتوب خطاب مشعر حالات معائنہ برنامہ حاضری کے
بغرض مزاج پرسی حضرت مخدوم صابر صاحب کلیر شریف کے تمہارے
پاس بھیج دیں گے وہ بھی محفوظ رکھنا کیونکہ ان میں ایک راز ہو گا۔
جو اَب سے تقریباً ساڑھے تین سو سال کے بعد ایک مجدد وقت جو
سلسلہ نادریہ صابریہ سے اور اولاد حضرت امام ابو حنیفہ سے ظاہر ہو گا
اس کے بعد آپ نے حاضرینِ محفل سے ارشاد فرمایا کہ اب میرا وقت
معہود آگیا ہے۔ اور ساعتِ حاضری دربار معشوق حقیقی کی قریب آن
پہنچی ہے۔ من بعد دردِ سَر میں شدت پیدا ہو گئی۔ اس عرصہ میں نماز
مغرب کا وقت قریب آگیا۔ آپ نے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد
استغراقی کیفیت آپ کو پیدا ہوئی۔ ہوش میں آنے کے بعد آپ

نے لوگوں سے دریافت فرمایا کیا میں نماز مغرب کی ادا کر چکا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور نماز پڑھ چکے ہیں۔ آپ یہ کہہ کر کہ دیکھا چاہیے، پھر نمازِ مغرب ادا فرمانے لگے اور بعد فراغت پھر استغراقی کیفیت میں محو ہو گئے۔ حواس درست ہونے پر لوگوں سے پھر وہی استفسار فرمایا کہ کیا میں مغرب کی نماز پڑھ چکا ہوں۔ لوگوں نے پھر عرض کیا کہ حضور دو مرتبہ نماز ادا فرما چکے ہیں۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا کہ دیکھا چاہیئے اور تیسری مرتبہ پھر نماز مغرب میں مشغول ہو گئے۔ اس مرتبہ نماز کی حالت میں ہی استغراق پیدا ہو گیا اور اسی نماز کی حالت میں یکشنبہ کا دن بھی ختم ہو گیا اور دوشنبہ کے دِن بعد نماز مغرب اور قبل نماز عشاء کے پانچویں محرم ۶۶۴ھ کو بعمر ۹۵ سال اس عالم ظاہر سے معشوقِ حقیقی سے جا مِلے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

اس وقت سلطان غیاث الدین بلبن حکمران تھا۔

باب ۱۲

حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کا کلیر شریف کو روانہ ہونا

بتاریخ ۱۲ محرم ۶۶۴ھ سہ شنبہ کے دِن ظہر کی نماز کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین ترک پاک پٹن شریف سے روانہ ہوکر حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کلیر شریف پہنچے اور علیم ابدال کی معیت میں حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پشت کی جانب کھڑے ہوئے لیکن تین دن کامل استغراقی کیفیت میں ہونے کی وجہ سے حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ صاحب مذکور کی آمد کی اطلاع نہ دی جاسکی۔

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی کلیر شریف میں آمد

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ بھی ۱۵ محرم ۶۶۴ھ کو کلیر شریف میں تشریف لائے اور خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی سے ملاقی ہوئی۔ اور علیم اللہ ابدال سے ارشاد فرمایا کہ حدودِ آتشزدگی کے باہر شیخ نصیر الدین اور شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ اور محمد افضل ابدال کچھ سامان لیتے ہوئے کھڑے ہیں۔ ان کو اپنے ہمراہ یہاں لے آؤ۔ علیم اللہ

ابدال نے حکم کی تعمیل فوراً کی، دیکھا کہ یہ سب حضرات اپنے ہمراہ ۱۵ سیر سموسے پانچ سو عدد کاک اور سو امن قبولی (کھچڑی) لیئے ہوئے حاضر ہیں۔ علیم اللہ ابدال نے ان تینوں کو بھی لاکر درخت گولر کے نیچے باادب تمام کھڑا کر دیا۔ اور ظہر کی نماز کے بعد علیم اللہ ابدال نے عالمِ جذب میں ان سب حضرات کے آنے کی اطلاع حضرت مخدوم سے کی۔ آپ ہوش میں آگئے اور نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے ارشاد فرمایا کہ بھائی کا مزاج تو اچھا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی نے جواب میں فرمایا کہ حضور کی دعا شاملِ حال ہے۔ پھر خواجہ شمس الدین کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ شمس الدین تم آگئے؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ غلام حاضر ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین شمس الارض رحمتہ اللہ علیہ کو تفویض ولایت

پھر ارشاد فرمایا کہ سامنے آؤ۔ خواجہ صاحب بہت مؤدب دست بستہ سامنے حاضر ہوئے۔ حکم فرمایا کہ ہمارے تبرکات میں سے سبز عمامہ نکال لاؤ۔ خواجہ صاحب فوراً عمامہ سبز دونوں ہاتھ پر لے کر حضوری میں مؤدب ایستادہ ہو گئے۔ حضرت مخدوم صاحب پر استغراقی کیفیت طاری ہو گئی۔ بعد وقفہ کے جب حواس مجتمع ہوئے تو آپ نے اپنا دستِ راست

حضرت خواجہ صاحب کی جانب بڑھایا تو اس وقت حضرت سُلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ کے ہاتھوں سے عمامہ مبارک اٹھاکر خواجہ صاحب کا ہاتھ خالی کردیا۔ اور خواجہ صاحب نے فوراً حضرت مخدوم صاحب کا بڑھا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور حضرت مخدوم صابر صاحب نے الفاظ بیعت و امامت خاص لہجہ میں اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائے اور کیفیت باطن بدرجہ کمال عطا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی نے عمامہ مذکور حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے عمامہ مذکور ایک ہاتھ سے اٹھا کر ایک پیچ حضرت خواجہ شمس الدین کے سر پر لپیٹا ہی تھا کہ مخدوم پر پھر استغراقی کیفیت طاری ہوگئی مگر اسی حالت میں حضرت خواجہ کے سر پر عمامہ تمام کمال بندھ گیا۔ آپ کو استغراق سے افاقہ ہوا تو ہاتھ سے شاخِ درخت جو پکڑے ہوئے تھے چھوٹ گئی۔ تو دیکھا گیا کہ اس میں ایک ٹکڑا کاغذ کا موجود ہے۔ اور وہ مثال یعنی (سند) خلافت تھی۔ حضرت مخدوم صاحب نے وہ سند مبارک خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائی۔ خواجہ صاحب نے سند موصوف کو ہاتھوں میں لیکر بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگا کر سر پہ رکھا۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی نے بموجب ایمائے حضرت مخدوم صاحب رحمۃ

اللہ علیہ کے سند خلافت پر اپنی شہادت کے دستخط ثبت فرمائے اور تمام حاضرین نے مبارک باد دی۔ متبرکات متذکرہ صدر پر فاتحہ خوانی کی گئی اور حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔

اس کے بعد حضرت سلطان الاولیاء نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام واقعات سے فراغت پاکر دہلی کو واپس جانے کا عزم فرمایا۔ رخصت کرتے وقت حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ بھائی نظام الدین آپ کو تو حضرت بابا صاحب رح محبوب الٰہی بنا چکے ہیں اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ واقعی محبوب الٰہی ہیں۔ بہتر ہے اب آپ تشریف لے جائیے۔ اسی وقت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے ساتھیوں اور خلفاء کے دہلی کی جانب روانہ ہوئے۔

تعلیم احکام حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ شمس الدین علیہ الرّحمۃ کو

حضرت محبوب الٰہی کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو استغراق ہو گیا۔ اور بعد فراغ کے حضرت خواجہ صاحب کو طلب فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب نے وہ لفافہ جو حضرت بابا صاحب نے رحلت فرمانے سے قبل حضرت مخدوم صاحب کے نام تحریر فرماکر خواجہ صاحب کے حوالہ کیا تھا۔ خواجہ صاحب مذکور نے

حاضر ہو کر خدمت عالی میں پیش کیا جواب ملا کہ اس کو تم بموجب ارشاد عالی حضرت بابا صاحب اپنے پاس محفوظ رکھو اور مکتوبات و تبرکات میرے بزرگوں کے جو علیم اللہ ابدال کے پاس ہیں ان سے لیکر اپنے پاس محفوظ کر لو اور ہر ایک چیز کو احتیاط سے رکھنا۔ اس کے بعد تعلیم باطنی سے متعلق چند امور زبان فیض ترجمان سے حضرت خواجہ صاحب کو ارشاد فرمائے۔ اس کے بعد حکم فرمایا کہ شمس الدین ایک صحیفہ تیار کرو اور اس میں جو کچھ میری زبان سے سُنا کرو درج کر لیا کرو اور اس صحیفہ کا نام "صحیفہ بیان صابری" رکھنا اور جو کچھ حالات تمہارے متعلق ہوں ان کو علیحدہ ضبطِ تحریر میں لانا۔ چنانچہ آپ نے مختلف اوقات میں چند احکام جو ارشاد فرمائے اور ان کی تعمیل فوراً خواجہ صاحب نے کی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حکم ہوا کہ شمس الدین علیم اللہ ابدال کو حکم دو کہ وہ جمال الدین ابدال سے کہہ دیں کہ وہ سو نفر اجنّہ کے ہمراہ احاطہ آتش کے گرد نظر رکھیں کہ کوئی انسان یا جنّ اس احاطہ میں داخل نہ ہو۔ چرند و پرند کے لئے مضائقہ نہیں ہے۔

۲۔ حکم ہوا کہ شمس الدین علیم اللہ ابدال کو کہہ دو کہ امانت شاہ بادشاہ جنّات کو جلد جا کر ہماری جانب سے حکم دو کہ تم اپنی فوج سوار و پیادہ کو اپنے وزیر اعظم کی سرداری میں دہلی کے نواح میں دریائے جمن پر

تعینات کر دے اور وزیر اعظم روزانہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی رضا جوئی کا متلاشی رہے اور حسبِ ایمائے موصوف عمل کرے۔

۳۔ حکم ہوا کہ بابا شمس الدین جمال الدین ابدال کو حکم دو کہ وہ روزانہ دو مٹی کے گھڑے اور ایک بدھنا (لوٹا) نیا لے کے دریائے گنگ سے پانی بھر کر یہاں پہونچا دیا کرے اور تم اسی پانی سے غسل اور وضو کیا کرو اور برتنوں کو روزانہ چھوڑ دیا کرو۔ اور جب تک تمہاری تعلیم ختم نہ ہو جائے اس عمل کو جاری رکھو۔

۴۔ حکم فرمایا کہ شمس الدین قطب شمالی کے علیم اللہ کے ذریعہ سے ہدایت کر دو وہ جس وقت کہ مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت ہو کاغذ و قلم اور روشنائی فوراً مہیا کیا کریں۔

۵۔ حکم دیا کہ شمس بابا جمال الدین ابدال کو اطلاع کر دو۔ شرف جمال اور حسام کمال نامی دو ابدال ملک طوس سے عبدالرشید صاحب سردار اکبر روح جذبیہ کے فرستادہ خرقہ بزنگ ارمنی ایک عدد غیر مقطوعہ بطور کفنی، تہ بند کیکر کی چھال اور گیرو میں رنگا ہوا ایک عدد اور ایک عدد کلاہ غیر مقطوعہ ہر دسویں دن لایا کریں گے۔ کوئی ان کے اندر آنے سے مانع نہ ہو۔

حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ وہ پوشاک حسبِ معمول آیا کرتی تھی اور آپ مستعملہ پوشاک اتار کر مجھے مرحمت فرماتے تھے۔ اور میں ان کو مزار حضرت امام الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قریب محفوظ رکھتا تھا۔

آتشِ کلیر کی افسردگی

حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس دن سے مجھے سندِ خلافت عطا ہوئی ہے اس روز سے آتشِ قہر الٰہی پھر نہیں بھڑکی۔ البتہ آپ اسی حالتِ استغراق میں گولر کی شاخ پکڑے ہوئے اور انگشتِ شہادت علم کیئے ہوئے مٹھی بند قلب کے برابر ایستادہ رہتے تھے۔

حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پابندی نماز

خواجہ شمس الدین ترک نے فرمایا ہے کہ جس وقت نماز کا وقت ہوتا تو میں اذان دیتا۔ اس وقت حضرت مخدوم صاحب حواس میں ہو کر ارشاد فرماتے کہ نماز بھی کیا اچھی چیز ہے کہ حضوری سے دربار میں لے آتی ہے۔ اس کے بعد حضور مجھے امام بنا دیتے اور خود بطور مقتدی نماز ادا فرماتے۔ آپ کا معمول ہو گیا تھا کہ روزانہ جس وقت حواس میں ہوتے مجھے تعلیم باطنی سے مستفیض فرماتے جس میں ذکر و فکر کے طریقے، اسرار و معارف، اصطلاحاتِ صوفیہ کی توضیح، مراتبِ ستہ، حفظ مراتب وغیرہ سب ہی کچھ شامل

تھے۔ ہر تیسرے دِن کچے گولر کچل کر سامنے پیش کرتا، تناول فرماتے ..... آپ عرق چوس لیتے اور فضلہ تھوک دیتے، ہیں اس کو بھی تبرکاً جمع کرتا تھا... آپ اکثر فرماتے کہ بندے اور خدا میں شمس الدین صرف اتنا فرق ہے کہ بندہ کھانے کا محتاج ہے اور خدا اس سے منزہ اور پاک ہے۔ یہ فرماتے ہی خادم و مخدوم دونوں پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

ایک بارات کی آتش کلیر میں قید و بسط

۱۹ ذیقعد ۶۷۱ھ

میں ایک شخص نظیر الدین بن عیاض الدین کی بارات جو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اول حضرت شیخ عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھا۔ نواح کلیر سے گذری اور اتفاق سے راستہ حدودِ آتش کے قریب پہونچ گئی۔ قرنا و نقارہ وغیرہ کی آواز حضرت مخدوم صاحب کے لئے سمع خراشی کا باعث ہوئی۔ آپ نے حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا کہ شمس الدین یہ کیسا شور و غوغا ہے۔ آپ نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کسی شخص کی بارات معلوم ہوتی ہے۔ اسی کے نقارہ وغیرہ کی آواز ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے شغل میں خلل ڈالنے والے کہاں

سے آگئے۔ تم ایک پیالہ گلی کو تصور کر کے اسے اوپر سے ڈھک دو تاکہ بارات محصور ہو جائے اور میری ممانعت کے خلاف کرنے کا خمیازہ مل جائے۔ چنانچہ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی ادھر پیالہ ڈھانک دیا گیا اور ادھر بارات کے راستہ میں چاروں طرف پہاڑ حائل ہو گئے۔ اہلِ بارات مقید ہو کر سخت پریشان ہو گئے۔ کسی طرف راستہ نہ ملتا تھا کھانے پینے کا سامان پیش خیمہ کے ہمراہ آگے جا چکا تھا۔ اس لئے بھوک پیاس نے بھی عاجز کر رکھا تھا۔ چار دن اسی طرح پریشانی میں گزر گئے اور کسی طرح راستہ نہ کھلتا تھا۔ ادھر پیش خیمہ کے لوگ انتظار کرتے کرتے عاجز آگئے۔ دو چار آدمی ڈھونڈنے کیلئے واپس بھی آئے۔ مگر کہیں بھی پتہ نہ چلا۔ مجبور و ناچار ہو کر حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر احوالِ تمامی عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے کلیر شریف کے قریب کوئی بے ادبی کی ہو گی۔ چنانچہ آپ نے ایک خط اپنے بھائی حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں لکھا اور معذرت چاہی۔ محمد افضل ابدال نے حضرت خواجہ شمس الدین شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے خریطہ کو چاک کر کے نامہ مبارک نکال کر ادب کے ساتھ پڑھا۔ تحریر تھا: اَلْاِنْسَانُ مُرَكَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْيَانِ ط ان لوگوں سے قصور ہوا

ہے، معاف فرمائیے اور ان کو رہائی بخشیے۔ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیالہ مذکور کھول دیا اور بارات کیلئے راستہ کھل گیا۔ پھر محمد افضل ابدال کے ذریعہ سے آپ نے منادی کرا دی، اب یہاں سے دہلی تک کسی قسم کا باجا وغیرہ نہ بجایا جائے۔ ورنہ پھر آفت میں مبتلا ہو جاؤ گے اور پھر رستگاری نہ ملے گی۔ اور خواجہ صاحب موصوف نے ایک عریضہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جواباً تحریر کیا کہ کلیر کی تباہی کا واقعہ ایسا نہیں ہے کہ قیامت تک بھلایا جا سکے اور حضرت بادشاہ دوجہاں سلطان الاولیاء مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو ان دِنوں جذبِ کمال ہر وقت لاحق رہتا ہے۔ دن بھر میں صِرف ایک پہر آپ پر افاقہ کی حالت طاری رہتی ہے۔ اور بقیہ سات پہر جذب میں مستغرق رہا کرتے ہیں البتہ ایک پہر صرف میری تعلیمات کے لیئے وقف ہے۔ ورنہ آپ شاید آٹھوں پہر اسی حالت میں رہا کرتے۔ اس قسم کے واقعات پیش ہو جانے سے مجھے ہر وقت یہ اندیشہ رہا کرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور والا کی زبان حقیقت اثر سے کسی وقت جلال میں کوئی لفظ نہ نکل جائے اور قیامت تک آتشِ غضب فرو نہ ہو۔ بقیہ خدا کے فضل سے سب خیریت ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ شمس الارض کا حبسِ کبیر ۱۹ محرم

۶۸۴ھ کو چہار شنبہ کے دن اشراق کے وقت حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گولر کی شاخ چھوڑ دی اور اپنی جائے اقامت پر تشریف لے جا کر حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو طلب کیا۔ آپ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس قطعۂ زمین پر کہ جس کو آتشِ قہر سے محفوظ کر رکھا تھا نگاہ ڈالی۔ جس سے ایک نور سرخ جاری ہوا اور آسمان تک بلند ہو گیا اور خواجہ صاحب سے ارشاد فرمایا کہ تم عالم ناسوت کی طرح ایک قبر تیار کر کے اس میں چھ سال کے لیئے حبس کرو۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور قبر تیار کرنے کا کوئی آلہ تو موجود نہیں ہے۔ آپ نے انگشتِ مبارک سے ایک خط کا اشارہ فرمایا۔ درخت گولر اور جائے اقامتِ حضور کے سامنے جس انگشت مبارک کا سایہ پڑا زمین شق ہو گئی اور ایک بہت گہرا غار نظر آیا۔ حکم دیا کہ شمس الدین اس میں داخل ہو جاؤ۔ بموجب حکم حضرت خواجہ شمس الدین شمس الارض اس غار میں داخل ہو گئے۔ وہاں علیم اللہ ابدال مع ایک عدد نان نخود اور ایک عدد آفتابہ بلبیب بآب سرد کے موجود پایا۔ علیم اللہ ابدال نے آپ سے عرض کیا کہ جب خواہشِ آب و طعام ہو اسی میں سے قدرے قدرے تناول و نوش فرما کر دفع تشنگی و گرسنگی فرمائیے گا۔ یہ کہہ کر غار کو پتھروں سے ڈھک دیا اور حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض معروف

پکار و خویش ہوئے ۔ وہاں کی تعلیمات و عبادات و مکاشفات کے مفصل حالات خود حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمائے ہیں ۔

حبسِ کبیر سے برآمدگی

چھ سال بعد ۹ صفر ۶۸۹ھ کو مخدوم صابر صاحبؒ نے علیم اللہ ابدال کو بلا کر حکم دیا کہ جا کر ہمارے شمس الارض شمس الدین کو حبسِ کبیر سے نکال لاؤ ۔ بموجب ارشادِ عالی علیم اللہ ابدال اس غار میں گئے اور قبر مذکور پر جا کر حضرت خواجہ صاحب کا نام لے کر سات مرتبہ آواز دی تو خواجہ صاحب یہ سمجھے کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی صدا شاید آرہی ہے ۔ آپ نے قَالُوْا بَلٰی کا نعرہ لگایا ۔ دوسری مرتبہ پھر علیم اللہ ابدال نے سات مرتبہ آواز دی تو آپ یہ سمجھے کہ فَاسْجُدُوْا کا حکم ہو رہا ہے ۔ اور آپ فوراً سجدہ میں گر گئے ۔ تیسری مرتبہ پھر علیم اللہ ابدال نے سات مرتبہ آپ کو آواز دی تو آپ سمجھے کہ اب کُنْ کا حکم پروردگارِ عالم نے دیا ہے ۔ چوتھی مرتبہ پھر سات مرتبہ پکارے گئے تو آپ یہ سمجھے کہ اب عالمِ وجوب ہے ۔ پانچویں مرتبہ جب علیم اللہ ابدال نے پھر سات مرتبہ آپ کو آواز دی تو آپ یہ سمجھے کہ اب عالمِ ارواح سے برزخِ صغریٰ میں آگیا ہوں ۔ چھٹی مرتبہ پھر علیم اللہ ابدال نے اسی طرح سات مرتبہ پکارا تو آپ

کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب میں عالمِ وجود میں آیا ہوں۔ ساتویں مرتبہ علیم اللہ نے مثلِ قبل کے آواز دیں۔ تب آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کوئی کسی کو پکارتا ہے۔ اسی طرح آٹھویں مرتبہ آواز دی گئی تو آپ یہ سمجھے کہ شمس الدین نامی کوئی شخص یہاں کہیں موجود ہے۔ جس کو کوئی شخص آواز دیتا ہے۔ جب نویں مرتبہ پھر آواز دی گئی تو آپ نے آنکھیں کھول کر جواب دیا کہ کون ہے، اور کس شمس الدین کو پکارتا ہے۔ یہ سن کر علیم اللہ ابدال بہت سخت متحیر ہوئے۔ اور حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں واپس آکر عرض کیا کہ حضور وہاں تو میں نے بہت آوازیں دیں۔ کوئی نہیں بولتا۔ اخیر میں یہ جواب ملا کہ کون ہے اور کس شمس الدین کو پکارتا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ پھر جاکر آواز دو۔ اور کہو میں صابر کے شمس الارض کو حضرت مخدوم صاحب کے حکم سے پکارتا ہوں۔ جب علیم اللہ ابدال نے جاکر آواز دی اور بموجب حکم کے عرض کیا۔ تب حضرت خواجہ صاحب ترک رحمۃ اللہ علیہ سمجھے کہ مجھے آواز دے رہے ہیں، اور جواب دیا۔ تب علیم اللہ ابدال نے تختہ سنگی قبر پر سے علیحدہ کیا، اور آپ باہر تشریف لائے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں صرف نیم نان تناول فرمائی تھی اور نصف پانی آفتابہ میں موجود تھا۔ دونوں چیزیں آپ نے علیم اللہ ابدال کو عنایت فرمائی۔ اور آپ حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو دیکھا کہ حضور والا اپنے جاتے قیام پر حسب طرح اس روز نشست پسند فرمائی اور جہاں اب مزار مقدس ہے روبقلب دوزانو ایک ہاتھ شاخ گولر کے پکڑنے کے لئے بلند کئے ہوئے اور دوسرا ہاتھ کی مٹھی بند انگشت شہادت علم قلب کے برابر تھا۔ تشریف فرما ہیں ۔آپ نے حاضر ہوکر قدم بوسی کی اور آداب بجا لاکر آپ کے قریب کھڑے ہوگئے۔

باب ۱۳

حضرت مخدوم صاحب قدس اللہ سرّہٗ کی
حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمتہ اللہ علیہ کو وصیّت

حضرت خواجہ شمس الدین کوایستادہ دیکھ کر حکم ہوا کہ بابا شمس بیٹھ جاؤ اور دل مضبوط کر کے آج کچھ باتیں سُن لو اور ان پر عمل کرو۔ ان کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض رحمتہ اللہ علیہ متحیر و مبہوت بمو جب حکم گوش بر آواز ہو کر بیٹھ گئے۔ فرمایا علاؤالدین خلجی عرصہ سے قلعہ آمیر پر لڑ رہا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ جب تک تم جا کر اس کے لئے دعا نہ کرو گے، فتح نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لیے تمہارا وہاں جانا ضروری ہے۔ اور ادھر معشوق حقیقی میں میری بھی طلبی ہے۔ بس تمہارے جانے کے بعد اس عالم ظاہر سے میرا بھی کُوچ ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا، حضور مجھے کیوں کر معلوم ہوگا؟ فرمایا کہ جس دن قلعہ فتح ہوگا اسی دن میری بھی رحلت ہوگی۔ عرض کیا کہ قلعہ فتح ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ فرمایا کہ ایک ولی تیرے لشکر میں موجودگی کی اطلاع اور نشاندہی بادشاہ کو کرے گا اور بادشاہ تیرے پاس اس نشان سے پہونچے گا۔ صبح کو تیری مدد سے قلعہ فتح ہوگا۔ علیم اللہ

ابدال میرے بعد تیری خدمت میں رہے گا اور تیرے بعد تجھ سے ایک قلندر ہو گا اور ان سے ایک مجدد ہو گا۔ اس کے عہد میں علیم اللہ کا بھی انتقال ہو گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ تم آکر مجھے غسل دینا۔ میرے جسم کے قریب بائیں جانب ایک چشمہ تم کو ملے گا۔ اسی سے پانی حاصل کر کے مجھے غسل دینا۔ لیکن زنہار میرے جسم کو ہاتھ نہ لگانا بلکہ جس پہلو کا تمہارے دل میں خیال پیدا ہو گا۔ اسی پہلو پر میرا جسم ہو جائے گا تو پانی اوپر سے ڈال دینا۔ میرے لیئے کفن جس پارچہ کا بھی تم کو مہیا ہو سکے لانا لیکن اتنا خیال رکھنا کہ اسے گل ارمنی کے رنگ میں جیسا کہ میں زندگی میں پہنتا رہا ہوں رنگ لینا اور میرے مرشد بابا صاحب کا عمامہ میرے سر پر باندھنا اور خرقہ جو مجھ کو خلافت کے وقت مرشد سے عطا ہُوا تھا۔ میرے سر کے قریب رکھنا رجال الغیب پہنا دیں گے۔ خوشبو مہیا کرنے کی تکلیف مت کرنا کیونکہ ملائکہ آسمان پر فردوس سے اہتمام کریں گے اور کافور بہشتی سے دونوں عالم کو معطر کر دیں گے۔ میرا خرقہ جو اس وقت میں جسم پر پہنے ہوں گا اس کے اتارنے کے لئے بھی جسم پر ہاتھ نہ لگانا اور نہ کفن پہنانے کے لئے جسم میں ہاتھ لگانا۔ بلکہ جیسا جیسا ارادہ اور خیال تیرے دل میں پیدا ہوتا جائے گا۔ مردانِ غیب سب عمل کرتے جائیں گے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ جس وقت میرا

خرقہ بدن سے اترے اس کو چار تہہ کر کے میری مہرِ ولایت کے نیچے رکھ دینا اور پھر کفن پہنانے کا ارادہ کرنا۔ اور ایک بات یہ بھی ضروری یاد رکھنے کی ہے کہ غسل کرنے کے وقت سے تکفین ہو جانے تک اپنی آنکھیں ہرگز نہ کھولنا۔ نمازِ جنازہ کی امامت کے لیئے بھی وقت پر انتظام ہو جائے گا اور تم کو بھی علم ہو جائے گا۔ تردد مت کرنا۔ قبر میری رجال الغیب کھودیں گے۔ مدفن میرے جسم کے برابر ہو گا اور مجھ کو قبر میں اس عہد کا مجدّد اتارے گا۔ اور وہی قبر کی تعمیر بھی کرے گا۔ تختے قبر کے جمال الدین ابدال جنّات کے ذریعہ سے منگوائے گا۔ میرے جسم کے نیچے کی مٹی نصف ورعہ کے قریب کھود کر اور مہر ولایت کے کے نیچے کی مٹی اور میرا خرقہ مجدّد مذکور اپنے پاس رکھے گا اور بطور تبرک سلسلہ بسلسلہ منتقل ہوتا رہے گا۔ میں تم کو آج سے ہفت اقلیم کا شاہِ ولایت مقرر کیئے دیتا ہوں۔ کوئی شخص جب تک تم نہ بناؤ گے ولی نہیں بن سکتا ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض شاہ ولایت اب تاب نہ لا سکے اور دھاڑ کر رو پڑے۔ اور عرض کیا کہ حضور یہ کیا قیامت ہے کہ میں زندہ موجود ہوں گا اور حضور کو دفن نہ کر سکوں گا۔ مجھے صبر نہ آئے گا یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔ حضور بادشاہِ دوجہاں مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دستِ

شفقت حضرت خواجہ صاحب کے سر پر پھیر کر فرمایا کہ وہ مجدّد نو سو ساٹھ ۹۶۰ ہجری میں اولاد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں سے خاندان علویہ حنفیہ کے سلسلہ سے طریقہ صابریہ میں ہوگا۔ اگر بابا تو چاہے تو میں تجھ کو اس وقت تک زندہ رکھوں اور تجھی کو اس زمانے کا مجدّد بنادوں۔ لیکن خیال رکھ کر شاہِ ولایت بہترین مرتبہ ہے اور مجدّد ہونا مقابلتاً بہت کم وقعت رکھتا ہے۔ خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا، نہیں جیسی مرضی مخدوم کی ہو خادم کو کوئی عذر نہیں۔ بہر حال صبر کروں گا۔ پھر خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور اتنے عرصے تک جسم اقدس حضور عالی کا بلا قبر کے کیونکر رہے گا۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ تو اس باب میں اندیشہ مت کر۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انتظام کر دیاہے۔ جا تو بھی دیکھ لے مقبرۂ مولانا امام الدین میں دو سرخ سنگ رکھے ہوئے ہیں۔ علیم اللہ ابدال انہیں لاکر ایک داہنی جانب دوسرا بائیں طرف رکھ کر اوپر سے ملادے گا اور وہ اس عرصہ کے لیئے مثلِ قبر کے ہو جائیں گے۔ مگر سوائے علیم اللہ ابدال کے زنہار اور کوئی شخص ان پتھروں کو ہاتھ نہ لگائے حتی کہ تو خود بھی نہ چھونا۔ مجدّدِ مذکور دوبارہ میری نماز جنازہ پڑھائے گا اور دوبارہ تدفین کرے گا۔ اس طرح سے میں پیر کی سنت کی برکت بھی حاصل کروں گا۔ اِس

مجدد کی اولاد کلیتہً میرے باطن و ظاہر کی وارث ہوگی۔ میری پہلی تدفین کے بعد سے دوسری تدفین تک میرے جسم کے پاس کوئی شخص نہ آئے گا اور شمس الدین مجدد کا مرتبہ یہ ہوگا کہ وہ حضور سرور کائنات سے لیکر اپنے وقت تک کے کل بزرگان ظاہر و باطن کے حال سے واقف ہوگا اور کل حالات بوقت استفسار سب کو ظاہر کر سکے گا۔ تمام تبرکات کا حامل ہوگا۔ ماضی و حال و مستقبل کے حالات کا علم رکھے گا اور جو کوئی اس کو پائے گا وہ اس راہ میں بہرہ ور ہوگا اور جو شخص اس سے انکار کرے گا وہ قطعی بے بہرہ ور ہوگا۔ اس کے بعد چند باتیں حضرت خواجہ صاحب کو تلقین فرمائیں اور اس کے بعد درخت گولر کے قریب تشریف لے گئے اور حسبِ عادت شاخ گولر کی تھام دوسری مٹھی بند کر کے انگشت شہادت علم کیئے ہوئے قلب کے برابر لے جاکر استغراقی حالت میں رہنے لگے۔

علیم اللہ ابدال کا بیان ہے کہ اس چھ سال کے عرصے میں کہ جب خواجہ صاحب حبس کبیر میں مبتلا تھے کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔

باب ۱۴

حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی آسیر کو روانگی

حضرت خواجہ شمس نے علیم اللہ ابدال قلعہ آسیر کا راستہ و نقشہ دریافت کر کے تیرھویں صفر ۶۸۹ھ کو بیس سال حضرت مخدوم صاحب کی خدمت گزاری کر کے اور ۶ سال کے حبسِ کبیر کی برکات حاصل کر کے یعنی چھبیس سال فیض صحبت کے بعد احکامِ قضا و قدر سے مجبور ہو کر حضوری سے علیحدہ ہوئے اور یہ بھی خیال کر کے کہ اب اس عالم میں ایسا پیکر جمال اور تصویر خیر و برکات نہ ملے گی۔ ایک دردِ دل میں لیے ہوئے .... با چشم پُر آب، حضرت مخدوم صاحب کو حالتِ استغراق میں چھوڑ کر اور تمام تبرکات و ملبوسات، اشیاء اور مکتوبات بزرگانِ دین جو حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے پاک پٹن شریف سے روانگی کے وقت عطا فرمائے تھے۔ نیز علیم اللہ ابدال نے بعد عطائے سندِ خلافت جو کچھ دیئے تھے ان سب کو اپنے ہمراہ لے کر کلیر سے روانہ ہوئے اور علیم اللہ ابدال کو تاکید خدمت گزاری کرتے گئے۔ حدودِ آتش کے باہر آئے تو جمال الدین ابدال سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنے لئے عالم باطن میں حضرت

مخدوم کی خدمت کے مدنظر سفارش چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو خبر دیتا ہوں کہ بعد علیم اللہ ابدال کے تو ہی خدمت گزاری کا فخر حاصل کرے گا۔ اس کے بعد جمال الدین کی خواہش کے مطابق ان کو مع تمامی اجنہّ کے جو ہمراہ تھے شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا۔ دوسرے دن وہاں سے روانہ ہو کر قلعہ آسیر کی راہ لی اور اسم اعظم چشتیہ کی تلاوت کی برکت سے چھٹے دن لشکر میں داخل ہوئے۔ جبکہ سلطان جلال الدین خلجی والئ ہند کے بھتیجے سلطان علاؤالدین خلجی نے جو اس عہد میں صوبہ کڑا کا حاکم تھا۔ چچا کے حکم سے قلعہ آسیر پر فوج کشی کی تھی۔

سوت کی دستیابی

علاؤالدین ایک سال تک متواتر حملے کرتا رہا لیکن ناکامیاب رہتا تھا۔ برسات کا موسم تھا۔ میدان میں فوج پڑی ہوئی تھی۔ خیموں کی رسیاں بوسیدہ تھیں علاؤالدین نے حکم دیا کہ قرب وجوار سے سوت حاصل کر کے نئی رسیاں بٹوائی جائیں۔ چنانچہ ایک افسر مع تھوڑی سی فوج کے اس کام پر تعینات کیا گیا۔ وہ قریب کے دیہات میں پہونچا۔ سوت حاصل کرنے کی کوشش کی مگر خلافِ توقع موسم ناخوشگوار ہونے سے سوت کا فراہم ہونا بہت مشکل ہو گیا۔ سردار بہت پریشان تھا کہ اب کیا کرے، اور کس طرح شاہی احکام بجا لائے۔ اتفاق سے اس کی

ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی ۔ اس نے کہا کہ تم پریشان نہ ہو مجھ کو غیب سے حکم مِلا ہے کہ سوت کا انتظام کروں ۔ پس تم بیٹھ جاؤ ۔ یہ کہہ کر سوت کی نلی لے کر پیالہ میں رکھی اور ایک کپڑے میں سوراخ کر کے اور اس سوراخ سے سوت کا ایک سِرا نکال کر کپڑے کو اس پیالے پر باندھ کر سردار مذکور کو دے دیا اور فرمایا کہ اس سوت کو کھینچتے جاؤ اور ضرورت کے مطابق تمہیں سوت فراہم ہو گا ۔ انشاء اللہ ہرگز کمی نہ ہوگی چنانچہ سردار مذکور نے ایسا ہی کیا اور ضرورت سے زیادہ سوت اکٹھا ہو گیا ۔ یہ ماجرائے عجیب و غریب اس سردار نے جا کر بادشاہ سے عرض کیا تو بادشاہ خود بہ نفس نفیس بھاگا ہوا ان بزرگ کی خدمت میں آکر حاضِر ہوا ۔ اور عرض کیا کہ حضورِ عالی ایک سال سے برابر فوج کشی کر رہا ہوں اور کوئی فتح کی صورت نظر نہیں آتی ہے ۔ اگر خدانخواستہ شکست کا منہ دیکھنا پڑا تو پھر اسلام کی شان میں فرق آئے گا ۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ ہر کام کے لیئے وقت مقرر ہوتا ہے اور اس کا انتظام قدرت کی جانب سے ہوتا ہے ۔ تو صبر کر ، اب قریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تیری فتح ہو ۔ مگر یہ کام میرے کرنے سے نہ ہو گا ۔ اس کے لیئے خود تیری فوج میں حسبِ احکامِ الٰہی ایک شخص تعینات کر دیا گیا ہے ۔ بس اسی کی دُعا سے تجھ کو فتح ہو گی ، جا اور اس کو تلاش کر ۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ فوج

تو ہزاروں کی تعداد پر مشتمل ہے۔ کسی ایک غیر معلوم شخص کو تلاش کرنا مشکل ہے۔ کچھ نشان مرحمت ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ جا ایک دن شب میں بادِ تند و تیز چلے گی۔ پانی خوب برسے گا۔ لشکر کے تمام چراغ گل ہو جائیں گے۔ مگر سارے لشکر میں ایک شخص ہوگا کہ وہ شمس الارض ہے۔ اس کا چراغ گل نہ ہوگا۔ بس اسی کا دامن پکڑ لو۔ فتح اس کی دعا پر مبنی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ لشکر میں واپس آیا۔ اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔

ادھر خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم صاحب کی جدائی کے اَلم میں مبتلا پریشان کسی کام میں جی نہیں لگتا تھا۔ ایک شام کو بیٹھے بیٹھے بہت طبیعت پریشان تھی۔ کچھ ہَوا بھی معمول کے خلاف تیز چلنی شروع ہوئی اور کچھ ابر بھی محیط ہو گیا اور بوندیں پڑنی شروع ہوئیں۔ آپ کی طبیعت میں کچھ الجھن اور زیادہ ہوئی تو آپ چراغ کے قریب بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگے اور لبوں نے زیادہ زور پکڑا اور جھونکے ہوا کے بہت تیز چلنے لگے۔ سارے لشکر میں ایک بے چینی کا عالم پھیل گیا۔ ہوا نے لشکر کے سارے چراغوں اور روشنی کے سامان کو ٹھنڈا کر دیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ مگر آپ کا چراغ بدستور جل رہا تھا اور اسی طرح مشغولِ تلاوت تھے کہ آپ کو کچھ خبر بھی نہ رہی اور ادھر علاؤالدین خلجی کو اسی وقت کا بے چینی سے انتظار تھا۔ لشکر بھر میں

اندھیرا دیکھ کر گوہر مقصود کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ جس وقت آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو علاؤالدین کی طرف متوجہ ہوئے اور آداب بجالا کر قدموں پر گر پڑا اور عرض کیا حضور اب امداد فرمائیں۔ میں بہت عاجز و پریشان ہوگیا ہوں۔ آپ نے کلماتِ تسلّی و تشفی ارشاد فرمائے اور کہا کہ صبح کو آپ نے بعد فراغِ نماز دعائے سلطانِ اوراد کی تلاوت فرمائی اور خیمہ سے باہر تشریف لاکر علاؤالدین کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ بموجب ارشادِ عالی ایسا ہی کیا گیا اور خدا کی مہربانی سے پہلے ہی حملہ میں لشکر قلعہ کے اندر داخل ہوگیا اور ۱۲، ربیع الاول ۶۸۹ ہجری پنجشنبہ کے دن قلعہ میں پرچم اسلام لہرانے لگا۔ بعد فتح و فیروزی کے سلطان علاؤالدین نے فتح کی تہنیت عرض کرنے کے لیئے حضور کو تلاش کیا مگر آپ اس کے آنے سے قبل ہی وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کلیر کو واپسی

ادھر لشکر فتح کے جوش و خروش میں قلعہ میں داخل ہو رہا تھا۔ ادھر حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ شمس الارض کو وصیت حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی کہ کل بموجب ارشاد عالی بروز فتح قلعہ یعنی ۱۳، ربیع الاول ۶۹۰ھ کو حضور بادشاہ جہاں حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر ختم اللہ الارواح سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی ہوگی۔ آپ بے تاب ہو گئے اور اپنا کلام مجید شیخ محمد اسلم صاحب

بخشی فوج کے ہاتھ مبلغ گیارہ روپے شکرانہ کے عوض میں ہدیہ فرمایا اور اس میں سے مبلغ آٹھ روپیہ کا اونی سبز رنگ کا کپڑا کفن کے لیئے اور ایک روپیہ کا کپڑا تہ بند کے لیئے خرید فرمایا، اور بقیہ دو روپیہ میں سامان برائے فاتح مثل میدہ شکر و روغن زرد وغیرہ خرید کر اور سب توشہ کمر سے باندھ کر بغیر کسی کو اطلاع کیلئے کلیر کی جانب روانہ ہو گئے اسم اعظم چشتیہ برابر تلاوت کرتے جاتے تھے اور بہت زود رفتاری سے گامزن تھے۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد کیا ملاحظہ فرماتے ہیں کہ علیم اللہ ابدال پریشان حال سامنے سے چلے آرہے ہیں۔ آپ نے خیریت مزاج حضرت مخدوم صاحب دریافت فرمائی۔ علیم اللہ ابدال نے آداب بجالانے کے بعد عرض کیا کہ آج ایک ہفتہ ہوا کہ مجھے حکم فرمایا تھا کہ تم خواجہ شمس الدین شمس الارض کی خدمت میں جاؤ اور اب انہیں کے پاس رہنا۔ میں تم کو ان کی خدمت کے لیئے مقرر کرتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ علیم اللہ! میرے کلیر سے جانے کے بعد کوئی خاص بات تو ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ علیم اللہ نے نفی میں جواب دیا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ خواجہ صاحب کو اتفاق سے ٹھوکر لگی اور گر پڑے گرتے ہی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ پھر آنکھ جو کھلی تو اپنے کو نواحِ کلیر میں پڑا ہوا پایا۔ مگر علیم اللہ ابدال کا پتہ نہیں تھا۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ جمال الدین ابدال تھوڑی دیر کے بعد مع اپنے جنات کے حاضر ہو کر آداب بجالائے۔ آپ نے

درخت گولر کے قریب جا کر اسی سامان سے فاتحہ کے لیے کھانا تیار کیا۔ اور اس کے بعد قریب جسدِ اقدس کے تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ برق جلال بصورت شمشیر جسمِ اطہر پر گردش کر رہی ہے۔ جب آپ قریب پہنچے تو وہ شمشیر آپ کے ہاتھ پر حملہ آور ہوئی۔ آپ نے اپنی آستین فوراً بڑھا کر لٹکا دی اور وہ لٹکی ہوئی آستین کٹ کر غائب ہو گئی۔ جب سے کہا جاتا ہے کہ حضرت شمس الدین شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مبارک میں نشانی چلی آتی ہے کہ ایک ہاتھ کی آستین چھوٹی ہو جاتی ہے۔ الغرض جب وہ شمشیر جلال اپنا کردار ادا کر کے رخصت ہوئی تو خواجہ صاحب نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شیر بیٹھا ہوا حفاظت نقش مقدس کی کر رہا ہے۔ مگر آپ کو دیکھتے ہی فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور جنگل کی راہ لی۔ اس کے بعد آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور بموجب وصیت متذکرہ صدر قریب کے چشمہ سے پانی لیا اور غسل دیا۔ اس کے بعد بموجب ارشادِ عالی تہ بند و کفنی پہنائی اور دستارِ مبارک سر سے باندھی اور اس سلسلہ میں اپنا ہاتھ جسم مبارک سے نہیں لگایا۔ جب جنازہ مکمل ہو گیا تو اب آپ بہت متفکر ہوئے کہ ایسی مقتدر ہستی کی نماز اور میں تنہا پڑھنے والا۔ اس بات سے آپ کو بہت قلق ہوا۔ صبر کر کے آپ مصلے پر کھڑا ہونا ہی چاہتے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی کہ ذرا ٹھہرو جلدی مت کرو۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ میں آ پہنچا۔ خواجہ صاحب نے مڑ کر دیکھا کہ

ایک سوار بہت تیز رفتار مغرب سے صابری لباس زیب تن کیئے ہوئے چہرہ پر نقاب ڈالے آپہنچا۔ اور گھوڑے سے اتر کر مصلّے پر کھڑا ہو گیا۔ اور نماز پڑھنی شروع کر دی۔ حضرت خواجہ صاحب بھی شریک ہو گئے اور بعد ختم نماز کے سلام کے لیئے شمال اور جنوب کی جانب منہ پھیرا تو ملاحظہ فرمایا کہ ہزاروں اولیائے کرام اور بزرگانِ دین نماز میں شامل ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر توشہ متذکرہ صدر پر سب نے فاتحہ پڑھی اور سب نے ایک ایک انگلی سے تبرک نوش فرمایا۔ اس کے بعد علیم اللہ ابدال مع چند جنات کے مولانا امام الدین مرحوم شہید کے مقبرے میں جاکر دونوں سنگِ یاقوت سرخ اٹھا لائے اور بموجب فرمان جسد شریف کے دائیں بائیں جانب رکھ کر مِلا دیئے اور سرہانے کی جانب بالکل بند کر کے پائنتی کی جانب کچھ کھلا رکھا اور باقی تین طرف سے مٹی لگاکر قبر کو بند کر دیا۔

امام نماز جنازہ اور فنا و بقا کی حقیقت حضرت خواجہ شمس الدین شمس الارض ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اثنائے خدمت گزاری میں حضور علاؤ الدین علی احمد صابر بادشاہِ دوجہاں رحمۃ اللہ علیہ سے فنا و بقا کے مسئلہ پر تقریر چاہی تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ زبانی سمجھ میں نہ آئے گا۔ انشاء اللہ کسی وقت جب تم بچشم خود دیکھ لوگے تو تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ مگر یہ ایک واقعہ تھا کہ جس کو مدتیں گزریں جو حضرت خواجہ صاحب کے ذہن سے خارج ہو چکا تھا۔ مگر آج جس وقت

سب لوگ قبر شریف کی چشمہ بندی میں مصروف تھے تو حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ امام صاحب سے ملاقات کر کے انکے حالات نام ونشان دریافت کر لینا چاہیئے۔ ورنہ یہ بات پردہ راز میں رہ جائے گی کہ نماز جنازہ کس نے پڑھائی۔ چنانچہ آپ سوار امام کی جانب متوجہ ہوئے تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر سوار ہو چکے تھے۔ اور خواجہ صاحب کو آتا ہوا دیکھ کر گھوڑا مغرب کی جانب بڑھا دیا۔ حضرت خواجہ صاحب گھوڑے کے پیچھے بھاگے اور کچھ دور جا کر گھوڑے کی باگ پکڑلی اور عرض کیا کہ حضرت اپنا نام و نشان تو بتلا دیجئے تاکہ یہ بات پردۂ راز میں نہ رہے۔ یہ سن کر سوار نے اپنے چہرہ سے نقاب اُٹھا دیا اور فرمایا کہ فقیر کے جنازے کی نماز فقیر ہی نے پڑھائی ہے۔ چہرۂ پُرنور دیکھتے ہی حیرت میں آ گئے تو حضور نے قبر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ شمس الدین حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ فنا ہے یہ بقا ہے۔ الحمد للہ کہ بموجب وعدہ کے آج یہ مسئلہ بھی تم کو بچشم خود دکھلا کر سمجھا دیا اور ایک بار مجھ پر ایفائے عہد کا جو باقی تھا اس سے بھی آج سبکدوش ہو گیا۔ یہ سنتے ہی حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور سوار صاحب جدھر سے تشریف لائے تھے ادھر کو روانہ ہو گئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ **ترک شہر فرخار میں** جس وقت آپکو

ہوش آیا تو علیم اللہ ابدال کو اپنے بائیں طرف بیٹھے ہوئے خدمت گزاری میں مصروف پایا، اور دریافت فرمایا کہ علیم اللہ یہ کون سا مقام ہے اور آج کونسی تاریخ ہے۔ علیم اللہ نے جواب میں فرمایا کہ حضور یہ شہر فرخار متعلقہ بلاد ترکستان ہے۔ اور آج ۵ ار ربیع الاوّل ۶۹۰ھ ہے۔ اس کے بعد آپ نے علیم اللہ سے ارشاد فرمایا کہ یہاں کے قطب کو طلب کرو۔ بموجب ارشاد عالی قطب وقت (حاکم باطن) سید معصوم علی رحمۃ اللہ علیہ حاضرِ خدمت ہوکر آداب بجالائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں میرے گرنے سے میرے جسم کا نشان زمین پر بن گیا ہے۔ تم اس جگہ ایک مقبرہ تیار کرا دو۔ چنانچہ بموجب حکم اسی وقت سید معصوم علی رحمۃ اللہ علیہ نے مقبرہ کی تیاری کا انتظام کردیا وہ جگہ جہاں پر حضرت خواجہ شمس الدین شمس الارض ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ گر پڑے تھے شہر فرخار سے تقریباً ۱۰۷ قدم مشرق کی جانب واقع ہے اور روضہ منوّرہ ۵ قدم طول و ۷ قدم عرض میں سنگ سبز سے تعمیر ہے۔ روضہ مقدس کے اندر نشان گرنے کا اب تک موجود ہے۔ آپ بائیں کروٹ سے زمین پر گرے تھے۔ ہاتھوں اور پائے مبارک کے نشانات بھی بجنسہٖ موجود ہیں۔ سر مو فرق نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ابھی گرنے سے نشانات ہوگئے ہیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں

۱۷ ار ربیع الاول ۶۹۰ھ بروز

یکشنبہ صبح کے وقت حضرت خواجہ صاحب علیم اللہ ابدال کے ہمراہ شہر فرخار سے روانہ ہو کر حسب ذیل مقامات کی سیر کرتے ہوئے یعنی ایک سال کوہ ترکستان پر، تین ماہ اندر حدود ملک خطا میں، تیرہ یوم اکناف کاشان میں، نو ماہ طہران میں اپنے برادر عموزاد حضرت عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر چھ ماہ کوہ وخش کے قریب، سات یوم شہر بدخشاں میں، گیارہ یوم قندھار میں، اکتالیس یوم کابل میں، دو یوم پشاور میں قیام فرمایا اور اس کے بعد لاہور ہوتے ہوئے چوتھی ذیقعد ۶۹۳ھ کو یکشنبہ کے دن عصر کے وقت شہر پانی پت میں داخل ہوئے اور وہیں مستقل قیام فرمایا اور وہاں سے علیم اللہ ابدال کے ذریعہ سے برابر کلیر شریف کے حالات دریافت فرماتے رہتے تھے۔

وفات

۱۹ شعبان ۶۹۷ھ بروز پنجشنبہ بعد نماز فجر محفل سماع منعقد ہوئی۔ اس میں آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور اسی حال میں استغراق ہو گیا۔ افاقہ ہونے پر آپ نے ہر شخص سے گفتگو و کلام کرنا ترک کر دیا۔ سوائے حضرت شیخ جلال الدین احمد قلندر ثالث کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے (جن کا ذکر آئندہ کیا جائے گا) کسی اور کو خدمت میں حاضری کی اجازت نہ تھی۔ تقریباً دو سال اسی حالت میں گزر گئے۔ ۱۰ جمادی الاول ۶۹۹ھ کو چہار شنبہ کے دن عصر کی نماز کے بعد آپ نے اس عالم فانی سے عالم باطن کی جانب مراجعت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن نماز جنازہ میں ہزاروں مردمانِ عالم غیب و عالم شہود شریک تھے۔ قبر پر ہیبت و جلال کے باعث کوئی شخص بدون معیت حضرت شاہ جلال الدین احمد قلندر ثالث کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے نہ جا سکتا تھا۔ اور اہلِ باطن اب بھی ایسا کرتے ہیں۔

باب ۱۵

حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو تفویضِ خلافت

حضرت شیخ جلال الدین محمد بن محمود گازرونی قدس سرہٗ کو نسب نامہ حضرت شیخ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثالث تک پہنچتا ہے۔ صاحب کشف وکرامات تھے۔ مقاماتِ جلیلہ پر فائز اور رفیع المرتبت بزرگ تھے۔ علوم شریعت وطریقت وحقیقت میں بے مثل تھے۔ چالیس سال تک سفر میں رہ کر بیسیوں مشائخ کبار سے کسبِ فیوض کرتے رہے۔ متعدد حج ادا فرمائے۔ جب وطن واپس تشریف لائے تو حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شہر مالوفہ کو بارش انوار سے سیراب کرتے ہوئے پایا، اور آپ خوشاں چین فیوضات حضرت خواجہ صاحب موصوف ہوئے۔ آپکی ہستی پانی پت کے متخیر حضرات میں شمار کی جاتی تھی۔ چنانچہ آپ کے یہاں صدہا لوگ پرورش پاتے تھے۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق "الفقر فخری" آپ کا مطمع نظر تھا۔ آپ نے ہمیشہ فقر وفاقہ میں بسر کی۔ آپ قلندری کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے اور قلندر ثالث تھے۔

بیعت وامامت وارشاد وخلافت

ایک دن حضرت خواجہ شمس الدین

رحمۃ اللہ علیہ ترک شمس الارض کی محفل میں ۱۲، ربیع الاول ۶۹۷ھ

پنجشنبہ کے دِن صبح کے وقت حضرت شیخ جلال الدین محمدؒ

پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حاضِر ہوکر آداب بجالائے۔ آپ نے فرمایا کہ

جلال الدین کا جذبہ عشق کامل ہوگیا۔ آپ پھر دوبارہ آداب بجا لائے

حضرت خواجہ صاحب نے حکم فرمایا کہ اچھا حاضر رہو۔ عصر کی نماز کے

بعد محفل ترتیب دی گئی۔ حسنِ اتفاق سے حضرت سلطان المشائخ نظام

الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بھی مع اپنے خلفاء حضرت

غوث نصیر الدین صاحب چراغ دہلی حضرت شیخ عثمان صاحب، حضرت

شیخ شہاب الدین صاحب وحکیم صدر الدین صاحب شریک بزم تھے۔

حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ

جلال الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سامنے بٹھلا کر شرف بیعت وامامت

وارشادات عالیہ سے مشرف فرمایا۔ اور اپنی کلاہ مبارک خواجہ صاحب

نے حضرت شیخ صاحب کے سر پر رکھ دی۔ اور عمامہ سبز اپنے ہاتھ

سے سرِ اقدس پر باندھ دیا اور خرقہ خلافت عطا فرما کر سندِ خلافت

حاضرینِ محفل کو سُنا کر کبیر الاولیاء، قلندر ثالث کے لقب سے ملقب

فرما کر اعلان فرمایا اور اسی وقت تمامی باطنی کیفیات، تبرکات، مکتوبات

بزرگان، ملبوسات، اسناد اور تمامی اشیاء جو آپ کے پاس محفوظ و

منضبط تھیں۔ سب کی سب حضرت شیخ جلال الدین محمد قلندر ثالث

کبیرالاولیاء کو عطا فرمادیں۔ اور حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہد قرار دے کر ہدایات خاص متعلقہ مزار حضرت مخدوم بادشاہ دوجہاں سید علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمائیں اور تاکید فرمائی کہ جلال الدین میں کسی کو مجذ د نہ بنا سکا، شاید تم سے ہو تو نگاہ رکھنا۔ اور علیم اللہ ابدال کو بلا کر حکم دیا کہ دیکھو بموجب طریقِ بزرگان میں تم کو بھی شیخ جلال الدین محمد کبیرالاولیاء قلندر ثالث کے سپرد کرتا ہوں۔ تم احوالِ عالم سے ان کو مطلع کرتے رہنا اور یہ تمہاری خبر گیری کرتے رہیں گے۔

وفات

حضرت شاہ احمد عبدالحق زندان پیر رحمۃ اللہ علیہ رودلوی (جن کا ذکر آگے آئے گا) کے ردولی شریف تشریف لے جانے کے بعد آپ نے بالکل تخلیہ اختیار کر لیا تھا۔ اور کسی سے بات چیت نہ کرتے تھے۔ ۱۳، ربیع الاول ۷۷۵ھ کو عصر کے وقت آپ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کے چالیس خلفاءِ کرام تھے اور سوائے حضرت شاہ احمد عبدالحق کہ وہ بچشمِ ظاہر حبسِ کبیر ثانی میں مبتلا تھے اور روحی جسم سے حاضر و شریک تجہیز و تکفین تھے، بقیہ سب حضرات خلفاء نیز اولیاء عصر اور مخلوق شریک نماز تھے۔

حضرت شاہ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

صاحبانِ طریقت و اربابِ حقیقت و معرفت میں آپ کی بہت بڑی قدر

و منزلت تھی۔ آپ بہت بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ ریاضتِ شاقہ و مجاہدہ و مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کا نفس منحرف ہوگیا۔ تین روز تک سخت پریشان رہے اور کسی طرح آپ نفس پر قابو نہ پاتے تھے۔

یہ حضرت شاہ جلال الدین صاحب قلندر ثالث کبیر الاولیاء کا عہد مبارک تھا۔ چنانچہ آپ ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کا سن کچھ ایسا زیادہ نہ تھا۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ صرف نو سال کی عمر شریف تھی۔ حضرت شاہ جلال الدین محمد رحمۃ اللہ نے شرف امامت وارشاداتِ عالیہ خاندان اولیسیہ قادریہ وحنفیہ علویہ سے مشرف فرمایا۔ اور ترقی مدارج کے حصول میں لگا دیا۔ آپ نے بڑے بڑے اجتہاد فرمائے۔ ملک تبت میں بموجب احکام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سات سال مولانا ابوالقاسم گرگامی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا تذکرہ شروع کتاب میں ہو چکا ہے) کے پاس رہ کر گیارہ اسماء جعفری حاصل کیئے۔ اس کے بعد پانی پت واپس آئے۔

خلافت

۲۷ رجب ۷۵۵ء کو چاشت کے وقت حضرت شاہ جلال الدین احمد قلندر ثالث کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ احمد عبد الحق کو اپنے سامنے بلا کر بہت سے بزرگانِ عصر و مشائخینِ وقت کے مواجہ میں خاندانِ صابریہ کی بیعت و امامت

وارشاد سے مشرف فرما کر اپنی کلاہ مبارک آپ کے سر پر رکھ کر سبز عمامہ باندھ دیا۔ خرقہ پہنا کر مخدوم شاہ نورالحق احمد عبدالحق کے خطاب کے ساتھ سندِ خلافت عطا فرمائی۔ کچھ دِنوں پیرو مرشدؒ کی خدمت میں بغرض حصولِ تعلیمات وفیوض حاضِر رہے۔ اس کے بعد اکتالیس یوم کے لیئے حبسِ کبیر کا حکم مرشد سے ملا۔ بعد فراغتِ حبسِ کبیر پیرو مرشد کی خدمت میں حاضِر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ عبدالحق جس جگہ تو نے حبس کیا ہے اسی جگہ فقیر محبوس ہوگا یعنی اسی جگہ فقیر کا مزار ہوگا۔

کلیر شریف کو روانگی

بموجب احکام باطن آپ ۱۷ شعبان ۷۵۶ھ کو کلیر شریف تشریف لے گئے۔ حضرت مخدوم بادشاہِ دوجہاں علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے شمشیرِ جلالی آپ کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد دعائے حرزیمانی شریف، حرز مرتضوی اور چند تحائف، اوراد، نیز توشہ کہ جس پر حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فاتحہ دی تھی عطا ہوئے۔ عالمِ ارواح میں بموجبِ احکام حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سندِ مخدومی پر حضرت بادشاہِ دوجہاں مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مہر ثبت فرمائی۔

واپسی پانی پت و روانگی ردولی شریف

ان نعماتِ عالیہ کو حاصل فرماکر آپ پانی پت واپس تشریف لائے اور مرشدِ برحق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ جلال الدین احمد قلندر ثالث کبیرالاولیاء نے آپ کو دیکھتے ہی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس کے بعد تمام تحائف و مکتوبات و ملبوسات و اوراد و منضبطہ و تبرکات و اشیاء جو کچھ آپ کو مرشد سے تفویض ہوئیں تھیں، آپ نے حضرت شاہ احمد عبدالحق کے سپرد کر دیں، اور قصبہ ردولی (اندرون حدود ضلع بارہ بنکی اَوَدھ) میں قیام کرنے کا حکم فرماکر رخصت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ مجھ سے نہ مجدّد ہوسکا شاید تجھ سے ہو تو خیال رکھنا۔ اس کے بعد ردولی شریف تشریف لائے۔ علیم اللہ ابدال ہمراہ تھے روزانہ خبریں معلوم ہوتی رہتی تھیں۔

ردولی میں حبسِ کبیر

بموجب احکامِ باطنی کے ردولی پہنچ کر دوبارہ آپ نے حبسِ کبیر چھ ماہ کے لیئے قبر گل در گل میں کیا اور اسی عالم میں آپ کو زنداں پیر کا خطاب سرکار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عطا ہوا۔ ۲۳، صفر ۷۵۶ھ کو آپ بعد فراغت حبس کے باہر تشریف لائے اور اسی وقت علیم اللہ ابدال کو دریافت حال کے لیئے کلیر شریف کو روانہ کیا اور بعد دریافت

خیریت کے دوسرے اشغال میں مصروف ہوئے۔

شادی اور اولاد

بعد فراغت حبس کبیر کے آپ قبر شریف سے باہر تشریف لائے ہی تھے کہ حضرت سیّد غیاث الدین جو حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کے مرید تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آج شب میں مجھے میرے شیخ سے حکم باطن ملا ہے کہ آج حضرت شیخ احمد عبد الحق زنداں پیر علیہ الرحمۃ حبسِ کبیر سے فارغ ہوں گے تو ان کو اپنے گھر پر بلاکر اپنی دختر سے نکاح کردے۔ چنانچہ میں بموجب ایماء باطنی حاضر خدمتِ اقدس ہوا ہوں۔ چنانچہ آپ سیدھا موصوف کے ہمراہ ان کے مکان پر تشریف لائے، اور انکی صاحبزادی کو اپنے عقدِ مناکحت میں لائے۔ آٹھ ماہ تک سید صاحب کے مکان پر آپ نے قیام فرمایا۔ اس کے بعد ملک اودھ میں مختلف مقامات پر تعلیم و تبلیغ طریق باطن کی فرماتے رہے۔ اس کے بعد ردولی شریف تشریف لائے۔ اور کچھ ماہ بعد اودھ سے زوجہ محترمہ کو بھی طلب کرلیا۔ آپ کے کئی فرزند توام تولد ہوئے۔ مگر قضائے الٰہی سے صغر سنی ہی میں راہی ملک بقا ہو گئے۔ اخیر میں دو صاحبزادیاں خاموش تولد ہوئیں اور وہ حیات رہیں۔

حضرت اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر پیشین گوئی

ایک دن آپ جامع مسجد ردولی

میں تشریف فرما تھے کہ سامنے سے ایک لڑکا اسماعیل نامی کہ جس کی عمر ۹ سال کی تھی۔ آپ کے سامنے سے گزرا۔ آپ کے قلب مبارک پر اُسی وقت مکاشفہ ہوا۔ آپ نے اس لڑکے کو بلاکر بہت محبت و مسرّت ظاہر کی اور پشت کو بوسہ دیا۔ بوسہ دیتے ہی آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ نے بعد فراغ اس کیفیت کے لوگوں سے فرمایا کہ اس کی پشت میں اس قسم کے علامات موجود ہیں کہ اس کا جو لڑکا پیدا ہوگا وہ ہماری کیفیات باطن سے مستفیض ہو کر قطب عالم مجدّد عصر ہوگا۔ یہ لڑکا شفقت و محبت دیکھ کر گھر گیا اور اپنے والد (حضرت مخدوم صفی اللہ سے جو اولاد حضرت امام ابو حنیفہ میں سے تھے) بیان کیا۔ وہ اسی وقت آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور مؤدبانہ عرض کی کہ جناب نے میرے فرزند پر اس قدر شفقت فرمائی اور میرے پوتے کو عالی جناب ابھی سے اپنی غلامی کا فخر بخشنے کے لیئے اظہار خیال فرمایا ہے۔ تو مجھے کیوں محروم رکھتے ہیں۔ غلام کو بھی حلقہ بگوش فرمالیں۔ آپ نے ان کو بعد چند شروط کے حلقہ ارادت میں داخل فرمالیا اور سندِ خلافت اور تبرکات وغیرہ عطا کر کے اپنی کلاہ مبارک آپ کے سر پر رکھ کر عمامہ سبز باندھ دیا۔ خرقہ پہنایا اور پٹکا سرخ کمر میں باندھ کر چند اوراد تلقین فرمائے۔ اور چند ہدایات فرما کر رخصت کیا اور روزانہ حاضری کے لیئے حکم دیا۔

ایک روز حضرت مخدوم شاہ

حضرت شاہ مصطفٰے عارف حق رحمتہ اللہ علیہ

نور الحق احمد عبد الحق

صاحب زنداں پیر سے آپ کی زوجہ محترمہ نے اولاد کی جانب سے مایوس ہو کر کلمات یاس آپ سے عرض کیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اطمینان رکھو، تم خدا کی مصلحت سے واقف نہیں ہو۔ ابھی ایک فرزند تمہاری تقدیر میں اور ہے اور وہ مادر زاد ولی ہوگا۔ چنانچہ ۲۳ صفر ۸۱۲ھ کو پنجشنبہ کے دن مغرب کے وقت حضرت شاہ مصطفٰے عارف حق ولی مادر زاد تولد ہوئے۔ آپ سے عجیب عجیب خوارق و عادات و عجائبات ظہور میں آئے۔ جس وقت آپ کی عمر گیارہ سال کی ہوئی۔ رجب کی ۱۹ تاریخ ۸۲۳ھ کو پنجشنبہ کے دن عصر کے وقت حضرت مخدوم شاہ نور الحق عبد الحق زنداں پیر رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو شرف بیعت و توبہ خاندان صابریہ چشتیہ عالیہ میں مشرف فرمایا۔ ۹ سال تک مجاہدہ اور مشاغلہ کامل فرما کر آثار ولایت کے پیدا کر لیئے۔ حضرت مخدوم صاحب نے ۲۱ رمضان المبارک ۸۳۱ھ دوشنبہ کے دن عصر کے وقت بموجودگی اکثر اولیائے عصر و صوفیائے وقت کے حضرت شاہ مصطفٰے عارف حق ولی بطنی کو خاندان چشتیہ صابریہ میں بیعت و امامت و ارشاد سے شہنشاہ ولایت بنا دیا۔ اپنی کلاہ پہنا دی اور عمامہ سبز سر پہ باندھ کر خرقہ پہنا دیا۔ سند خلافت شاہ مصطفٰے عارف حق بطن الولی کے

خطاب سے مجلسِ عام میں عطا فرمائی اور تمام تبرکات وملبوسات ومکتوبات وارواد ومنضبطہ خاندان صابریہ چشتیہ عالیہ کی عنایت فرما دیں۔

وفات حضرت شاہ مخدوم نور الحق احمد عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۲، رمضان ۸۳۳ھ کو سہ شنبہ کے دن علیم اللہ ابدال نے رحلت فرمائی اور ان کی پسند کی ہوئی جگہ پر ان کی قبر تیار کی گئی، لیکن حسبِ قاعدہ ابدالان بالائے زمین قبر کا کوئی نشان نہیں رکھا گیا اور علیم اللہ کی جگہ پر بارگاہِ نبوی سے امین اللہ ابدال بنگالی آپ کی خدمات کے لیئے مقرر کیئے گئے۔ حضرت شاہ مصطفٰی عارف حق کا نکاح قاضی شریف کی صاحبزادی بی بی امِ کلثوم کے ساتھ آپ نے ۱۷، محرم ۸۳۷ھ کو کر دیا اس کے بعد آپ نے حضرت شاہ مصطفٰی عارف حق بطنِ ولی کے لیئے تین ماہ کے لیئے اپنے جائے مزار میں حبسِ کبیر کرایا۔ وہاں سے فراغت پاکر نکلنے کے بعد ان کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے لیئے میں نے اپنے مکتوب منہاج الواجدین میں بعض نکات لکھ دیئے ہیں۔ اس سے استفادہ کرتے رہنا۔ نیز تم سے محمد جیو عجیب کیفیاتِ باطن میں فیضیاب ہوگا، اور اس سے قدوس نامی ایک مجدد بہرہ ور ہوگا۔ اور وہ حضرت مخدوم بادشاہِ دوجہاں علاؤالدین علی احمد صابر کلیری کے دفینہ کو سرانجام کو پہنچائے گا۔ اس کے بعد

آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سے ارشاد فرمایا کہ اب میرا وقت حیاتِ ظاہری ختم ہو چکا ہے اور زمانۂ رحلت آگیا ہے۔ چنانچہ وقت رحلت حضرت شاہ مصطفٰے عارف حق نے عرض کیا کہ حضور نے زندگی میں بہت سی تعلیمات و ارشادات سے مستفیض فرمایا۔ اب یہ بھی فرما دیجئے کہ بزرگوں کے مزارات سے استفاضہ کے لیئے کیا آداب ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا (۱) طالب کو لازم ہے کہ اپنے شیخ کے مزار کو برہنہ نہ رکھے ہمیشہ چادر سے ڈھنکار کھے (۲) مزار کے داہنی جانب قبلہ رو کھڑا ہو کر دو رکعت صلوٰۃ الاوابین ادا کرے (۳) کم سے کم سات مرتبہ مزار کا طواف کیا کرے (۴) اپنے شیخ کے وصال کے بعد زمین پر سوتے (۵) مزار کے آس پاس اٹھائیس ذرعہ کے فاصلہ تک مزار سے بلند جگہ پر نہ جائے۔ اس کے بعد ۱۵ جمادی الاول ۸۳۷ھ کو دوشنبہ کی شب میں عشاء کی نماز کے بعد شربتِ وصال نوش فرمایا۔ اکثر اولیائے عصر شریک نمازِ جنازہ تھے۔

حضرت شاہ محمد عجیب انور جیو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ نورالحق احمد عبدالحق زنداں پیر ردولوی کے وصال فرمانے کے دوسرے دن حضرت بی بی اُمِ کلثوم زوجہ حضرت مصطفٰے عارف بطن الولی کے بطن مبارک سے ایک فرزندِ ارجمند تولد ہوا اور حضرت مخدوم بادشاہِ دوجہاں سید علاؤالدین علی احمد

صابر رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت باطنی کے بموجب آپ کا اسمِ گرامی حضرت
شاہ مصطفٰے عارف بطن الولی نے کمال الدین رکھا۔ یہ اٹھارہ سال کی عمر
تک علوم ظاہر کی تکمیل میں مشغول رہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ مصطفٰے
عارف بطن الولی علیہ الرحمۃ نے اپنے والدِ گرامی کے دست حق پرست پر
بیعت فرمائی اور حصول کیفیات باطن میں بہ دل و جان مشغول ہو گئے۔
بارہ سال کی محنتِ شاقہ کے بعد کافی استعداد علوم باطن میں حاصل فرمائی۔
۲۲ شعبان ۸۶۶ ھ کو دو شنبہ کے دن عصر کی نماز کے بعد حضرت شاہ
مصطفٰے عارف بطن الولی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ کمال الدین
محمد عجیب، انور محمد جیو رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اولیائے عصر و فقرائے وقت کی مجلس میں
آپ کو بیعت و امامت و ارشادات و فیوض صابری چشتی خاندان سے
مشرف فرما کر اپنی کلاہ آپ کے سرِ اقدس پر رکھ کر سبز عمامہ باندھ دیا
اور عیسٰی روحی خطاب عطا فرما کر سند عطائے خلافت حاضرین مجلس کے
بالمواجہہ حوالہ کر دی۔ جملہ تبرکات و مفاوضات و اوراد و مکتوبات و
ملبوسات بزرگانِ کرام کے مرحمت فرما کر مثل اپنے بنا دیا اور امین اللہ
ابدال بنگالی کو بھی آپ کے سپرد کر کے یہ پیش گوئی فرمائی کہ واضح رہے
کہ تم سے قدوس نامی مجدد بہرہ یاب کیفیت باطنی کا ہو گا اور وہ
حضرت بادشاہِ دو جہاں مخدوم صابر صاحب کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مدفن
کو تکمیل تک پہنچائے گا۔ اس کے بعد آپ نے بھی تخلیہ اختیار فرمایا

اور سولہ سال تک گوشہ نشین رہے۔

وفات حضرت شاہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ عارف زنداں پیر بدستور قدیم

آپ نے سرداب مبارک پختہ بنوا کر حضرت شاہ کمال الدین محمد عجیب انور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بیسنٹھ یوم کے لیئے حبسِ کبیر کا حکم دیا۔ بعد فراغت حبس کبیر کے صاحبزادہ کو امین اللہ ابدال کے ذریعہ باہر نکلوایا۔ ۱۷ صفر ۸۸۲ھ کو دوشنبہ کے دن فجر کی نماز سے فراغت پا کر آپ نے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔

باب ۱۶

حضرت مشکل کُشا بندگی شاہ عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مُجدّد قطب عالم آپ بزرگانِ کرام کی پیشن گوئیوں کے بموجب مادر زاد وَلی تھے۔ اکثر ایامِ طفولیت میں جو کچھ آپ کی زبان سے نِکل جاتا وہ ہو جاتا تھا۔ آثارِ ولایت پیدائشی تھے اور آپ کا روحی تعلق حضرت شاہ نور الحق احمد عبد الحق زنداں پیر سے تھا۔ گیارہویں رمضان المبارک ۸۵۹ ھ کو پنجشنبہ کے دِن عصر کے بعد حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب ابنِ مخدوم صفی اللہ آپ کے والد نے اپنے مرشد پاک کے حکم کے مطابق آپ کو کیفیاتِ باطن ہر دو خاندان حنفیہ علویہ سے اور سلسلہ اویسیہ سے مشرف فرمایا۔

شادی حضرت شاہ مصطفیٰ عارف بطن الولی کو نیز آپ کی زوجہ محترمہ کو باطنی ھدایت ہوئی تھی کہ تم لوگ اپنی دختر نیک اختر بی بی صغریٰ عرف بلیاون بی بی کا عقد (حضرت شاہ) عبد القدوس مجدّد قطب عالم رح کے ساتھ کر دو۔ چنانچہ ۲۱، ربیع الاول ۸۶۲ھ کو شب جمعہ میں آپ کا عقد ہو گیا۔

خلافت کلی مجُدّدی حضرت شاہ کمال الدین محمد عجیب الانور محمد کو ایک مرتبہ روحی مکاشفہ اپنے جد امجد حضرت

شاہ نور الحق احمد عبد الحق زنداں پیر کا ہوا اور حکم ملائکہ قدوس کو ہم نے مجدد قطبِ عالم کیا ہے۔ تم کیفیاتِ باطن سے بہرہ ور کر دو۔ چنانچہ آپ نے تمامی مشائخین کبارِ عصر و اولیاءِ کرام سے محفل ترتیب دے کر بیس جمادی الآخر ۸۶۹ھ کو جمعہ کے دن بعد نماز عصر حضرت مشکل کشا بندگی شاہ عبد القدوس صاحب قطب عالم کو اپنے سامنے بٹھلا کر خاندانِ صابریہ چشتیہ میں بیعت و امامت و ارشاد سے مشرف فرمایا اور حسبِ دستور اپنی کلاہ اقدس آپ کے سر پر رکھ کر عمامہ سبز اپنے ہاتھ سے باندھ دیا خرقہ پہنایا اور سندِ خلافت مشکل کشا بندگی شاہ عبد القدوس قطب عالم دستگیر سلطان التارکین گنگوہی کے خطاب کے ساتھ عطا فرمائی۔ اسی وقت تمامی کیفیات باطنیہ آپ کے قلب پر محیط فرمادیں حضرت شاہ مصطفےٰ عارف بطن الولی بھی اپنے حلئے تخلیہ سے حضرت قطب عالم کو مبارک باد دینے کے لیئے تشریف لائے۔ حضرت قطب عالم نے بموجب ارشاد اپنے پیر و مرشد کے قدم بوسی کی حضرت شاہ عارف نے اپنے سینہ سے لگایا، آپ کو فوراً وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور ایک عرصہ تک استغراقی حالت آپ پر مستولی رہی۔ اسی عالم میں حضرت سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ نے کمال مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا "اے قطب عالم مجدّد حنفی تو فنا فی اللہ کے مرتبہ کو فائز ہوا"، اور حضرت مخدوم سلطان دوجہاں سید علاؤ الدین علی احمد صابر نے

آپ کو اس حصولِ مرتبہ پر مبارک باد دی اور اپنی پشت مبارک سے مہرِ ولایت آپ کی پیشانی اقدس پر مَس کر دی۔ پس آپ ہوشیار ہو گئے اور زبان مبارک سے اسی وقت الحمدللہ فرمایا۔ گیارہ سال تک اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر رہے اور حصولِ کیفیات میں مشغول رہے۔

وفات حضرت شاہ کمال الدّین صاحب محمد عجیب انور محمد عیسیٰ رُوحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے بھی حسبِ دستور اپنے بزرگوں کے حضرت قطبِ عالم مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو غار شریف میں اکتالیس دِن حبسِ کبیر میں رکھا اور بعد ختم میعاد امین اللہ ابدال کے ذریعہ سے ان کو باہر نکلوایا اور حکم دیا کہ تم مع اہل و عیال کے گنگوہ چلے جاؤ۔ امین اللہ ابدال تمہاری خدمت میں رہے گا۔ چنانچہ حضرت مجدّد قطب عالم بموجب ارشاد مرشد کے قصبہ گنگوہ کی جانب مع متعلقین کے روانہ ہوئے۔ ۲۱ شعبان ۸۹۸ ھ کو دوشنبہ کے دن ظہر کی نماز کے بعد آپ نے اِس عالمِ فانی سے رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت شیخ جلال الدّین صاحب تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مشکل کشا بندگی شاہ عبدالقدوس مجدد قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے روانہ ہونے سے قبل ہی حضرت شیخ حمید الدین آپ کے فرزندِ ارجمند تولد ہو چکے

تھے۔ گنگوہ پہنچ کر آپ تعلیم و تبلیغ کیفیت باطن میں مصروف ہو گئے۔ اکثر قرب و جوار کے قصبات میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ قصبہ شاہ آباد میں زیادہ قیام فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت شیخ جلال الدین صاحب کابلی ستر سال کی عمر میں گھومتے پھرتے ہوئے شاہ آباد میں حضرت مجدد قطب عالم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت و ارشاد خاندانِ چشتیہ صابریہ سے مشرف ہوئے اور چودہ سال کامل محنت و ریاضت شاقہ و مجاہدات مشکلہ برداشت کر کے خاص تکمیل باطن کی کر لی۔ ۱۷، رجب ۸۹۷ ھ کو دوشنبہ کے دن حضرت قطب عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگانِ عصر کی موجودگی میں آپ کو اپنے سامنے بلا کر بیعت و امامت و خلافت سے مستفیض فرما کر بموجب طریق بزرگان اپنی کلاہ پہنا کر عمامہ سبز اپنے ہاتھ سے باندھ دیا۔ اور کریم الطرفین کے خطاب سے سندِ خلافت عطا فرمائی۔ ایک دن حضرت مشکل کشا، بندگی میاں شاہ عبدالقدوس صاحب قطب عالم مجدد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بعد فراغت اوراد کے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور اس وقت آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ مجلس میں تشریف لاتے ہی تمام خلفاء حاضرین نے ایستادہ ہو کر آداب کے مراسم ادا کیئے۔ آپ نے تشریف رکھ کر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! تم نے اس فقیر کے ذریعہ سے خدا کو پہچانا؟ اکثر حضرات اس اہم سوال

سے ہیبت میں آگئے۔ کچھ نے جواب دیا کہ ابھی حضور وہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہوئی ہے۔ مگر اتنا ضرور پہچانا ہے کہ حضور فنا فی الرسول ہیں۔ آپ نے اسی کیفیت میں حضرت شیخ جلال الدین سے دریافت فرمایا کہ تو کہہ اتنے دن سے خدمت گزاری کر رہا ہے۔ خدا کو بھی پہچانا ہے؟ آپ نے بے ساختہ عرض کیا کہ "میں نے تو حضور ہی کو پایا ہے" یہ کہہ کر قدموں میں سر کو ڈال دیا۔ آپ نے سر اٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور فرمایا کہ الحمد للہ ایک شخص تو کامیاب ہوا ہے، اور غلبہ جذب اس قدر طاری ہوا کہ آپ رقص فرمانے لگے اور حاضرین اس قدر متاثر ہوئے کہ سب پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔

دفن ثانی کی تحریک

جس وقت حضرت قطب عالم صاحب کو اس حالت سے افاقہ ہوا تو شیخ جلال الدین نے عرض کیا کہ حضرت تمام خلقت طعن و تشنیع کرتی ہے اور سلسلہ میں بیعت کرنے سے منکر ہوتی جاتی ہے۔ اگر حضرت مخدوم بادشاہ دوجہاں سیدنا علاؤالدین علی احمد صابر کے جسم اقدس کی تدفین دونوں پتھروں کے درمیان سے قبر کے اندر کر دی جائے تو نہایت مناسب ہوگا۔ یہ سنتے ہی آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اکیس دن تک اسی حالت میں رہے۔

ایک دن عالمِ کیف میں حضرت مشکل کشا بندگی شاہ عبدالقدوس نے حضرت شاہ جلال الدین تھانیسری سے دریافت کیا کہ خلق اللہ خضر کے پاس کیوں آتی ہے۔ تو حضرت جلال الدین تھانیسری سے عرض کیا کہ مخلوقِ خدا یہ عرض کرتی ہے کہ اگر مرقد مبارک حضرت بادشاہ دوجہاں مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر صاحب کلیری کا تیار ہو جاتے تو خلق اللہ زیارت سے مستفیض ہو کر سعادتِ دارین حاصل کرے۔ اگر حضور کے زمانہ میں مزار حضرت بادشاہ دوجہاں کا نہ ہوا تو اُن میں کسی ایسے شیخ اجل کا ظہور دنیا میں نہ ہوگا جو تعمیر مزار حضرت موصوف کو انجام دے ورنہ خلق اللہ فیضیابی سے محروم رہے گی اور اب بھی اکثر لوگ اس سلسلہ کی نسبت حرف گیری کرتے بلکہ منکر ہوتے ہیں۔ حضرت مشکل کشا بندگی نے فرمایا کہ الحمدللہ سولھویں روز مزار تیار ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی وقت حضرت قطب عالم حجرہ خلوت گاہ میں تشریف لے گئے اور اس روز سے کسی سے ہمکلام ہوئے اور نہ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ اس عرصہ میں اولیائے کاملین بادشاہ باطن آنے لگے اور حضرت قطبِ عالم کے حجرہ مبارک میں داخل ہوتے گئے حتیٰ کہ شاہزادہ جن ساکن دمشق معہ گیارہ ہزار احباب علماء و فضلاء کے بھی حاضر ہو کر سلسلہ صابریہ میں داخل ہو گیا، اور حضرتِ قطبِ عالم سے عرض کیا کہ اس کو حضرت غوث پاک محبوبِ سبحانی، غوث الصمدانی،

پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ رویا میں حکم دیا ہے کہ تو بہت جلد تختہ آبنوس جو میرے حجرہ غربی میں رکھا ہے، لے کر جا اور قطب عالم کے حوالہ کر دے کہ آج میرے مخدوم کی تدفین ثانی کی تکمیل ہو گی اور قطبِ عالم سے کہہ دے کہ تختہ سنگ زعفرانی جو جمال الدین ابدال نے تبت سے منگوائے ہیں ان کو تعمیر دوم اور جو مخدوم نے تختہ ہائے سنگ سُرخ منگوائے ہیں ان کو تعمیر سوم میں اور ان تختہ ہائے آبنوس کو تعمیر اول میں شامل کر دینا۔ چنانچہ بموجب حکم کے حاضر ہوا ہوں۔ قطبِ عالم نے شاہزادہ جن کو معہ پانچ تختہ سنگ سرخ کے حدود کلیر شریف میں بارہ کوس زمین سوختہ سے تین کوس کے فاصلہ پر قیام کرنے کا حکم دے دیا

حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین ثانی

اور جب اولیائے کاملین حد بارہ کوس پر پہنچ گئے تو سب نے حضرت قطبِ عالم کو اسی مقام پر موجود پایا اور جب حضرت قطب عالم نے حد بارہ کوس کے اندر قدم رکھا تو ایک آواز مثل گرجنے رعد کے مسموع ہوئی اور تلوار قہاری دورہ کرتی ہوئی اس مقام پر آکر معلق ہو گئی تو حضرت قطب عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! اگر تو نے فقیر پر وار کیا۔ تو پھر سر یہاں اور دھڑ وہاں حضرت بادشاہِ دو جہاں کے قدموں پر تڑپ کر جا پہنچے

گا۔ اس کے بعد حضور نے حضرت بادشاہ دوجہاں کے جناب میں رجوع ہو کر التماس کیا کہ حضرت مجھ کو تو حضور انور نے اجازت دے دی ہے۔ پھر شمشیر قہاری کے حائل ہونے کا کیا باعث ہے۔ حضرت کے جناب سے ارشاد ہوا کہ عبدالقدوس مردوں کا ہاتھ خالی نہیں جاتا۔ تو بھی اپنی آستین خالی کر کے ایک ہاتھ سیدھا اور الٹا پیر بڑھا دے یہ شمشیر وار کر کے زمین پر گر پڑے گی۔ آستین اور تہ بند کا کنارہ ترش جائے گا۔ تجھ پر کسی طرح کا صدمہ نہیں آئے گا۔ تو شوق سے شمشیر قہاری لے کر میرے پاس چلے آنا۔ حضرت قطبِ عالم نے اس ارشاد کی تعمیل کی اور شمشیرِ قہاری وار کر کے زمین پر گر پڑی اور حضرت نے شمشیر قہاری کو جزدانِ اوراد میں رکھ دیا۔ اس کے بعد حضرت نے اندرونِ حد بارہ کوس قدم رکھا وہ مقام خوشبو سے معطر ہو رہا تھا اور حاضرین اولیاء اللہ سے ارشاد فرمایا کہ سب لوگ معائنہ فرمالیں کہ وجودِ مقدس حضرت بادشاہِ دوجہاں کا درمیان ہر دو سنگ سرخ معہ لباس مبارک اس دم تک بدستور موجود رہے۔ سب نے بچشم خود ملاحظہ فرمایا۔ بعد ازاں حضرت قطب عالم نے جمال الدین ابدال و امین اللہ ابدال کے ہاتھوں سے ہر دو سنگ سرخ علیحدہ کرائے اور بعد فراغ نماز کے حضرت قطب عالم نے پھاوڑہ اپنے ہاتھ میں لے کر نصف ذرعہ مٹی کھود دی اور رجال الغیب نے تھوڑے عرصہ میں

قبر عمیق کھود ڈالی۔ اس کے بعد حضرت قطب عالم اور تمامی اولیائے کاملین نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور تصور میں حضرت بادشاہِ دوجہاں کے جسم اطہر کو کفن سے ملبوس کیا اور آنکھیں کھول کر دیکھا تو بموجب قاعدہ کے جسم اقدس پر کفن درست پایا اور بعد نماز ظہر حضرت قطبِ عالم قبر میں اترے، اور حضرت جمال الدین تھانیسری کی طرف پائے مبارک اور حضرت شاہ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ گرگامی کی جانب کمر مبارک اور حضرت قطب عالم کی طرف سر مبارک رہے اور تینوں حضرات نے باادب تمام قبر میں اتارا۔ غیب سے آواز آئی یَا هُوَ یَا مَنْ لَیْسَ لَهُوَ اِلَّا هُوَ بلند ہوئی اور روح مطہر حضرت سرورِ کائنات اشرف المخلوقات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معہ ارواح حضرت صحابہ عظام اور تمام اولیائے متقدمین ومتاخرین کو برسر قبر تشریف فرما دیکھا۔ اور جب جسم مبارک حضرت بادشاہِ دوجہاں زمین پر رونق افروز ہوا تو تمام صحرا خوشبوئے مشک اور زعفران سے معطر ہو گیا اور آسمان سے مرحبا صلِّ علیٰ مرحبا کے شور مسموع ہوا۔ اور مزارِ اقدس کی تعمیر ختم کر کے فارغ ہو کر بیرون حد بارہ کوس زمین سوختہ تشریف لائے اور مقیم ہو گئے اور بعد تعمیر مزار اقدس حضرت مخدوم، مولانا قطب عالم نے مزار شریف کا طواف کیا، فاتحہ پڑھائی سب حضرات کاملین روانہ ہو گئے اور حضرت قطب عالم بھی گنگوہ شریف تشریف لے گئے۔

تعمیر پختہ روضۂ منوّرہ

سولہویں ربیع الثانی ۹۲۸ھ کو حضرت قطبِ عالم صاحب مخدوم کی خدمت میں سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودھی والئ ہند نے آگرہ سے ایک عرضی ارسال کی کہ حضرت قبلہ کی اجازت ہو تو فدوی بارادۂ بیعت قدم بوسی کو حاضر ہو جائے اور کچھ روپے میرے پاس وجہ حلال کے موجود ہیں۔ اگر حکم حضور انور کا ہو تو وہ روپیہ بھی واسطے تعمیر روضہ منورہ حضرت بادشاہِ دوجہاں کے روانہ کروں۔ چونکہ بادشاہ خاندانِ صابریہ کا مطیع اور حضرت قطب عالم سے کمال عقیدت رکھتا تھا۔ حضرت نے اس کی استدعا منظور کی، اور معرفت امین اللہ ابدال جواب روانہ کیا کہ تجھ کو فقیر کی اجازت ہے۔ شوق سے آ، اور روپیہ بھیج دے۔ بادشاہ نے فی الفور تین ہزار روپیہ سکہ التمشی بدست امین اللہ ابدال بھیج دیا اور خود حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہو کر اور غلامی اختیار کی اور مدت العمر خاندان صابریہ کا مطیع و فرمانبردار رہا۔

حضرت قطبِ عالم نے مبلغ نذر کردہ بادشاہ ابراہیم خلفائے قوم جنات جمال الدین ابدال کے سپرد فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ سامانِ تعمیر روضہ منورہ خرید کیا جائے۔ چنانچہ بعد اکیس برس کے تعمیر قبر مبارک حضرت بادشاہِ دوجہاں کی ۵، ربیع الاول ۱۲۰۸ھ کو ہوئی۔ معہ اسباب تیاری مقبرہ شریف معہ خلفائے اجنّہ کے روانہ ہوئے اور پندرھویں

تاریخ سے تعمیر روضہ پختہ کی شروع ہوئی۔ جمال الدین ابدال اور امین اللہ ابدال اور اجنہ متعینہ انصرام خدمت تعمیر روضہ کا کرتے تھے اور حضرت قطب عالم معہ ولی اللہ معمار خلیفہ صاحب مجاز خود تعمیر فرماتے تھے۔ حضرت شاہ جلال الدین تھانیسری معہ دیگر خلفاء اور اولیائے حاضرین کے چونہ اور خشت دیتے جاتے تھے۔ تین مہینہ سات روز کے عرصہ میں استرکاری وغیرہ سامان تیاری روضہ منورہ سے فراغ حاصل کر کے روانہ گنگوہ شریف ہوئے۔ اس عرصہ میں حضرت قطب عالم معہ ہمراہیان صائم تشریف فرما رہے۔ بعد تیاری روضہ پختہ کے گاہ گاہ حضرات اولیائے ہم عصر جس کسی صاحب کو ضرورت درپیش ہوتی تھی حاضر بارگاہ عرش پناہ حضرت مخدوم ہو کر مستفیض ہوتے تھے اور حضرت جلال الدین تھانیسری بھی بموجب حکم پیر و مرشد حضرت قطب عالم تشریف لاتے تھے۔

عجائباتِ مزار مقدس حضرت مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ

(۱) ایک مرتبہ راجہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور کا لشکر قرب وجوار کلیر شریف میں پہنچ کر بصارت سے محروم ہو گیا۔ آخر الامر خائف و معتذر ہو کر عازم مراجعت کا ہوا۔ حصول بار دوم بصارت اہل لشکر کو ملنا عنایت حضرت مخدوم پاک سے سمجھ کر سجدہ شکر ادا کرتا واپس روانہ ہوا۔

(۲) ایک روز درخت گولر متبرکہ میں سے ایک شاخ سبز ٹوٹ کر گری اور اس ٹوٹنے میں صدائے تکبیر حاضرانِ بارگاہ کو مسموع ہوئی اور شاخِ شکستہ میں سے خون تازہ جاری ہوا۔ بکثرت رائے حاضرین اس شاخ کو کفن پہنا کر قبر میں دفن کیا۔

(۳) ایک مرتبہ قریب ہنگام عرس شریف میں حاضرانِ بارگاہ کو خیال ہوا کہ اس قدر ہجوم خلق کے صرف کے واسطے پانی کہاں سے میسر ہوگا۔ بعد اس گفتگو کے مولوی نوراللہ صاحب سو گئے۔ حضرت بادشاہِ دوجہاں نے عالمِ مثال میں ارشاد فرمایا کہ شقاوہ مسجد کا پانی سے بھر دیا جائے۔ چشمہ بہشت کا اس سے منسوب کر دیا جائے گا۔ پانی شقاوہ کا تمام مخلوق کو کافی ہوگا۔ چنانچہ وہی شقاوہ حسب الحکم پانی سے بھر دیا گیا اور زائران کعبۂ طریقت کو وہ پانی شقاوہ مسجد کا کافی ہوا۔

(۴) ایک مرتبہ دو انگریز شکار کھیلتے ہوئے طرف بارگاہ عرش پناہ کے گزرے۔ ایک انگریز نے بندر پر بندوق کی چوٹ کی۔ ضارب و مضروب دونوں قضا کے شکار ہوئے۔ دوسرا انگریز خائف ہو کر فرار ہوا۔

(۵) روایت ہے کہ ہنگام عرس شریف میں ایک تحصیل دار صاحب شرکت عرس کے لئے کلیر شریف تشریف لائے اور خیمہ لگوا کر حکم دیا کہ چارپائی کا انتظام کیا جائے۔ چپراسیان ہمراہی نے عرض کیا کہ یہاں چارپائی

پر سونے کا حکم نہیں ہے۔ تحصیلدار صاحب نے کہا کہ کچھ حرج نہیں۔ ہم چارپائی پر سوئیں گے۔ مجبوراً چارپائی کا انتظام انہوں نے کر دیا۔ شب کو تحصیلدار صاحب سوئے تو ان کی چارپائی الٹ دی گئی اور پیر لٹکا دیئے گئے۔ غل مچانے پر چپراسی پہنچ گئے اور ان کو لٹکا ہوا دیکھ کر اتارا۔ اس کے بعد سے تحصیلدار صاحب پھر چارپائی پر نہ سوئے۔

(۶) جس وقت نہر گنگ جاری کی گئی ہے اس کی کھدائی شروع ہوئی تو درگاہِ اقدس کے ایک گوشہ بھی حدود نہر کی داغ بیل میں آتا تھا۔ چنانچہ جس وقت وہاں داغ بیل شروع کی گئی تو شب میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جو انگریزی مہتمم تھا۔ اس کو رات میں کسی نے باندھ کر شامیانہ کی چوب میں لٹکا دیا اور وہ رات بھر اسی طرح لٹکا رہا۔ بہت کچھ گڑگڑایا اور معافی مانگی تو صبح کو کھل کر چھوٹ گیا۔ شکریہ میں بہت کچھ نذر مزار اقدس پر گزاری اور نہر کو وہاں پر خم کر دیا۔

(۷) کسی وقت میں کفار نے مزار سے کچھ فاصلہ پر ایک معبد گاہ تعمیر کرایا۔ مگر اس کو آباد ہونا نصیب نہیں ہوا اور اینٹ سے اینٹ بج گئی۔

(۸) ایک سادھو برہمن کا گزر مزار اقدس کے قریب سے ہوا۔ اس وقت تک پختہ تعمیر مزار کی نہ ہوئی تھی۔ نزول انوار و برکاتِ قبر شریف پر دیکھ کر دل میں بہت کڑھا اور چاہا کہ قبر شریف کو کھود کر زمین کے برابر کر دے تاکہ نشانی نہ باقی رہے۔ ارادہ کر کے قبرِ

مبارک کے قریب گیا۔ کچھ چرند و پرند مزار منورہ کے قریب بیٹھے ہوئے محو جمال تھے۔ اس خبیث کو قریب آتے دیکھ کر اڑ گئے۔ اس نے ایک اوزار سے کھودنا شروع کیا تو ایک سوراخ نمودار ہوا۔ شامت اعمال سے اس سوراخ کے اندر سر ڈال کر جھانکنا شروع کیا۔ جب اندر کچھ نظر نہ آیا اور دم گھٹنے لگا تو سر نکالنا چاہا مگر سر ایسا پھنس گیا کہ بہتیری کوشش کرنے کے بعد بھی نکل نہ سکا اور وہ اپنے کیئے کی سزا پاکر واصلِ جہنم ہوا۔ شب کو آپ نے اپنے خدام کو خواب میں دکھلایا کہ ایک کتا میرے مزار میں منہ ڈالے پڑا ہے۔ اس کو کھینچ کر باہر نکالو۔ چنانچہ خدام فوراً حاضر ہوئے اور دیکھا کہ ایک سادھو مزارِ اقدس کے اندر سر ڈالے ہے۔ بدقت تمام کھینچ کر باہر نکالا تو دیکھا کہ چہرہ مسخ ہو کر بالکل کتے کی شکل کا ہو گیا ہے۔

(۹) حضرت سوندھا سعیدونی، حضرت شیخ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں تھے اور اپنے حضرت مرشد کی خدمت میں گنگوہ شریف میں موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرے جسم سے ایک نور ظاہر ہوا اور بڑھتے بڑھتے تمام اقصاء عالم میں پھیل گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ یہ نور نہ ہو تو تمام عالم میں تاریکی پھیل جائے۔ اور یہ خیال دل میں پیدا ہوا کہ یہ نور مبارک حضرت بادشاہِ دوجہاں مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ

کا فیض اتم ہے۔ میں بلا اجازت پیر و مرشد کے کلیر شریف کی طرف راہی ہوا۔ وہاں پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ حضرت مخدوم صابر کی روح مبارک قبر شریف سے باہر مجسم ہو کر جلوہ افروز ہے۔ میں قدم بوس ہوا۔ مجھ پر کمال شفقت فرمائی اور نور الانوار کی حقیقت سے مطلع فرمایا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ گو یہ نور تجھ کو بلاواسطہ کے مجھ سے حاصل ہوا لیکن تیرا مقام گنگوہ ہی میں ہے۔ میں نے اپنی کُل نعمات ابو داؤد جدِ امجد شیخ عبدالقدوس کو عطا کر دی ہیں، جن کا جی چاہے ان سے حاصل کر لے۔ تو بھی گنگوہ واپس جا۔ ابو داؤد تیری غیر حاضری سے بہت پریشان ہیں۔

(۱۰) مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات الموسوم بہ انوار الرحمٰن التنویر الجناں میں تحریر ہے کہ جس وقت مولانائے موصوف کلیر شریف میں حاضر ہوئے ہیں اور وہاں چالیس یوم قیام کر کے ذکر اربعین کیا ہے، تو اس وقت کئی روز کی متواتر فاقہ کشی سے تنگ آ کر آپ نے اپنے دو ہمراہیان کو سوال کرنے کی اجازت دے دی۔ اسی دِن شام کو گاؤں کی طرف سے ایک شخص تین آدمیوں کا کھانا لے کر آیا اور دریافت کیا کہ عبدالرحمٰن کن صاحب کا نام ہے۔ یہ کھانا ان کے لیئے لایا ہوں۔ آپ نے کھانا رکھوا لیا اور تینوں آدمیوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد متواتر تیرہ دن تک کھانا برابر

آتا گیا۔ تیرھویں دن کھانا لانے والے نے کہا کہ آج جنس دعوت ختم ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ یہ دعوت حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے تھی۔ اور چلّے کے ختم ہونے سے ایک دن پہلے ہی دعوت ختم کردینے کا مطلب یہ تھا کہ اب چلّہ پورا ہوگیا۔ رخصت ہو۔ چنانچہ ایک دن قیام کرکے اور چلّہ پورا کرکے آپ وہاں سے رخصت ہوگئے۔

(۱۱) کمال شاہ مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں ایک مرتبہ بارگاہِ مخدوم صاحب میں حاضر تھا۔ شب میں غلاف منہ پر ڈال کر روضہ اقدس کی مسجد میں سو رہا تھا۔ اتفاقیہ میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ ایک شیرنی قبر مبارک کے قریب بیٹھی ہے اور اس کا بچہ اس کے پاس کھیل رہا ہے اور وہ بار بار غلاف کھینچتا ہے۔ اور شیرنی اس کو پکڑ کر کھینچ لیتی ہے۔ رات بھر یہ تماشا ہوتا رہا۔ صبح کے قریب شیرنی نے جنگل کی راہ لی۔

اس طرح ہزاروں عجائبات مزار اقدس سے صادر ہوئے ہیں اور ہنوز اب تک وہی بات ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ لاکھوں کی تعداد میں خلقت ہر سال عرس کے موقع پر جمع ہوا کرتی ہے اور فیضان وبرکات کا چشمہ جاری ہے۔ جو آتا ہے سیراب ہوکر جاتا ہے۔ ہر حاجت مند کو اس کی حاجت کے مطابق برکات حاصل ہوتے ہیں، اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔

باب ۱۷

عُرس شریف

کلیر شریف میں عُرس کی بنیاد حضرت قطبِ عالم مجدد شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالی تھی۔ جیساکہ بیشتر ذکر ہو چکا ہے کہ عرُس کے خاص ایام ربیع الاول کی ۱۳-۱۴-۱۵ تواریخ ہیں لیکن یکم ربیع الاول ہی سے یہاں جلوس و مجمع و دوکانات وغیرہ لگنا شروع ہو جاتی ہیں۔ خاص ایام میں تو ہزاروں کیا لاکھوں کا مجمع ہو جاتا ہے اور غریب، امیر، گدا و فقیر دربارِ عالی میں پا برہنہ حاضر ہوتے ہیں اور زیارتِ مزار سے فیضانِ ظاہری و باطنی حاصِل کرتے ہیں۔ حضور عَالی سے اس قدر تصرفات وکرامات ظہور میں آتے ہیں کہ جن کی انتہا نہیں۔

ایّامِ عُرس میں بازار

زائرین اور تاجران کی آمد آمد پہلی ربیع الاوّل سے شروع ہو جاتی ہے۔

سینکڑوں بساطیوں، بزازوں، ظرف فروشوں اور انواع و اقسام کی دوکانات جن میں لاکھوں روپیہ کا مال ہوتا ہے اور دور دور سے آتی ہیں۔ نہایت خوشنمائی اور خوش اسلوبی کے ساتھ لگائی جاتی ہیں۔

قوالی بہت دور دور سے اور مشہور قوال یہاں حاضری دینے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں اور سینکڑوں کی تعداد میں قوالوں کی جماعتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں برابر قوالیاں ہوتی رہتی ہیں اور حضور کے تصرف سے مالا مال ہو کر واپس جاتے ہیں

روشنی دسویں، گیارہویں اور بارہویں ربیع الاول کو روشنی کی جاتی ہے۔ چپہ چپہ زمین پر جھاڑ، فانوس، کنول روشن کیئے جاتے ہیں۔ احاطہ کے پھاٹک اور اندرون مزار کی روشنی انتہائی دلکش اور جاذب نگاہ ہوتی ہے۔ بس یہی جی چاہتا ہے کہ دیکھا ہی کیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک طاق، ہر ایک کنگرہ، ہر ایک چھجہ فردوسی انوار سے مزین کیا گیا ہے۔

قُل تیرہ ربیع الاول کو آپ کے وصال کی تاریخ ہے۔ اس دن بڑے زوروں کے ساتھ قرآن خوانی ہوتی ہے جس میں صدہا کلام پاک ختم ہو جاتے ہیں اور پڑھنے والے حضرات ہر طرح سے داخل حسنات اور موجب برکات ہوتے ہیں۔ اِس تاریخ میں فاتحہ خوانی اور درود خوانی بہت کثرت سے ہوتی ہے۔

غُسل چودھویں ربیع الاول کو مزارِ مقدس کو غسل دیا جاتا ہے بلیشتر عرق گلاب سے اور پھر بعد میں سادے پانی سے غسل دیا جاتا ہے۔ اس روز اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ جس کی انتہا

نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ غسل کے پانی کو جو دراصل آبِ حیات سے کسی طرح کم نہیں وقعت رکھتا ہے لوگ اس کو لینے کیلئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کوئی صراحی لیئے ہوئے، کوئی کٹورہ، کوئی گلاس، کوئی گھڑا۔ غرضیکہ جس کو جو برتن مل گیا وہی لیئے ہوئے ٹوٹ پڑتا ہے۔ کسی کو ایک قطرہ کسی کو ایک چُلّو، کسی کو ایک گھونٹ غرضیکہ جس قدر جس کو مل گیا لے کر بھاگتا ہے۔ جس کے پاس برتن نہیں ہوتا ہے وہ اپنے کپڑے ہی تر کر لیتا ہے۔ اور اپنے مقام پر جا کر اس کپڑے کو نچوڑ کر اور دھو کر وہ آبِ حیات تیار کر لیتا ہے۔ اس سے سینکڑوں مریضوں کو شفا حاصِل ہوتی ہے۔ لوگ تبرکاً آبِ زم زم کی طرح آنکھوں میں لگاتے ہیں اور اس سے چشم باطن کی بصارت کو جِلا دیتے ہیں۔ غرضیکہ مزارِ مقدس کے باہر پانی کا ایک قطرہ بھی بہہ کر نہیں جانے پاتا۔

لنگر ایامِ عرس میں تین دن تک درگاہ شریف کی جانب سے لنگر جاری رہتا ہے۔ جس میں ہزاروں غریب اور محتاج مسافران نیز اور ہزاروں بندگانِ خدا دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھانا کھاتے ہیں اور کسی کو اس لنگر خانہ میں کھانے کی ممانعت نہیں ہے جس کا جی چاہے شوق سے کھانا کھائے۔

واپسی ۱۵ ربیع الاول کو لوگوں کی واپسی ہوتی ہے اور کلیر شریف سے اڑکی کے اسٹیشن تک وہ ہنگامہ بپا ہوتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ مسافروں کی بھیڑ بھاڑ اور کثرت کی وجہ سے ٹکٹ لینا مشکل ہوتا ہے۔ مسافر خانہ سے پلیٹ فارم تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور ریل کے اندر بیٹھنا تو انتہائی جانفشانی اور دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔

پہلی سے پندرہ دن تک یہ جنگل فردوسی کیفیات کا مخزن بن جاتا ہے اور ہر قسم کی عجیب و غریب چیزیں نظر آتی ہیں۔ دنیا داروں کی نظریں، مرادیں، منتیں، فقراء کی بے اختیاری و بے خودی، حضرات اولیائے کرام کا جذب و کیف۔ کوئی صابر صابر چلا رہا ہے۔ کوئی عالم استغراق میں غرق، کوئی چلا کشی میں مصروف۔ غرضیکہ ہر شخص کسبِ کمال میں مصروف نظر آتا ہے۔ ایک دلکش اور دلآویز چہل پہل نظر آتی ہے۔ ہر شخص ایک مستی اور بے خودی کے عالم میں شرابِ عقیدت اور بادہ ارادت سے سرمست نظر آتا ہے۔

باب ۱۸

عام حالات

آپکی زندگی کا زیادہ حصہ جذب واستغراق کی کیفیات میں بسر ہوا۔ تنہائی عزلت گزینی بہت زیادہ پسند تھی۔ تجرد کی زندگی کو اولیٰ سمجھتے تھے طبیعت میں بے انتہا جلال تھا۔ اور جو کچھ زبان سے نکلتا تھا وہ ہو کر رہتا تھا۔ اہلِ دنیا کی طرف آپ شاذ و نادر توجہ فرماتے تھے۔ قطبیتِ کلیر کے بعد کسی شخص کی اتنی مجال نہ تھی کہ آپ کے سامنے پہنچ جاتا، یا آپ کی طرف دیکھ سکتا۔ اگر کوئی ضرورت پیش آتی تو خواجہ شمس الدین ترکؒ اس کو حضوری میں اس وقت پیش کرتے جب استغراق و جذب کی کیفیت نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب سے آپ کے قوالوں نے دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی۔ آپ نے بخوشی اجازت دے دی اور چلتے وقت یہ بھی فرمایا کہ دہلی سے آگے بڑھ کر کلیر بھی چلے جانا اور میرے صابر سے ملاقات کر کے ان کی خبر لیتے آنا۔ قوالوں نے بسر و چشم منظور کیا اور روانہ ہوئے اور

دہلی میں حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو یہ شاہی دربار تھا۔ بادشاہِ دہلی آپ کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ روسائے شہر آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اپنا فخر سمجھتے تھے اور یہ قوال تو ٹھہرے حضرت محبوب الٰہی کے قوال، پس آپ نے بڑی آؤ بھگت کی اور بڑی خاطر و تواضع سے پیش آئے۔ بادشاہی خاصے کے کھانوں سے دعوت کی گئی۔ مجلسِ سماع میں ایک ذرا سے اشارے پر مالا مال کر دیئے گئے۔ غرض کہ قوال بہت خوش خوش وہاں سے رخصت کے طالب ہوئے۔ رخصتی کے وقت حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے انعامات و اکرامات سے قوالوں کو اور زیادہ خوش کر دیا۔ قوال وہاں سے مدح سرائی کرتے ہوئے روانہ ہوئے اور کلیر کا راستہ لیا۔ یہاں کا عالم ہی نرالا تھا۔ جلتے بھنتے شوقِ زیارت میں حضوری میں پہنچے، آپ اس وقت عالمِ استغراق میں شاخ درخت گولر پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین علیہ الرحمۃ نے ان لوگوں سے دریافت حال کیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہ حضرت بابا صاحب کے قوال ہیں تو فرمایا کہ ٹھہرو۔ جس وقت آپ کی حالت درست ہو گی پیش کر دوں گا۔ دو دن اسی انتظار میں گزر گئے۔ یہاں جنگل میں کھانے پینے کے لیئے بھی کچھ میسّر نہ تھا۔ صرف کچے پکے گولر تھے۔ جو خواجہ شمس الدین صاحب نے بھی

قوالوں کو بھی کھانے کے لیئے دیئے۔ قوال سخت پریشان تھے کہ کہاں آکر پھنس گئے۔ اس سے نہ آتے تو اچھا تھا۔ اب بغیر قدم بوسی حاصل کیئے ہوئے واپس جانا بھی دشوار ہے اور معلوم نہیں کہ کب تک یہ حالت رہے گی۔ گولر ان کے حلق سے کیا اترتے، کیونکہ یہ لوگ تو نوالے کھانے والے تھے اور حضرت سلطان الاولیائ شیخ نظام الدین محبوب الٰہی کے یہاں کی دعوتیں اڑائے ہوئے تھے اور وہاں کی خاطر تواضع پر مٹے ہوئے تھے، یہاں بالکل اس کے برعکس۔ تیسرے دن حضرت کو افاقہ ہوا۔ خواجہ صاحب نے پشت مبارک کی طرف سے جاکر عرض کیا کہ حضور بابا صاحب کے قوال سلام کے لیئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ان کے لیئے کھانے میں نمک شامل کر دو۔ اتنا فرمانے کے بعد پھر آپ اپنی حالت میں ڈوب گئے۔ قوال سخت عاجز تھے کہ یا الٰہی کس طرح چھٹکارا ملے۔ جو یہاں سے جان بچا کر گھر چلیں۔ مگر آمدن بارادت رفتن باجازت، سے مجبور تھے۔ ناچار ٹھہرے رہے۔ دوسرے وقت حضرت خواجہ صاحب نے گولروں کو کٹوا کر نمک بھی علیم اللہ ابدال سے منگوا کر اُن میں ڈال دیا اور قوالوں کو دیا۔ مگر ان لوگوں کو بھلا یہ غذا کیا بھاتی۔ خواجہ صاحب سے لے لیتے اور رومالی کے کونے میں باندھ لیتے اور فاقہ پر فاقہ کرتے۔ تین دن اور گزر گئے۔ حضرت کو پھر ہوش

آیا تو خواجہ صاحب نے پھر حضوری میں عرض کیا کہ قوال سلام کرنے کے خواہش مند ہیں۔ حکم ملا کہ سامنے بلاؤ۔ چنانچہ قوال پیش کیے گئے۔ قوالوں نے قدم بوسی کرنا چاہی مگر خواجہ صاحب نے فوراً روک دیا کہ خبردار! دور سے سلام کرو ورنہ جل کر خاک ہو جاؤ گے۔ قوالوں نے بادب تمام سلام عرض کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، پیر من خوش است، قوالوں نے جواب دیا، حضور، اتنا سنتے ہی آپ پھر استغراق میں جذب ہو گئے۔ قوال پھر عاجز ہو کر خواجہ صاحب سے عرض کرنے لگے کہ حضور ہم لوگوں کا سلام ہو گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہم لوگ بابا صاحب کی خدمت میں واپس جائیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا بہتر ہے۔ قوال سُن کر رخصت ہوئے اور آپس میں کہنے لگے جان بچی لاکھوں پائے۔ بابا صاحب نے بھی کس عذاب میں پھانس دیا تھا، اور وہ گولر جو رومال میں باندھ لائے تھے کھول کر پھینک دیئے اور پاک پٹن شریف کا راستہ لیا۔ جب بابا صاحب کے حضور میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کہو بھائی ہمارا نظام الدین اچھا ہے۔ قوالوں نے آپ کی بڑی مدحت سرائی کی۔ حضور وہ تو بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں۔ خلقت ٹوٹی پڑتی ہے۔ بادشاہِ وقت اور اُمراء و رؤسا دربار پروانہ وار گرویدہ ہیں۔ حضور میری بڑی خاطر مدارت

کی اور بہت کچھ انعام و اکرام ملا ہے۔ پھر حضرت باباصاحب نے دریافت فرمایا کہ میرے صابر کو بھی دیکھنے گئے تھے؟ قوالوں نے عرض کیا! جی حضور! آپ نے ہمیں کہاں بھیج دیا۔ وہاں نہ آدمی نہ آدم زاد، بیابان جنگل فاقوں مر گئے۔ نہ کھانا ملا نہ پینا۔ حضور کوئی بات پوچھنے والا بھی تو نہ تھا۔ حضرت باباصاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ ارے کیا کچھ بھی کھانے کو نہیں ملا۔ عرض کیا کہ حضور کچے گولر کوٹ کر نمک مِلا کر خواجہ صاحب نے دیئے تھے۔ ہم لوگوں سے تو کھائے نہ گئے۔ حضور ادباً وہاں رومال میں باندھ لیئے تھے۔ راستہ میں ان کو پھینک دیا۔ باباصاحب نے فرمایا کہ کم بختو! تم نے غضب کیا کہ وہ گولر نہیں کھائے اگر تم ان کو کھا لیتے تو معلوم نہیں کیا ہو جاتے۔ وحشت تم لوگوں کے سر پر سوار تھی۔ نظام الدین نے تمہاری دنیا سنبھالی تھی اور مخدوم صابر نے تمہاری عقبیٰ سنبھال لینا چاہی مگر تمہاری کم بختی کہ تم نے اس کی پروا نہیں کی۔ یہ سُن کر قوال ہاتھ مل کر رہ گئے اور تاسف کرنے لگے۔ باباصاحب نے فرمایا کہ اب کیا ہونا ہے۔ خیر یہ تو بتاؤ کہ تمہاری صابر سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ عرض کیا ہاں حضور چھٹے دن ہم لوگوں کو حضوری نصیب ہوئی تھی۔ ہم لوگوں نے سلام عرض کیا تو مخدوم صاحب نے دریافت کیا کہ 'پیرِ من خوش است' یہ سننا تھا کہ باباصاحب پر وجدانی

کیفیت طاری ہوگئی اور اس قدر جوش وخروش ہوا کہ جتنے حاضرین محفل تھے سب وجد میں آگئے۔ بہت عرصہ کے بعد جب آپ کی حالت درست ہوئی تو لوگوں نے استفسار کیا کہ حضور کو وجد کس بات پر طاری ہوگیا آپ نے فرمایا کہ تم لوگ واقف نہیں ہو۔ میرا صابر اس وقت جس مقام پر ہے وہاں بڑے بڑے اولیاء اللہ کا گزر ہونا مشکل ہے اور اس حال میں بھی اس نے مجھ کو فراموش نہیں کیا ہے اور قوالوں کو دیکھتے ہی میری ہی خیریت دریافت کی۔ اللہ اللہ کیا مرتبہ شناس ہستیاں ہیں۔

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلی تعلقات

یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے قدر دان و جوہر شناس تھے۔ آسمانِ فریدیہ کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ دونوں ایک دوسرے سے قلبی محبت رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے حفظِ مراتب کا بے انتہا خیال رکھتے تھے اور یہ دونوں بزرگوار جب اپنے میں کسی شخص کو ایک دوسرے کی خدمت میں بھیجتے تو فرما دیتے کہ دیکھو خبردار وہاں کوئی گستاخی یا بے ادبی نہ کرنا۔ بالخصوص حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ تاکید فرماتے کہ دیکھو

صابر صاحب مخدوم ہیں۔ ان کی تعظیم و تکریم میں کمی نہ کرنا اور کوئی ایسی بات نہ کرنا جو ان کے مزاج کے خلاف ہو اور حضرت مخدوم صاحب بھی فرستادہ حضرت محبوب الٰہی کی اتنی خاطر کرتے تھے کہ خود ہمیشہ گولر کچلا ہوا اور بلا نمک کے پانی میں اُبلا ہوا نوش فرماتے تھے۔ مگر جب کوئی دہلی سے آتا تو فرماتے کہ بابا شمس الدین ان کیلئے آج نمک بھی ڈال دینا۔ کیونکہ ہمیں اہلِ دہلی کی خاطر منظور ہے۔ اللہ اللہ کیا تلطف اور ترحم ہے۔

شمس بر انجم

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نے ازراہِ تفاخر اپنے مرشد کی عظمت دکھانے کے لیئے عرض کیا کہ حضور ہمارے شیخ کے اتنے خلفاء ہیں جتنے آسمان میں ستارے ہیں۔ لیکن حضور کے یہاں سوائے خواجہ شمس الدین کے اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت مخدوم صاحب نے مسکرا کر فرمایا، شمس ما کافی است کہ بر ہمہ غالب است بفضل حق سبحانہ تعالیٰ۔ چنانچہ شمس بر انجم، یعنی اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہمارا شمس اکیلا ہی ان سب پر اس طرح فائق ہے جیسے کہ آفتاب تمام ستاروں پر۔ مرید یہ سن کر خجل اور شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ اور بوقت واپسی کل واقعہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تم نے حضرت

کی شان میں بڑی گستاخی میں۔ وہ مقربِ الٰہی ہیں کہ تم کو اس تقابل سے کیا حاصل ہوا کہ انہوں نے بالکل صحیح فرمایا۔ خبردار اب ہرگز ایسی بدتمیزی کی بات مت کرنا۔ تم حصولِ فیضان کے لیئے جاتے ہوایا تحصیل لاحاصل کے لیئے۔

ذوق علوم ظاہری

جس وقت تک آپ پر کیفیتِ جذب طاری نہیں ہوئی تھی اس وقت تک آپ کو تفسیر و احادیث سے خاص دلچسپی ہوا کرتی تھی اور اکثر فرصت کے اوقات میں اسی کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ فارسی میں آپ کا تخلص احمدؔ تھا اور اُردو میں صابرؔ۔

امروز شاہ شاہاں مہمان شدہ است مارا
جبریل یا ملائک درباں شدہ است مارا

درجلوہ گاہ وحدت کثرت کجا بگنجد
ہژدہ ہزار عالم یکساں شدہ است مارا

درمحفل گدایاں مرسل کجا بگنجد
بے برگ و بے نوائی ساماں شدہ است مارا

احمدؔ بشت و دوزخ برعاشقاں حرام است
اینجا رضائے جاناں رضواں شدہ است مارا

اُردو کلام میں یہ شعر آپ سے منسوب کیا جاتا ہے ؎

اس طرح اس میں ڈوب اے صابر
کہ بجز ہُو کے غیر ہُو نہ رہے

حُلیہ مُبارک قد آپ کا میانہ، جسم لاغر، نحیف اور راست تھا۔ آپ کا سرِ اقدس بزرگ تھا جس کے گھنے سیاہ بال تھے۔ جو بچپن سے کبھی ترشوائے نہ گئے تھے اور نہ ان میں کبھی شانہ کیا گیا تھا۔ گوش مبارک دراز اور کشادہ تھے۔ پیشانی اقدس بلند اور کشادہ تھی۔ ابرو دراز و سیاہ۔ چشم مبارک نہایت آبدار اور بڑی بڑی تھیں۔ بینی اقدس بلند، چہرہ انور نہ بہت چوڑا اور نہ بہت لانبا بلکہ متوسط، عارض مبارک سے ایک نور کی سی بارش ہوتی تھی۔ لب ہائے مبارک پتلے۔ دہانہ تنگ۔ دندان مبارک چمکدار۔ زبان پتلی ہونے کی وجہ سے آپ نہایت خوش الحان تھے۔ زیر زنخداں موئے محاسن مبارک نہایت باریک اور ملائم و سیاہ، گردن لانبی، انگلیاں لانبی۔ ناخن مبارک باریک صاف اور آبدار، کمر متوسط، سینہ اور شکم مبارک میں ناف تک سیاہ بال کثرت سے تھے۔ پشت میں دائیں شانہ کے نیچے اور جگر کے اوپر مہر ولایت جلی خط میں بعبارت ھٰذا وَلِیُّ اللّٰہ منقش تھی۔ پائے اقدس راست و دراز اور نیچے لمبائی چوڑائی میں نہایت موزوں اور پیروں کی انگلیاں پتلی اور لانبی تھیں۔

پوشاک

آپ کے لباس میں ہمیشہ ایک تہہ بند اور ایک خرقہ گل ارمنی رنگ میں رنگا ہوا ہوتا۔ یہ رنگ آپ کو بہت مرغوب تھا۔ جب تک پاک پٹن شریف میں قیام کیا کبھی کبھی سر پر کلاہ یا عمامہ کا اسی رنگ کا استعمال فرماتے تھے اور کلیر میں تشریف لانے کے بعد سر پر کوئی چیز کپڑے کے قسم کی استعمال نہیں فرمائی۔ زندگی بھر یومِ ولادت سے لیکر انتقال کے وقت تک کبھی پائے مبارک میں نعلین نہیں استعمال فرمائی۔ جس جگہ پر قدم مبارک رکھ دیتے تھے وہ جگہ اس قدر منور ہو جاتی تھی کہ نگاہ کام نہیں کرتی تھی۔

باب ۱۹

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب آپ کا نام نامی مسعود بن کمال الدین سلیمان تھا۔ اور سلسلہ عالیہ نسباً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سے ملتا تھا۔ آپ کا لقب فرید الدین گنج شکر تھا۔

پیدائش ۵۸۴ھ میں بمقام کوٹھوال ضلع ملتان میں پیدا ہوئے۔

تعلیم صغر سنی میں آپ نے کلام مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد علومِ مروّجہ کی تکمیل کی۔ ایک مرتبہ اتفاق سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ملتان تشریف لائے تو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی زیارت کیلئے گئے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں "نافع" نام کی ایک کتاب تھی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے استفسار فرمایا کہ تمہارے ہاتھ میں یہ کون سی کتاب ہے؟ بابا صاحب نے جواب میں عرض کیا کہ یہ فقہ کی ایک کتاب ہے۔ اس کا نام نافع ہے۔ حضرت قطب الاقطاب نے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ نافع سے تم کو بہت

نفع ہوگا۔ اس بات نے حضرت بابا صاحب کے دل کو موہ لیا، اور آپ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔ جس وقت حضرت خواجہ قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لانے لگے تو آپ بھی ان کے ہمراہ آنے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر قطب صاحب نے فرمایا، بے تحصیلِ علم کے فقیری شیطان کا مسخرہ پن ہوتی ہے، پس آپ تحصیل و تکمیل علوم ظاہری کے واسطے ملتان میں ٹھہرے رہے اور پھر اس شوق میں قندھار تشریف لے گئے اور وہاں پانچ سال قیام فرما کر فارغ التحصیل ہوئے۔

سیر و سیاحت

اس کے بعد آپ نے سیاحت کی اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سُہروردی رحمۃ اللہ علیہ شیخ سیف الدین خفری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نیشاپوری کی کہ جو اس عہد کے بزرگان کرام اور صالحانِ عظام تھے۔ خدمت میں حاضر ہو کر شرف و فیوض باطنی حاصل کرتے ہوئے اور مرید ہو گئے۔ غزنین دروازے کے قریب ایک حجرہ آپ کے قیام کے لئے حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ نے بتلایا۔ آپ اسی میں دن رات ریاضت و مجاہدات میں مصروف رہنے لگے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی۔ اس

شباب کے عالم میں یہ ریاضت و مشقت دیکھ کر خلقت ٹوٹ پڑی اور ہر وقت آپ کے حجرہ میں جمِ غفیر رہنے لگا۔ اور آپ کے مشاغل میں فرق پڑنے لگا۔ یہ بات آپ کو پسند نہ تھی۔ آپ وہاں سے قصبہ بانسی شریف لے گئے اور وہاں اپنے اشغال میں مصروف ہو گئے۔ اسی درمیان میں خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ دہلی تشریف لائے اور خرقہ و عصاء مصلی اور نعلین و تبرکات و مکتوبات و تحائف وغیرہ اپنے مرشد کے حاصل فرمائے اور مسند نشین خلافت ہوئے۔

عام حالات

لباسِ نفیس سے آپ کی طبیعت خوش نہ تھی۔ ہمیشہ اپنا پرانا لباس زیب تن کیئے رہتے تھے اور اسی میں آپ کا دل مسرور رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص ایک بند کرتا آپ کے لیئے لایا۔ آپ نے خاطراً اس کو پہن لیا مگر تھوڑی دیر کے بعد اسے اتار ڈالا۔ جس وقت مقربین خاص نے استفسار کیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ مجھ کو اِس میں الجھن ہوتی ہے اور جو لطف اس کو بوسیدہ کرنے میں تھا وہ اس میں نہیں ہے اور یہ کہہ کر وہی کُرتا پہن لیا۔ آپ عموماً صائم رہا کرتے تھے اور منقیٰ کے شربت سے افطار فرمایا کرتے تھے۔ شب میں ایک سیر آٹے کی روغنی روٹی پک کر سامنے آتی تھی۔ اس میں سے آپ دو تہائی

حاضرین کو تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اور بقیہ خود تناول فرمایا کرتے تھے اور دن رات میں بس یہی آپ کی کل غذا تھی۔ صحت جسمانی باوجود سخت محنت و ریاضت کے بھی بہت اچھی تھی۔ متوکل بے انتہا تھے۔ کثیر خاندان کے مورث ہونے کے باعث فاقہ کشی کی نوبت اکثر آجایا کرتی تھی۔ مگر کبھی لب شکایت وا نہ ہوئے اور ہمیشہ بے فکر و مستغنی رہتے تھے۔ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین بادشاہ دہلی نے نذر میں ایک کثیر تعداد میں زر نقد اور چار گاؤں کی ملکیت کی سند کلی بھجوائی۔ آپ نے زرِ نقد قبول فرما لیا اور سند یہ ارشاد فرما کر واپس بھجوا دی کہ فقیر کو ایسے جھگڑوں میں نہ مبتلا کیا جائے۔

سماع آپ کی روحی غذا تھی اور اس سے آپ بہت متاثر ہوا کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور سماع جائز ہے یا ناجائز؟ آپ نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ ایک شخص تو ایک چیز سے جل کر خاکستر بن گیا اور آپ ابھی تک اس کے جواز اور ناجواز ہی کے بحث میں پڑے ہوئے ہیں۔

عطائے خلافت و قیام

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی کو خلافت عطا فرما کر اجودھن (پاک پٹن شریف) پنجاب کو روانہ ہو گئے اور وہیں بستی سے باہر جنگل میں ایک درخت کے نیچے کمبل بچھا کر بیٹھ گئے اور مشغول

باشغال ہوگئے۔ یہ کمبل بہت کم لمبا چوڑا تھا۔ جس وقت آپ اس پر لیٹتے تو پیر کمبل سے باہر نکل جاتے تھے۔ ایک لکڑی کا تکیہ آپ کے سرہانے رہتا تھا اور ایک عصا جو پیر و مرشد کا عطیہ تھا ہر وقت ہاتھ میں رہتا تھا۔

حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ازواجِ مطہرات و اولاد

آپ کی تین بیویاں تھیں۔ اول زوجہ محترمہ حضرت شیخ زکریا سندھی کی ہمشیرہ بی بی نجیب النساء تھیں اور آپ کے بطن سے چار فرزندِ ارجمند پیدا ہوئے۔ جن کے اسماء مبارک یہ ہیں (۱) نعیم الدین (۲) عزیز الدین (۳) سلطان الدین (۴) فرید بخش۔

دوسری بیوی آپ کی سلطان غیاث الدین بلبن کی دختر حضرت بی بی خاتون تھیں۔ آپ کے بطن سے سات فرزند تولد ہوئے اور پانچ بیٹیاں جن کے نام بالترتیب یہ ہیں (۱) کرم الدین (۲) فہیم الدین (۳) شہاب الدین (۴) بدر الدین (۵) نظام الدین (۶) یعقوب (۷) عبداللہ اور فاطمہ۔ شریفہ۔ ہاجرہ، زینب، مستورہ، تیسری بیوی آپ کی حضرت کلثوم تھیں اور آپ کے بطن سے تین فرزند تولد ہوئے۔ شفیع محمد، خضر فرید شاہ، یوسف احمد۔ اس طرح سے آپ کے چودہ فرزند اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ سب صاحبزادے

قطب کے درجہ کو فائز ہوئے اور بیٹیاں فردوسی تھیں۔

وفات

آپ کی وفات شریف کے حالات باب دہم میں مفصل تحریر ہو چکے ہیں۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں ۵ محرم الحرام ۶۶۸ھ میں بعمر ۹۵ سال اس عالم فانی سے رحلت فرمائی۔

حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا پارچۂ کفن

جس شب کو آپ نے وصال فرمایا ہے اس وقت تمام حاضرین نے اس بات کی ہر چند کوشش کی کہ شب میں ہی تجہیز و تکفین کے اہتمام سے فارغ ہو جائیں مگر عسرت کی وجہ سے پارچۂ کفن میسر نہ ہو سکا اور سامانِ تجہیز۔ مجبور ہو کر صبح پر معاملہ ملتوی رکھا گیا۔ صرف تختہ ہائے سنگ موسیٰ قبر کیلئے جس پر کلمہ طیبہ نقش تھا اور ایک سوداگر محمد عظیم نامی نذر کر گیا تھا، موجود تھے۔ صبح کی نماز کی اذان سے پہلے حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو پڑوس کی بڑھیا مسماۃ عمدہ بنتِ غیاث الدین نے پکارا اور پاس بلا کر ایک تھان کپڑے کا دیا۔ آپ نے اس کے لینے میں تامل کیا تو اس ضعیفہ نے عرض کیا کہ میں نے باوضو اور صائم رہ کر خود اپنے ہاتھ سے سوت کو کاتا ہے اور نورباف سے طہارت کی حالت میں بننے کی تاکید کر کے نہایت احترام سے

بنوایا ہے اور اس کو اپنے کفن کے لیئے رکھا تھا۔ لیکن آج شب میں نے حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے نیک بخت ضعیفہ اس تھان کی قیمت کیا لو گی۔ میں نے عرض کیا کہ عالی حضرت میں نے اس کی تیاری میں جو محنت و ریاضت کی ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس کے معاوضہ میں دوزخ سے بچوں اور جنت میں اللہ اپنے حبیب کے طفیل میں داخل کر دے اور یہی اس کی قیمت ہے۔ یہ سُن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس کو حضرت بابا صاحب کے لباس کے لیئے شمس الدین کو دے دے۔ میں تجھ کو جنت میں پانچ عالی شان محل دوں گا۔ بس میں اپنی قیمت بہت دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتی ہوں اور یہ تھان آپ کے حوالے کرتی ہوں۔

حضرت بابا صاحب کی تدفینِ اوّل

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب کے وصال کے وقت تشریف نہ رکھتے تھے۔ اس وجہ سے خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کرنے میں تامل تھا اور منتظر تھے کہ وہ بھی تشریف لے آئیں۔ مگر آپ کے صاحبزادگان نیز اور حضرات کی یہ رائے ہوئی

کہ جسدِ اقدس کو سپردِ زمین کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے پارچہ جات لباس تیار کیئے اور خود ہی غسل دیا اور لباس مذکورہ میں کفنایا اور چھٹی محرم ۶۶۴ھ بعد نماز اشراق کے نماز جنازہ ادا کی گئی اور بعد نماز چاشت کے جسم مقدس کو سپردِ خاک کیا گیا۔

حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تدفینِ ثانی

چونکہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ محبوب الٰہی حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال سے اکیس یوم قبل سے اعتکاف میں تھے۔ پس جب آپ اعتکاف سے فارغ ہوئے تو محمد افضال ابدال نے حضرت بابا صاحب کے انتقال فرمانے کا مفصل حال بیان کیا۔ آپ یہ سنتے ہی حجرہ مبارک بند کر کے پاک پٹن کی طرف تشریف لے گئے اور ۹ محرم الحرام ۶۶۱ھ کو صبح کے وقت وہاں پہنچ گئے اور پیشتر چہار دیوارِی روضہ شریف قائم کی۔ اور دسویں محرم کو قبر سے جسد اقدس باادب تمام نکال کر دوبارہ نماز جنازہ ادا کی اور اس کے بعد اس حجرۂ خاص میں جہاں حضرت بابا صاحب مشغولِ عبادت رہا کرتے تھے تدفین ثانی کے لئے جنوبی دروازہ سے جو اب بہشتی دروازہ کے نام سے مشہور ہے داخل ہوئے اور مرقد شریف پختہ و خام

اینٹوں سے کہ جن پر بہت سے قرآن کریم ختم کر کے دم کئے گئے تھے تیار کیا اور جسد اقدس کو اس میں سپرد کر کے اور حضرت شیخ بدرالدین صاجزادہ حضرت باباصاحب کی دستار سجادہ نشینی کی باندھ کر آپ نے دہلی کو مراجعت فرمائی۔

تعمیر بہشتی دروازہ روضۂ عالیہ

حضرت سجادہ نشین بارگاہِ عالی نے اس بات کی کوشش کی کہ تعمیر پختہ روضہ منورہ پر کرنی چاہیئے۔ مگر نہ ہو سکی اور تقریباً بیس سال اسی طرح گزر گئے۔ ۶۸۱ھ میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اس ارادہ سے پاک پٹن شریف تشریف لے گئے اور آستانہ بوسی حضرت بابا صاحب کے دروازہ خورد اور دیوار کی جس کی بنیاد پہلے ہی آپ قائم فرما گئے تھے تیاری شروع کرا دی، اور اس دروازہ کی فضیلت معتبر طور پر بیان کی گئی ہے کہ ہر کس و ناکس جو اس دروازہ سے گزر جائے گا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت قطب الاقطاب شاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحہ کے لیئے شیرینی خرید کرنے کو حضرت بابا صاحب کو شہر روانہ فرمایا۔ آپ جس وقت حلوائی کی دوکان پر پہنچ

کر شیرینی خرید فرما رہے تھے تو سڑک پر ایک ہنگامہ دُور سے سُنائی دیا۔ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیسا شور ہے تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت نجم الدین پر وجدانی کیفیت طاری ہے اور آپ اسی حالت میں اس طرف تشریف لا رہے ہیں۔ منادی ندا کر رہے ہیں کہ آج جو شخص آپ کے چہرہ کی زیارت کرے گا۔ اس پر دوزخ کی آنچ حرام ہو جائے گی۔ جس وقت حضرت بابا صاحب نے یہ حال سُنا تو آپ حلوائی کی دوکان کے ایک گوشہ میں پوشیدہ ہو کر بیٹھ گئے اور آنکھوں کو بہت شدّت سے بند کر لیا۔ جب وہ ہنگامہ نکل گیا تو آپ شیرینی لے کر حضرت قطب الاقطاب کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ بابا بڑی دیر لگا دی کیا کرنے لگے تھے تو آپ نے تمامی حال گزشتہ اپنے چھپ کر بیٹھ رہنے کا عرض کیا۔ حضرت قطب الاقطاب نے متعجب ہو کر دریافت فرمایا کہ بابا تم کو کیا شک تھا کہ منادی غلط ندا دیتے ہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ "حضور اگر شک ہوتا تو چھُپ کر کیوں بیٹھتا مگر غلام تو حضور کی صورت دیکھنے والا ہے" یہ سنتے ہی حضرت قطب الاقطاب کو وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ نے اسی جذب کے حال میں ارشاد فرمایا۔ بابا نجم الدین کو صرف آج ہی یہ کیفیت

طاری ہوئی ہے اور تیرے مرقد کے بائیں دروازے سے تا قیامت جو شخص گزر جائے گا اس پر دوزخ کی آنچ حرام ہو جائے گی چنانچہ یہ فیضِ پیر مرشد ہے اور اسی وجہ سے اس کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔

تعمیرِ روضۂ عالیہ

اس عہد میں سلطان غیاث الدین بلبن دہلی کے تحت حکومت پر متمکن تھا اور اس کو حضرت بابا صاحب سے بے انتہا عقیدت تھی۔ چنانچہ سلطان نے زرِ کثیر بغرض امداد تعمیر روضہ عالیہ کے لئے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ چھ ماہ بارہ یوم میں روضہ منورہ تعمیر ہو کر تکمیل کو پہنچا۔

خلفائے کرام و مریدین

آپ کے معتقدین و مریدین کی تعداد بے شمار تھی۔ اکثر آپ بڑے بڑے فاسقوں اور کافروں کو مرید فرمالیا کرتے تھے مگر ان کو اُن کے حال پر نہ چھوڑتے تھے بلکہ کافی اصلاح فرما کر صالحین میں شامل کر دیتے تھے۔ آپ کے خلفاء بھی بہت تعداد میں تھے جن میں مشہور ترین یہ ہیں حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر مخدوم و بادشاہِ دو جہاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ نظام الدین

اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ، شیخ جمال ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ شکر گنج، شیخ نظام الدین ابن شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدر الدین سلیمان ابنِ شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین ابنِ شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدر الدین اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ، شیخ دہارو رحمۃ اللہ علیہ، شیخ زین الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ علی شکر ریز رحمۃ اللہ علیہ، شیخ علی شکر مار رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد سراج رحمۃ اللہ علیہ برادر شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عارف سیوستانی علیہ الرحمۃ، شیخ صابر رحمۃ اللہ علیہ و مولانا داؤد بانسی رحمۃ اللہ علیہ۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) آدمی کو ہر حال میں ایسا رہنا چاہیئے کہ محبت اس پر غالب رہے۔ کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ ایسا نہ گزرا کہ میرے دل میں یہ آواز نہ آئی ہو کہ زندہ دل وہ ہے جس میں محبت خدا ہے۔

(۲) درویش کو پردہ پوش رہنا چاہیئے یہی درویشی ہے بالخصوص ان چار باتوں کو اختیار کرے:۔

- آنکھ سے پردہ یعنی آنکھ اس لیئے نہ کھولے کہ بندگانِ خدا کی عیب بینی کرے
- کان اس لیئے نہ کھولے کہ بے ہودہ ناشدنی باتیں سنے
- زبان اس لیئے نہ کھولے کہ اس سے سخن ناگفتنی نکالے
- پاؤں اسلیئے نہ اٹھائے کہ نفس کی خاطر ناجائز جگہ پر جائیے۔

(۳) صوفی وہ ہے کہ ہر چیز کی گندگی کو دور کر کے صاف کر دے اور کوئی چیز اس کو گندہ نہ کر سکے۔

(۴) جیسا تو ہے ویسا ہی لوگوں کو دکھا ورنہ خود بخود اصلیت کھل جائیے گی اور پھر شرمندگی ہوگی۔

(۵) احمق کو زندہ نہ سمجھو۔

(۶) وہ چیز نہ بیچو جو خرید کر نہ لی جاتی ہو۔

(۷) ہر کسی کی روٹی نہ کھاؤ مگر ہر کسی کو کھلاؤ

(۸) گناہ پر فخر نہ کرو بلکہ توبہ کرو۔

(۹) آپ نے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں خدا سے طلب کیا کرو۔ اول وقت خوش ، دوم آب دیدہ ۔ سوم راحتِ دل ۔

(۱۰) رقت کی حالت میں دعا مانگو ضرور قبول ہوگی۔

(۱۱) آرائش کر مگر آرائش کے پیچھے نہ پڑ۔

(۱۲) جو تجھ سے ڈرتا ہے اس سے مطمئن مت رہ۔

(۱۳) دشمن سے خواہ وہ تجھ سے خوش ہی کیوں نہ ہو ہر وقت اندیشہ رکھ۔

(۱۴) جس کی بدی کے لیئے تیرا دل گواہی دیتا ہے اس سے فوراً ترک تعلق کر اور دروغ نما راستی چھوڑ۔

(۱۵) عاقل نادان سے پرہیز کر۔

(۱۶) باطن کو ظاہر سے اچھا رکھ نہ کہ ظاہر کو باطن سے۔

(۱۷) دولت مندوں کی صحبت میں دین کو نہ بھول۔

(۱۸) وقت کا کوئی بدل نہیں ہے چہار شنبہ کے دن ظہر و عصر کے درمیانی وقت کو غنیمت جان۔

(۱۹) ہنر حاصل کرنے میں ذلت کی پرواہ مت کر۔

(۲۰) خدا کی طرف سے آئی ہوئی مصیبتوں سے رنجیدہ مت ہو بلکہ اس کا شکر ادا کرو۔

(۲۱) جس اہمیت کو انسان اکیلا دو سال کی کاوشوں میں حل کر سکتا ہے دو آدمیوں کی بحث سے ایک ہی وقت میں حل ہو جاتا ہے۔

(۲۲) اپنا نیک و بد مخفی رکھ۔

(۲۳) ایسی کوشش کر کہ مرنے سے زندہ ہو جائے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب آپ کا نامِ نامی اسم گرامی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی تھا، سلسلۂ نسبی یہ ہے:۔ قطب الدین بن سید کمال الدین موسیٰ بن احمد اوشی بن سید کمال الدین بن سیّد احمد چشتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر بن امیر الدین حضرت امام محمد نقی الجواد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

سکونت آپ کے جدِ امجد سید احمد بن سید کمال الدین نے بعض وجوہات سے علاقہ ماوراء النہر کے قصبہ اوش میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔

پیدائش خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اوش میں ۲۴ رمضان ۵۴۸ھ کو تولد ہوئے تھے اور ہنوز ابھی عمر کی تین منزلیں بھی طے نہ فرمائی تھیں کہ آپ کے والد بزرگوار کو سفرِ آخرت درپیش ہوا اور آپ کو داغِ یتیمی برداشت کرنا پڑا۔

تعلیم و تربیت جب آپ کی عمر شریف پانچ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے ایک ہمسایہ سے آپ کی تعلیم کے لیئے عرض کیا کہ ان کو کسی متعلم کے سپرد کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ آپ کو لیئے ہوئے اسی فکر میں جا رہے تھے کہ

راستہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی - انہوں نے دریافت فرمایاکہ یہ کس کا بچہ ہے تو ہمسایہ نے جواب دیاکہ یہ ایک بہت بڑے عالیشان خاندان کا چشم و چراغ ہے، یتیم ہے، تعلیم کے لیئے معلم کی جستجو ہے۔ انہوں نے آپ کو مولانا حفص رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جانے کی صلاح دی جو اس عہد میں علوم ظاہر و باطن کے سرچشمہ تھے، اور کہاکہ اس ہونہار بچہ کو وہ بہت جلد صاحبِ کمال بنادیں گے اور یہ اپنے بزرگوں کے نام کو چار چاند لگائے گا۔ غرضیکہ آپ مولانائے موصوف کی سپردگی میں دےیئے گئے اور وقت سپردگی انہیں بزرگ نے سفارشاً مولانا سے یوں عرض کیاکہ حضرت یہ بچہ بہت ہونہار ہے۔ ایک خاندانِ عالی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یقین ہے کہ کسی زمانہ میں یہ اولیائے کاملین میں سے ہوگا۔ اس لیئے اس کی تعلیم و تربیت میں خاص عنایت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ سات ہی سال کی عمر میں ان صاحبِ کمال بزرگ سے علوم ظاہری و باطنی کا فیض حاصل کرلیا اور تمام منازل علمیہ طے فرمالیں۔

ذوقِ معرفت

آپ کو ہوش سنبھالتے ہی علومِ الٰہیہ کا شوق پیدا ہوا، اور پیر طریقت کی جستجو فرمانے لگے۔ گھومتے گھومتے اصفہان میں شیخ محمود اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

کی حضوری میں حاضر ہوئے اور خواہش تھی آپ حلقہ ارادت میں شامل ہو جائیں۔ اس زمانہ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سیاحت کرتے ہوئے وہاں پہنچے۔ آپ کا فضل وکمال دیکھ کر پہلے ہی حاضری میں گرویدہ ہو گئے اور اُسی دن حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور ایک عرصے تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہے اور کمال اجتہاد کے بعد خرقہ خلافت حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

شادی اور طلاق

آپ اس زمانہ میں ڈھائی سو رکعتیں نماز کی شب و روز میں ادا فرماتے اور تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھکر خدمت حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روح مبارک کی نذر گزار کرتے تھے۔ جب آپ کی شادی ہوئی تو یہ درود منقطع ہو گیا۔ شادی کے تیسرے دن مولانا رئیس احمد صاحب نے جو آپ کے مریدانِ خاص میں سے تھے خواب میں حضور سرورِ کائنات کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ "رئیس احمد قطب الدین کو ہمارا اسلام کہو اور کہو کہ آج تین دن سے تمہارا تحفہ ہمارے پاس نہیں آیا" جس وقت یہ ماجرائے خواب خواجہ رئیس احمد صاحب نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کیا تو آپ بے قرار ہو گئے اور اس قدر متاثر ہوئے کہ اسی وقت جا کر بیوی کو طلاق

دے دی۔ اور پھر مدت العمر کے لیئے تہیہ کر لیا کہ کبھی درود شریف کے وِرد کا ناغہ نہ ہوگا اور اس کے بعد ہمیشہ پیر و مرشد کی خدمت میں حاضِر رہنے لگے۔ پھر گھر سے نِکل کھڑے ہوئے اور بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی سفر میں شیخ المشائخ شہاب الدین سُہروردی شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ برہان الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ نیاز حاصل کر کے فیضانِ صحبت حاصل کیا۔

ہندوستان میں آمد

بغداد میں پہنچ کر آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب غریب نواز دہلی میں تشریف رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ وہاں سے دہلی کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ شیخ جلال الدین تبریزی بھی تھے۔ مُلتان پہنچ کر حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں چند روز قیام کیا۔ اس کے بعد دہلی کی جانب رخ کیا اور دہلی پہنچ کر مقام کیلوکھری میں قیام فرمایا۔ اور تلاش سے معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ غریب نواز دہلی سے اجمیر تشریف لے گئے ہیں شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اس طویل مسافت سے پریشان ہو گئے تھے۔ اس لیئے آپ نے سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی کو متوجہ کیا اور سلطان نے حضرت قطب الاقطاب کو شہر میں ملک اعز الدین کی مسجد کے قریب بلا کر ٹھہرایا۔ تھوڑے دنوں کے بعد آپ نے حضرت خواجہ

غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ روانہ کیا اور حاضری وخدمت کی اجازت چاہی۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آدمی جس کو دوست رکھتا ہے وہ ہر وقت اسی کے پاس موجود رہتا ہے۔ وہیں ٹھہرو یہاں آنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ فقیر خود انشاء اللہ وہیں آتا ہے۔ پس خواجہ صاحب کو مجبوراً دہلی میں قیام پذیر رہنا پڑا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لائے اور لبِ تشنگانِ دیدار کو جمال حسن سے سیراب فرما کر پھر اجمیر شریف آپ کو ساتھ لے گئے۔

مسندِ خلافت

حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند نشینی کے واقعہ کو یوں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد اجمیر شریف میں رونق افروز تھے اور اکثر خلفائے بزرگانِ دین حضوری میں حاضر رہتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ موت ایسی چیز ہے جو دوست سے ملا دیتی ہے۔ محبت اس کا نام ہے کہ دوست کی یاد دل سے ہونی چاہیے نہ کہ زبان سے۔ محبت کے متعلق بزرگوں نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر تجھ پر غالب آجاتا ہے تو میں تجھ پر عاشق ہو جاتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارا مزار اسی جگہ ہوگا

اور اسی سال ہم کو سفرِ آخرت در پیش ہے ۔ اور حضرت شیخ علی سنجری کو حکم دیا کہ "فرمانِ خلافت لکھو، ہم نے سجادہ خلافت قطب الدین دہلوی کو عطا فرمایا، چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی ۔ اس کے بعد میری طلبی کا حکم فرمایا۔ جب میں حاضر ہوا اور آداب بجالایا تب مجھے بیٹھنے کو ارشاد فرمایا۔ جب میں بیٹھ گیا تو حضرت نے اپنی کلاہ مبارک میرے سر پر رکھ کر اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھ دیا اور خرقہ اقدس مجھے پہنایا ۔ عصا میرے ہاتھ میں دیا ۔ مصلیٰ اور قرآن پاک اور نعلین مجھے مرحمت فرمائیں اور ارشاد فرمایا ، یہ نعمتیں بارگاہِ رسالت سے میرے بزرگوں کو منزلہ بمنزلہ مرحمت ہوتی چلی آئی ہیں اور ان سے اس فقیر کو عطا ہوئی ہیں ۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں ان نعمتوں کو بوجہ احسن محفوظ رکھ سکا ۔ اب میرا آخری وقت ہے اور میں یہ امانتیں تمہارے سپرد کرتا ہوں ۔ دیکھو ہوشیار رہنا اور حق امانت حتی الامکان ادا کرنا تاکہ قیامت کے دن مجھے اپنے بزرگوں کے سامنے حضور رسالت میں شرمندہ نہ ہونا پڑے ۔ پھر حضور والا نے میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف دیکھا اور بارگاہِ احدیت میں عرض کیا کہ بارالٰہا میں قطب الدین کو ان امانتوں کے ساتھ تیرے سپرد کرتا ہوں ۔ اس کے بعد مجھے واپسی کا حکم دیا اور چلتے وقت دعا فرمائی کہ جاؤ جس جگہ رہو بامراد رہو ۔ بندہ آداب و قدم بوسی بجالا کر رخصت ہوا ۔

سلطان شمس الدّین التمش رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت

سلطان شمس الدین آپ کا مرید اور بے حد معتقد تھا۔ ہفتہ میں دو مرتبہ موضع کیلوکھری میں شرف و فیض صحبت حاصل کرنے کے لیئے حاضری دیا کرتا تھا اور دہلی کے قیام کے زمانہ میں تو اکثر حاضری دیا کرتا تھا اور خود خواجہ قطب الاقطاب بھی سیر و تفریح کے سلسلہ میں کبھی کبھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔

عبادت و ریاضت

سیرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں تو اکثر شب میں استراحت فرمالیا کرتے تھے مگر آخری عمر میں دن رات چوبیس گھنٹہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے اور قطعی نہ سوتے تھے۔

صبر و قناعت

آپ بے انتہا صابر و قانع واقع ہوئے تھے اور اسی طرح آپ کے بال بچے بھی صبر و قناعت میں یکتائے عصر تھے۔ اکثر کئی کئی فاقے گزر جاتے تھے مگر کسی کے چہرہ پر شکن نہ آتی تھی۔ اور نہ کبھی لب شکایت وا ہوتے تھے بلکہ ہر حال میں سب کے سب بشاش اور خوش نظر آتے تھے۔

کاکی آپ کے اسم گرامی کے ساتھ کاکی کا لفظ شامل ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ حضرت قطب الاولیاء کسی کے نذر گزارے ہوئے روپیہ کو کبھی ہاتھ نہ لگاتے تھے اور مجبوراً متعلقین کو خرچ کی تکلیف سے قرض کی نوبت پیش آجایا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ قرض خواہ نے سخت تقاضا کیا اور سب کو یہ بات ناگوار گزری اور اس روز سے یہ عہد کر لیا کہ اب کبھی قرض نہ لیا جائے گا۔ جب حضرت کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ ہر ایک آدمی ایک کاک گرم (روغنی روٹی) اس طاق سے لیا کرو۔ چنانچہ ایسا ہی ہونے لگا اور اسی وقت سے اس کاک کی نسبت سے آپ کاکی کہلائے جانے لگے۔

جائے مزار مبارک شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک دن آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اس جگہ کسی دل سوختہ کی بو آتی ہے اور دیر تک رویا کیئے۔ اس کے لیئے آپ نے اس زمین کے مالک سے گفتگو کر کے اس کو خرید لیا اور اب وہیں پر آپ کا مزارِ اقدس ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ آپ کے مزار مبارک پر معتکف تھے۔ دل میں یہ خطرہ

پیدا ہوا کہ صاحب مزار کو زائر کا انکشاف ہوتا ہے یا نہیں کہ اتنے میں اندرون مزار سے یہ صدا آتی ہوئی سنائی دی ؏

گشتگانِ خنجرِ تسلیم را، ہر زماں از غیب جانے دیگر است

وفات بروز شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۹ھ آپ نے دہلی میں رحلت فرمائی۔ حضرت بابا فرید گنج شکر مسعود العالمین رحمۃ اللہ علیہ کو حسبِ فرمان خواجہ صاحب غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔۔ اہل سمجھ کر خرقہ خلافت مصلیٰ، نعلین مبارک اور عصا وغیرہ عطیات مرحمت فرما کر ہدایت فرمائی۔

خُلفاء علاوہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت شیخ معز الدّین دہلوی علیہ الرحمۃ حضرت حامد الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاضی سعد علیہ الرحمۃ۔ حضرت شاہ خضر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ مریدین کی تعداد بے شمار رہی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب آپ کا نامِ نامی خواجہ معین الدین حسن ہے اور آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک خواجہ غیاث الدین حسن ہے۔ آپ کا سلسلہ پدری سولہویں پشت میں حضرت علی کرم اللہ

وجہہ پر ختم ہوتا ہے۔ اور سلسلہ مادری گیارہ واسطہ سے حضرت مولانا موصوف الصّدر پر ختم ہوتا ہے۔ یعنی آپ نجیب الطرفین اور اشرف النسب تھے۔

وطن آپ کے اجداد نے خلفائے عباسیہ کے مظالم سے تنگ آکر ترک وطن کیا اور سیستان میں آکر مقیم ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا مولد سیستان ہے۔ آپ کے والد ماجد بے حد متقی اور پرہیزگار شخصیت کے مالک تھے۔ اور متمول ہوتے ہوئے سخی بھی بہت بڑے تھے۔ جس عہد میں آپ سیستان تشریف لائے ہیں اس زمانہ میں طواف الملوکی کی گرم بازاری تھی اور یہاں بھی آپ کو چین نصیب نہ ہوا اور آپ بلاد خراسان میں تشریف لے گئے۔

پیدائش اسی زمانہ میں قصبہ سنجر میں جو خراسان کے قریب ہے۔ ۱۴، رجب المرجب ۵۳۷ھ کو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ تولد ہوئے۔ آپ کی تاریخ ولادت کا مادہ "امام مجتبیٰ" ہے

تعلیم و تربیت آپ کے بچپن کے حالات و تربیت کے واقعات کسی تاریخ مین درج نہیں ہیں اور چونکہ اس زمانہ میں ایک غدر کا عالم تھا۔ نہ کوئی بادشاہ تھا اور نہ کسی بادشاہ کا رعب تھا۔ ملک میں ہر طرف تباہی و غارت گری کا بازار تھا۔ فرقہ ملاحدہ باطنیہ اور ترکان غزو کا زور شور تھا۔ ہر شخص اپنی

مصیبت میں مبتلا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف تیرہ سال کی تھی۔ ان حالات کو ملاحظہ فرما کر اپنا دل دنیا اہل دنیا سے بالکل ہٹ گیا۔ دو سال بعد آپ کے والد بزرگوار کا ظلِ عاطفت بھی آپ کے سر سے اُٹھ گیا اور ترکہ پدری میں سے ایک باغ جس میں انگور کی کاشت ہوتی تھی اور ایک پن چکی آپ کو ترکہ میں ملی اور اسی پر آپ کی بسر اوقات ہوتی تھی۔ باغ میں خود ہی اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے۔ اور فصل کی نکاسی ذریعہ معاش تھی۔

عرفان کی چوٹ

اسی جوار میں ایک بزرگ شیخ ابراہیم مجذوب قلندر بڑے صاحب معرفت اور اہلِ دل سے، رہتے تھے۔ ایک دن ان کا گزر اس باغ کے سامنے ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب نے بہت عزت واحترام سے باغ میں لا کر آپ کو بٹھایا اور ایک خوشہ تازہ انگوروں کا لا کر آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور انگور نوش فرما کر اپنی جیب سے کھلّی کا ایک ٹکڑا نکال کر خواجہ صاحب کو دے کر کہا کہ اس کو کھالو۔ خواجہ صاحب نے فوراً تعمیل حکم کی۔ اس کو حلق کے نیچے اترنا تھا کہ اس نے فوراً کایا پلٹ کر دی۔ نہ دنیا کی وقعت نظروں میں رہی نہ دولت کی۔ ایسا معلوم ہونے لگا کہ ایک گہری تاریکی میں آپ ہیں۔ پس اس کے بعد ہی آپ نے باغ اور چکی مذکور فروخت کر کے خدا

کی راہ میں غرباء و مساکین کو تقسیم کر دی اور خود اصل روشنی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے۔ سمرقند و بخارا کاشغر وغیرہ مختلف شہروں میں گھوم پھر کر علومِ ظاہری کی تکمیل کی۔ بخارا میں مولانا حسام الدین صاحب کی درس گاہ جو اس زمانہ میں مرجع خلائق تھی داخل ہو کر اول کلام پاک حفظ کیا۔ پھر دیگر علوم ظاہر کی تکمیل کی۔ اور تمام علومِ دینیہ تفسیر و فقہ و احادیث پر عبور حاصل کیا۔

ارادت

ان علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے سے آپ کی صفائی قلب تو ہو گئی لیکن دل جس روشنی کا متلاشی تھا وہ میسّر نہ ہوئی۔ پس آپ پھر ارضِ مغرب کی جانب روانہ ہوئے اور اکثر بزرگان کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت سے کسبِ فیض فرماتے ہوئے موضع ہارون جا پہنچے جہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی جیسے آفتاب دنیائے معرفت و ماہتاب عالم حقیقت موجود تھے۔ آپ اُن کے حلقۂ ارادت میں ۱۰ شوال ۵۶۰ھ بروز پنجشنبہ داخل ہو کر کسبِ معرفت فرمانے لگے۔ آپ کا طریقۂ بیعت بہت دلچسپ ہے مگر بوجہ طوالت قلم انداز کیا جاتا ہے۔ ایک ہی دن اور رات کے مجاہدہ نفسانی کے بعد ہی تحت الثریٰ سے عرشِ معلیٰ تک۔۔۔ حجابات اٹھ گئے۔ سب کچھ بلا تکلف دکھائی دینے لگا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی آپ کو مکہ معظمہ و

مکرمہ لے گئے اور وہاں آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو خدا کے حضور میں پیش کیا اور غیب سے ندا آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔ وہاں سے مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ درگاہِ نبوت میں خواجہ سے سلام کرایا اور جواب میں ندا آئی رسالت مآب سے "وعلیکم السلام یا قطب المشائخ"

سیاحت

آپ نے خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ تقریباً بیس سال سیاحت کی۔ دورانِ سیاحت میں آپ اپنے مرشد پاک کی بے انتہا خدمت کرتے تھے۔ ان کا بستر وغیرہ سب اپنے سر پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ قصبہ سنجار میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے، کرمان میں شیخ اوحدالدین کرمانی سے اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے، ہمدان میں شیخ یوسف ہمدانی سے، تبریز میں شیخ ابوسعید تبریزی سے، اصفہان میں شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ تبریزی سے ملاقی ہوئے۔ اور جانبین نے ایک دوسرے سے کسبِ ضیائے معرفت کیا۔ اسی مقام پر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ پھر خرقان میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی سے نورعرفان حاصل کیا۔ یہاں سے ہرات کی جانب تشریف لے گئے اور وہاں خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر مجاہدہ

و محاسبہ فرماتے رہے۔ من بعد سبزوار جا پہنچے اور وہاں کے حاکم یادگار محمد کو جو فرقہ تشیع کا پیرو تھا اور خلفائے راشدین کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا، راہِ راست پر لائے۔ پھر آپ بلخ میں شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مقدس سے کسبِ فیض فرما کر روانہ ہوئے۔ اسی نواح میں اس وقت ایک حکیم ضیاء الدین نامی بہت بڑا فلسفی اور صوفیائے کرام کا منکر تھا جو اُن کی شان میں بڑی بے ادبیاں کیا کرتا تھا، اُس کو راہِ راست پر لائے، اور حلقہ ارادت میں شامل فرمایا۔ وہاں سے آپ سیستان میں رونق افروز ہوئے اور شیخ صدرالدین احمد سیستانی سے شرف ملاقات حاصل فرمایا۔ پھر حضرت شیخ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تشریف لائے جہاں چند فقراء اکٹھے تھے جنہوں نے محفلِ سماع منعقد کی اور کئی دِن تک یہ جلسہ جاری رہا۔ وہاں سے سمرقند کی راہ لی خواجہ ابواللیث سمرقندی کے مکان کے قریب ایک مسجد تعمیر ہونے والی تھی اور سمت قبلہ پر بحث ہو رہی تھی۔ ایک شخص کسی کا کہنا نہ مانتا تھا۔ آپ نے اس کی گردن پکڑ کر ایک طرف منہ کر کے فرمایا کیا دکھائی دیتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ مکہ معظمہ نظر آرہا ہے۔ اور اپنی بے ہودگی پر سخت شرمندہ ہوا۔ یہاں سے آپ بدخشاں کی طرف راہی ہوئے۔ وہاں ایک بزرگ سے جو

حضرت جنید بغدادی کی اولاد میں سے تھے اور ایک سو چالیس سال کی عمر رکھتے تھے ملاقات کی۔ اس سلسلہ میں آپ نے خواجہ بہاؤ الدین اوشی سے بھی ملاقات کی۔

تفویض ولایت ہند

اس سیاحت کے بعد آپ مکّہ معظمّہ تشریف لے گئے اور طواف کعبۃ اللہ میں مشغول تھے، غیب سے آواز آئی کہ معین الدین ہم تجھ سے خوش ہیں اور تجھ کو بخش دیا۔ مانگ اور کیا چاہتا ہے۔ آپ نے سرنیاز سجدہ میں ڈال کر عرض کیا۔ بار الہا! میرے سلسلوں میں جو مرید ہوں ان کی بھی مغفرت فرما۔ ارشاد ہوا قبول کی گئی۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو حضور سرور کائنات صلعم کی حضوری حاصل ہوئی اور حکم ہوا کہ اے معین الدین! تو خاص ہمارا ہے اور ہمارے دین یا معین ہے۔ ہم ولایت ہند تیرے سپرد کرتے ہیں جا، اور اجمیر میں کہ جہاں کفر کی بدلیاں چھائی ہیں۔ آفتاب اسلام کی روشنی پھیلا، خدا تجھے کامیاب کرے گا۔ آپ وہاں سے واپس ہو کر بغداد شریف تشریف لائے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہو کر مفصّل حالات عرض کیے۔ آپ بہت خوش ہوئے اور کچھ دن کے قیام کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تکمیل خلافت فرما دی اور

عصا مبارک، مصلّیٰ، خرقہ اقدس اور تمام بزرگوں کے تبرکات ونعمات عطا فرما کر سندِ خلافت عطا فرمائی اور کامل و اکمل بنا کر ہندوستان کی جانب روانہ کر دیا۔

ہند میں تشریف آوری

آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس سے رخصت ہو کر غزنین ہوتے ہوئے لاہور تشریف لائے اور یہاں حضرت مخدوم علی ہجویری لاہوری قدس سرہٗ العزیز کے مزار پر معتکف ہوئے اور پھر وہاں سے تبلیغ اسلام فرماتے ہوئے دہلی تشریف لائے۔ آپ نے دہلی کے قلعہ کے قریب قیام فرمایا۔ اس زمانے میں دہلی میں کھانڈے راؤ کی حکومت تھی۔ جو نہایت متعصب اور مسلم کش شخص تھا۔ ایک عرصہ تک آپ نے وہاں تبلیغ فرمائی اور وہاں سے اجمیر شریف کا راستہ لیا۔ یہ بہت پرانا شہر تھا اور تمام علاقہ میں کفر و شرک کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ راجہ پرتھی راج کی حکومت تھی۔ آپ جس وقت اجمیر شریف تشریف لائے آپ کی ذات سے بہت سی کرامات اور واقعات عجیبہ ظہور پذیر ہوئے۔ اکثر ساحروں سے جن میں سب سے زیادہ مشہور جے پال جوگی تھا مقابلہ کیا اور سب کو نیچا دکھا کر داخلِ اسلام کیا۔ آپ نے رائے پتھورا یعنی پرتھی راج کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ مگر راجہ

کی قسمت میں یہ دولت نہ تھی۔ اس لیئے نہ مانا۔ انہیں دِنوں میں سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ راجہ پرتھی راج نے اس حملہ میں سخت مقابلہ کیا مگر مارا گیا اور آپ کے لیئے تبلیغ کا میدان صاف ہوگیا۔

اشاعتِ اسلام ہندوستان میں آپ کی تشریف آوری کی غرض خاص و غایتِ اصلی اشاعتِ اسلام تھی اور اسی مشن کو آپ آخر عمر تک کامیابی سے چلاتے رہے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے اور اسی وجہ سے آپ کا شمار اجل مبلغین اسلام میں ہے۔

اخلاق آپ بہت منکسر مزاج اور متواضع تھے۔ کبھی کسی سے غصّہ سے بات چیت نہ کرتے۔ حاجتمندوں کی حاجت پوری کرنے میں خواہ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ برداشت کرنی پڑے کبھی انکار نہ فرماتے۔ ہر شخص سے خندہ پیشانی سے بات کرتے۔

متاہلِ زندگی آپ نے سَاری عمر تجرد میں بسر کی اور نوّے سال کی عمر میں بموجب ارشاد نبوی دو شادیاں کیں۔ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی۔

سَماع سماع حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو بہت محبوب روحی غذا تھی۔ اکثر آپ کو سماع کے وقت

بے خودی اور بے خبری گویا ایک استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی۔ جو حاضرین کے قلوب پر ایک خاص قسم کا اثر کرتی تھی۔

استغراق

حضرت خواجہ صاحب کو اکثر استغراقی حالت کا یہ حال تھا کہ نماز کا وقت آتا تو خواجہ قطب الاقطاب یا قاضی حمید الدین ناگوری سامنے کھڑے باآواز بلند صلوٰۃ پکارتے پھرتے۔ آپ کو گوش مبارک کے قریب صلوٰۃ کی آواز دیتے تو بھی آپ کو خبر نہ ہوتی۔ تب مجبوراً آپ کا شانہ مبارک پکڑ کر ہلاتے تو پھر آپ چونکتے اور نماز ادا فرماتے تھے۔

زہد و اتقاء

کبھی آپ نے دولتِ دنیا کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ بادشاہِ دہلی اکثر تحائف بھیجا کرتا تھا مگر آپ سب غرباء و مساکین میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ تمام عبادت میں آپ کو دو چیزیں بہت مرغوب تھیں۔ صوم اور صلوٰۃ۔ صوم کا یہ حال تھا کہ اکثر سات یوم کا روزہ رکھتے تھے اور ساتویں روز جَو کی خشک روٹی سے جو وزن میں پانچ مثقال سے زیادہ نہ ہوتی تھی روزہ افطار فرماتے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھ لیتے۔ رات کا زیادہ حصہ نوافل میں گزرتا تھا۔ عمر کے زیادہ حصّے میں عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔

کرامات آپ کا ہر نفس کرامات سے پُر تھا۔ ہر اشارہ ایک کرامت کا حامل ہوتا تھا۔ آپ سے چار ہزار چھ سو ساٹھ کرامات ظاہر ہوئیں۔

وفات فرمانِ نبوت کی تعمیل بدرجہ اتم کر چکنے کے بعد ستانوے سال کی عمر میں جمعہ کے دِن نمازِ عشاء کے بعد ۶ ر رجب المرجب ۶۳۳ھ کو واصل بحق ہو گئے۔ آپ کی پیشانی پر حَبِیبُ اللّٰہِ مَاتَ فِی حُبِّ اللّٰہ کے نقوش بعد وصال کے لوگوں کو نظر آئے۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) عشاق کا دل مثل آگ کے ہوتا ہے اور جو کچھ اس کے اندر آتا ہے یہ آگ اس کو بھی جلا دیتی ہے

(۲) دریا جب بہتا ہے تو بہت زور شور ہوتا ہے اور جب سمندر میں پہنچ جاتا ہے تو کامل سکون ہو جاتا ہے۔ یہی حال سلوک کی منزلوں کا ہے۔

(۳) نیک کام کرنے سے نیکوں کی صحبت اور بُرے کام کرنے سے بدتروں کی صحبت ہے۔

(۴) خدا کی شناخت اس کو ہو گی جو خلقت سے الگ رہے اور

اپنے کو عارف نہ سمجھے۔

(۵) پاس انفاس اہل عرفان کی عبادت ہے۔

(۶) تمام عبادتوں سے زیادہ مقبول یہ عبادت ہے کہ مظلوموں اور عاجزوں کی فریاد رسی کرے۔

(۷) سخاوت کرنا نعمتیں حاصل کرنے کی کُنجی ہے۔

(۸) درویش وہ ہے جو حاجتمندوں کو مایوس نہ کرے۔

(۹) درویشوں کے لیئے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ درویشوں کے پاس بیٹھے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ درویشوں سے دور رہے۔

(۱۰) چار صفتیں نفس کی جوہر ہیں۔ عُسرت میں غِنا کا اظہار، بھوک کے وقت سیری کا اظہار، غم کے وقت خوشی کا اظہار، دشمن کے ساتھ دوستی کا اظہار۔

(۱۱) جھوٹی قسم کھانے والے کے گھر سے برکت جاتی رہتی ہے اور وہ برباد ہو جاتا ہے

(۱۲) الحمد شریف کثرت سے پڑھنا ہر حاجت کیلئے کلیدِ کامیابی و کامرانی ہے۔

(۱۳) جو عبادت نہیں کرتا وہ حرام کھاتا ہے۔

(۱۴) خدا اپنی دوستی میں بلائیں نازل کرتا ہے۔

(۱۵) بھوکوں کو کھلانا، پیاسوں کو پلانا، حاجت مندوں کی حاجت روائی، درماندوں کی دستگیری، دوزخ کے قفل پر مہر لگا دیتی ہے۔

(۱۶) نماز ایک عہدہ ہے۔ اگر اس عہدہ سے سلامتی کے ساتھ بری الذمہ ہوا تو خیر ورنہ حشر میں خدا کے سامنے کیا منہ لے کر جائے گا۔

(۱۷) سب گناہوں سے بڑھ کر یہ گناہ ہے کہ نماز وقت پر ادا نہ کی جائے۔ اور فرض نمازیں ایک وقت میں پڑھی جائیں۔

(۱۸) اہلِ سلوک کے لیئے گناہ کبیرہ یہ ہے کہ خدا کا نام اگر اس کے سامنے لیا جائے یا خدا کا کلام اس کے سامنے پڑھا جائے تو اس کا دِل نرم نہ ہو۔

(۱۹) سالک کو چاہیے پہلے دنیا کو پھر ما فیہا کو پھر اپنے نفس کو طلاق دے۔ تب اس کے بعد راہِ سلوک میں قدم رکھے ورنہ جھوٹا ہے۔

(۲۰) عارف وہ ہے جو اپنے دل سے سب چیزوں کو نِکال دے اور یکتا ہو جائے جیسا کہ اس کا معشوق یکتا ہے۔

(۲۱) تصوف میں نہ رسمیں ہیں کہ جن کی پابندی ہو سکے اور نہ کچھ علوم ہیں جن کو پڑھ کر صوفی ہو سکے بلکہ نفوسِ اہلِ محبت اور شیخانِ طریقت کے نزدیک تصوف خدا کی مخلوق کے

ساتھ اخلاقِ حسنہ سے پیش آنا ہے

(۲۲) عارف وہ ہے جس میں ہیبت، تعظیم اور حیا یہ تین رکن پائے جائیں۔

(۲۳) موت ایک پُل ہے جو دوست کے درمیان حائل ہے، دریا سے پار اتار دیتا ہے۔

(۲۴) دوست کو دل سے یاد رکھنا چاہیے نہ کہ زبان سے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا مولد شریف قصبہ ہارون خراسان کے مضافات میں ہے۔ آپ کی کرامت بزرگی اور خدارسی کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو صرف ایک دن رات کے مجاہدہ کے بعد مقبول بارگاہِ احدیت اور محبوب بارگاہِ رسالت بنا دیا۔ زندگی کا زیادہ حصّہ آپ نے سیر و سیاحت میں گزارا۔ آخری عمر میں معتکف ہوگئے اور چھٹی شوال ۶۱۷ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک مکہ معظمہ میں ہے۔ نماز کی تاکید کے متعلق آپ نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا کہ کل قیامت کے دن جتنے اولیاء، انبیاء اور مسلمان ہیں، ان میں جو کوئی عہدۂ نماز سے سلامتی کے ساتھ سبکدوش ہوگیا، وہ ہوگیا اور جو نہ چھوٹا وائے اس کے حال پر کہ وہ ہوگا اور دوزخ کی آگ، ہمیشہ اُس

میں رہنا ہوگا۔ تفسیر امام زاہد میں فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ (ویل ہے ان نمازیوں کے لیئے جو نماز میں سستی کرتے ہیں) کی تفسیر اس طرح سے کی گئی ہے کہ ویل ایک کنواں ہے دوزخ کے اندر جس میں نہایت سخت عذاب رکھا گیا ہے۔ وہ عذاب انہیں لوگوں کے لیئے ہے جو نماز میں تاخیر کرتے ہیں اور پھر آپ نے ویل کی تفسیر خود اس طرح بیان فرمائی کہ ویل ستر ہزار مرتبہ خدائے عزوجل سے فریاد کرتا ہے کہ یہ عذاب سخت کس گروہ پر کیا جائے گا۔ حکم باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ یہ عذاب ان لوگوں کے لیئے ہے جو اپنی نماز بروقت نہیں پڑھتے ہیں۔ آپ کا مقولہ ہے کہ ارباب محبت سوائے دوست کے کسی اور چیز کے ساتھ انس نہیں رکھتے ہیں بلکہ ہر چیز سے علیحدہ اور متوحش رہتے ہیں۔ اور جو کوئی دلدادہ دوست ہے وہ جب صبح کو اٹھتا ہے تو رات کی خبر نہیں رہتی اور جب رات ہوتی ہے تو اس کو دن کی خبر نہیں رہتی۔

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور آپ کے تصرفات

ظاہری و باطنی حد تحریر سے باہر ہیں۔ سیرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلطان سنجر سلجوقی کو لوگوں نے آپ کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں بہت گناہ گار ثابت ہوا اور دوزخ کے فرشتہ عذاب کے لیئے مجھ کو لے جانا چاہتے تھے کہ حکم باری تعالیٰ پہنچا کہ یہ شخص بہت سعید ہے۔ اس پر میں نے دوزخ کی آگ حرام کر دی تھی۔ جس دن اس نے دمشق کی مسجد میں خواجہ حاجی شریف زندنی کی قدم بوسی حاصل کی تھی۔ کیونکہ میں نے حاجی شریف کو اپنی دوستی میں لے کر پیشوائے عالم کیا ہے۔ اللہ اللہ یہ پیار و محبت الٰہی اس بندہ پر جس نے صرف ایک مرتبہ قدم بوسی حاصل کر لی تھی۔ پھر بھلا آپ کی فضیلت و بزرگی کا کیا بیان ہو سکے۔ تیسری رجب ۶۲۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔ مزار مقدس زندان میں ہے۔ مگر بقول بعض بلاد بخارا میں۔ آپ حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے۔

حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے صاحب کمال اور معارف آگاہ بزرگ

تھے۔ صاحب سیرۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ جس وقت آپ پر سکرات موت شروع ہوئی تو ایک مُرد پُر ہیبت و باعظمت ایک خط ہاتھ میں لیئے ہوئے حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں وہ خط پیش کر کے معشوقِ حقیقی کی جانب سے پیغامِ وصال پر مبارکباد دی۔ آپ نے وہ خط پڑھا اور فرمایا کہ زہے سعادت اور اس خط کو آنکھوں سے لگایا اور جان اس پر تصدّق کر دی۔ جس وقت آپ کا جنازہ لوگوں نے تیار کر کے چاہا کہ اٹھا کر لے چلیں تو کسی سے جنازہ اُٹھ نہ سکا۔ اس وقت غیب سے آواز آئی کہ "سب لوگ ہٹ جاؤ" سب لوگ ہٹ گئے۔ پس مُردانِ غیب آئے اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد غیب ہو گئے۔ آپ کی وفات یکم رجب ۵۲۷ھ میں ہوئی۔ مزارِ اقدس قصبہ چشت میں ہے۔ آپ ابو یوسف خواجہ ناصر الدین کے فرزندِ اکبر اور مرید و خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ ناصر الدّین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے کامل اور عارف بزرگ تھے۔ آپ کے والد ماجد قبلہ کا اسم گرامی خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھا اور آپ کا سلسلۂ نسب پندرھویں پشت میں مولا مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپ نے اپنا جانشین اپنے پسر

اکبر حضرت خواجہ مودود کو بنایا تھا۔ آپ کو شرف ارادت حضرت خواجہ ابو محمد چشتی سے حاصل تھا۔ آپ کی وفات ۴، ربیع الاول ۴۹۵ھ میں ہوئی۔ بعض نے آپ کی وفات تیسری رجب کو لکھی ہے۔ عمر شریف وقتِ وصال ۷۴ سال کی تھی۔ مزار شریف قصبہ چشت میں ہے۔ تصرفات آپ کے حد بیان سے زیادہ ہیں۔

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ

آپ شانِ عظیم اور بلند مرتبہ تصوف میں رکھتے تھے۔ اکثر اوقات میں آپ پر عالم تحیّر طاری رہتا تھا۔ برسوں آپ نے پہلو اپنا زمین سے نہ لگایا اور مسلسل ریاضت و مجاہدے میں مشغول رہتے تھے۔ روزانہ اپنے گھر کے کنویں میں سرنگوں لٹک کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے۔ جس روز آپ تولد ہوئے شبِ عاشورہ تھی۔ آپ کے والد ماجد قبلہ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اے احمد! تیرے گھر فرزند تولد ہوا ہے میرے نام پر اس کا نام رکھنا اور اس سے میرا سلام کہنا..... العظمۃ للہ! جس کی پیدائش کی بشارت حضرت نبی کریم خود تشریف لا کر دیں۔ اُس کی عظمت اور بزرگی میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ جس وقت آپ

تولد ہوئے تو قبل از غسل سات بار آپ نے کلمہ طیبہ زبان فصیح

ترجمان سے ارشاد فرمایا۔ جب آپ کے والد ماجد نے آپ کی پیدائش کا

حال سنا تو فوراً تازہ وضو کیا اور آپ کے قریب آکر فرمایا۔ سلام علیکم۔

آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپ کے والد نے آپ کے کان میں

کہا کہ حضرت رسول اللہ نے سلام کہا ہے۔ اور جناب باری تعالیٰ

میں دعا کی۔ الٰہی! ابو محمد کو ولی کامل کر۔ آپ شبِ عاشورہ میں تولد

ہوئے۔ دوسرے دن تمام دِن آپ نے ماں کا دودھ نہ

پیا۔ یعنی روزے سے رہے۔ جب شام کو مغرب

کی اذان ہوئی تو آپ نے اپنی والدہ محترمہ کے دودھ سے روزے

کا افطار کیا۔ آپ کے والد بیان فرماتے ہیں کہ ڈھائی سال کی عمر

تک آپ اشاروں سے نماز ادا فرماتے اور کلمہ طیبہ کثرت سے

پڑھا کرتے تھے۔ ماں کا دودھ بہت کم نوش فرماتے تھے۔ ایک

دن آپ مکتب میں تشریف لیئے جاتے تھے کہ بحکم خدائے جل وعلیٰ

راستہ میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور خواجہ

خضر علیہ السلام نے آپ کو اسمِ اعظم تلقین فرمایا۔ جس کی وجہ سے تمام

علوم ظاہری و باطنی آپ پر منکشف ہو گئے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ اور ستر

بزرگوں کو ساتھ لیئے ہوئے ہندوستان میں بھی تشریف لائے

تھے اور جنگ میں امداد فرمائی تھی۔ غرہ رجب ۴۱۱ ھ کو آپ بھی وصال معشوق حقیقی سے سیراب ہوئے۔ مزارِ اقدس قصبہ چشت میں ہے۔ آپ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان فرسناقہ کے فرزند تھے۔ وہ سید ابراہیم کے وہ ابنِ سید یحیٰی ابن سید حسین ابن سید مجید الدین ابن سید ناصر الدین ابنِ سید نور اللہ ابن سید حسن مثنیٰ ابنِ حضرت سید امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا جاتا ہے کہ جس وقت آپ کی عمر شریف ۲۰ سال کی تھی تو ایک بار اپنے والد کے ہمراہ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ راستہ میں حضرت خواجہ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ دیکھتے ہی گھوڑے سے کودے اور قدموں پر گر پڑے۔ اسی وقت سے ترک لباس کیا۔ آپ کے والد ماجد نیز دیگر بزرگانِ دین نے بہت کچھ سمجھایا مگر آپ نے کچھ نہ مانا۔ اپنے قول پر ثابت قدم رہے۔ جب حضرت کی تربیت کافی طور سے ہو چکی تو حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی اپنے وطن شام کی جانب تشریف لے گئے اور ہدایت خلق اللہ کے لیئے آپ کو چشت میں چھوڑ گئے۔ آپ کی وفات غرہ جمادی الثانی ۳۵۵ ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اوائل عمر ہی میں باامرِ الٰہی ارادت کی نیت سے اپنے وطن ملک شام سے روانہ ہو کر بغداد شریف پہنچے اور وہاں حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ العزیز کے حلقہ مریدین میں شامل ہو گئے۔ حضرت دینوری نے دریافت فرمایا کہ، تمہارا نام کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ابو اسحٰق شامی۔ حضرت نے فرمایا کہ آج سے تم ابو اسحٰق چشتی ہوئے۔ کیونکہ چشت کی خلقت تم سے ہدایت پائے گی اور تمہارے تمام مریدین چشتی کہلائیں گے۔ ۴ ربیع الثانی ۳۵۵ھ میں وفات پائی اور شہر عکہ بلاد شام میں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ حضرت خواجہ ابو اسحٰق علیہ الرحمہ کا لقب شرف الدین اور کنیت ابو اسحٰق ہے۔ حضرت شیخ المشائخ خواجہ ممشاد علی دینوری سے خرقہ ارادت حاصل کیا اور آپ کو ساری عبادت میں فاقہ کشی اور غرباء و مساکین کی صحبت بہت زیادہ پسند تھی اور شدت سے اس پر مائل تھے حتیٰ کہ سات سات روز کا روزہ رکھتے تھے اور تین لقموں سے زیادہ افطار میں تناول نہ فرماتے تھے۔ آپ ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ مجھ کو جو کچھ لذت بھوک میں ملتی ہے وہ دوسری شے میں نہیں ملتی۔ آپ کا مقولہ تھا مِعراج الفقراء جوعٌ۔

سات سال تک شیخ کی خدمت میں رہ کر سخت سے سخت مجاہدات کیئے اور اس کے بعد خرقۂ خلافت زیبِ تن کیا۔ بحکم پیر چشت میں تشریف لاکر اقامت گزین ہوئے اور خواجہ چشتی کے نام سے مشہور ہوئے سماع سے آپ کو بہت رغبت تھی۔ آپ کی وجدانی کیفیت سے در و دیوار وجد میں آجاتے تھے اور سننے والوں پر جو کیفیت طاری ہوجاتی تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ اگر کوئی مریض آپ کی مجلس سماع میں حاضر ہوجاتا تو اپنے مرض سے شفا پا جاتا تھا۔ دولتمندوں اور دنیا داروں سے آپ انتہائی اجتناب فرماتے تھے اور کسی دنیا دار اور دولت مند کی مجال نہ تھی کہ آپ کی مجلس سماع میں شرکت کر سکے اور اگر آجاتا تھا تو اسی روز تارک الدنیا ہو جاتا تھا۔ اگر کوئی شخص اعتراض کرتا کہ آپ دنیا داروں اور دولت مندوں کو مجلسِ سماع کی باریابی سے کیوں محروم رکھتے ہیں تو آپ فرماتے اہل اللہ لطیف ہوتے ہیں اور اہل دنیا کثیف اور اجتماع ضدین ناممکن ہے۔ ان کے پرتو سے دوسروں کے دل پراگندہ ہوجاتے ہیں۔ آپ سماع سننے سے پہلے قوالوں کو تین دن پیشتر سے روزہ رکھاتے اور اس کے بعد سماع کا حکم فرماتے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے، بارش نہ ہوتی تھی۔ بادشاہ وقت آپ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوا۔ آپ اس کو دیکھ کر اس قدر روئے

کہ حاضرین پر گریہ طاری ہوگیا۔ لوگوں نے سبب گریہ کا استفسار کیا تو آپ نے فرمایا خدا جانے مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا ہے کہ میری مجلس میں دو مرتبہ متواتر بادشاہ کا گزر ہوا، اور اتنی دیر فقراء کی صحبت سے محرومی رہی۔ ڈرتا ہوں کہ کل قیامت میں میرا حشر مبادا دولت مندوں کے ساتھ نہ ہو اور یہ کہہ کر ایک آہ کا نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے اور جس وقت ہوش میں آئے یہ حدیث ارشاد فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ

(خداوند مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھنا۔ حالت مسکینی میں موت دینا اور میرا حشر مسکینوں کے گروہ میں کرنا)

بادشاہ یہ ماجرا دیکھ کر مایوس واپس چلا گیا۔ آپ کی وفات ۳۴۳ھ میں ہوئی۔ مزار شریف عکہ بلاد شام میں ہے۔ خلق اللہ کی ہدایات اور طالبانِ رموز باطنی کی رہنمائی کے لیئے چشت میں آپ نے اپنا چشمۂ فیض و برکات جاری کیا اور ایک ایسی درسگاہ کھول دی کہ علی التواتر اس موضع کے بزرگان آپ کی شمع سے نورِ اکتساب کر کے اس گمنام گاؤں کو چار دانگ عالم میں شہرت دینے لگے اور یہ معاملہ اور واقعہ حیرت خیز ہے کہ شاید کوئی بھی نہ جانتا ہو کہ چشت کہاں پر واقعہ ہے اور اسکی تاریخی اور جغرافیائی حالات کیا ہیں۔ لیکن

ان بزرگان نے اپنے فیوض باطنی اور برکاتِ ظاہری سے اطراف واکناف عالم کو بہرہ ور کر کے چشت کے نام کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زندہ و پائندہ کر دیا۔ خصوصاً ممالک مشرقیہ میں شاید کوئی ایسا خِطہ باقی نہ ہوگا جہاں اس خاندان کے یقت کے بزرگان نے حقیقت کے متلاشیوں اور معرفت کے بادہ خواروں کو سیراب نہ کیا ہو اور ان کے سینوں میں آفتاب علومِ ظاہری و باطنی کو روشن نہ کیا ہو۔

حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری رحمتہ اللہ علیہ

آپ قصبہ دینور میں جو ایک پہاڑی مقام پر ہے تولد ہوئے اور بغداد شریف میں پرورش اور تربیت پائی۔ گھر کے خوشحال تھے اور رؤسا میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ جس وقت محبتِ الٰہی طبیعت میں موجزن ہوئی تمام مال واسباب راہِ خدا میں لٹا کر حضرت ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور کامل اجتہاد و نفس اور عبادت و ریاضت کر کے پایۂ تکمیل کو پہنچے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ایک مرتبہ حضرت کے پیر و مرشد کے عرس میں سماع ہو رہا تھا۔ ایک شخص حاضر ہوا اور سوال کیا کہ عرس کے دن سماع کی خصوصیت کی کیا ضرورت ہے۔ یہ مہانداری اور سماع کیا کسی اور وقت نہیں ہو سکتی ہے۔ اور یوں بھی سماع کے سُننے

میں علماء کو اختلاف ہے۔ نیز یہ کہ وقت معین کرنا ایک بدعت بھی ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ خصوصیت یہ ہے کہ اس روز وصالِ دوست میسّر ہوا ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی حبیبْ

پس میں اپنے پیروں کے وصال کی خوشی اس لئے کرتا ہوں کہ ان کی توجہ سے مجھ کو بھی وصل میسّر ہو۔ آپ خاندان چشتیہ اور قادریہ کے مقتدا گزرے ہیں۔ آپکو خرقہ خلافت خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے بھی حاصل ہوا ہے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت خواجہ ابواسحٰق شامی اور خواجہ اسود احمد دینوری بھی ہیں۔ جو سلسلہ قادریہ اور سہروردیہ یا جنیدیہ کے پیشوا ہیں۔ آپ کی وفات ۱۴ محرم ۲۹۸ ھ کو ہوئی اور مزار اقدس قصبہ دینور میں ہے۔

حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش ۱۶۷ھ میں ہوئی۔ آپ کی کرامات اکثر مشہور ہیں۔ آپ بہت بڑے صاحب فضل وکمال بزرگ تھے۔ آپ صاحب خانواد ہیں۔ آپ کے مریدین ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ آپ کو صوم سے بے حد محبت تھی۔ اکثر چھ تھے روز جنگل کے کسی پھل سے افطار فرمالیا کرتے تھے اور جنگل میں زیادہ رہتے تھے اور یادِ

دوست میں اکثر رہا کرتے تھے۔ وفات آپ کی ۷ شوال ۲۸۷ھ میں ہوئی۔ مزارِ مبارک بصرہ میں ہے۔ آپ حضرت خواجہ حذیفہ المرعشی کے مریدین اور خلفاء میں سے تھے۔

حضرت خواجہ حذیفتہ المرعشی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اصلی نام سید بدرالدین ہے۔ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ آپ نے خواجہ فضیل بن عیاض اور حضرت خواجہ بایزید بسطامی کا زمانہ دیکھا تھا۔ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کے دائرہ ارادت میں حلقہ بگوش ہوئے اور اس قدر سخت عبادت و ریاضت کی کہ ستر برس تک مصلّے سے پیر نہ ہٹایا۔ صرف ہر سال روضۂ مطہرہ رسول انور کی زیارت کے لیئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور کچھ دن اپنے پیر کے ہمراہ سیاحت کی ہے۔ ۱۴ شوال ۲۷۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم بلخی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے حالات اور مجاہدات بہت کثرت سے مشہور ہیں۔ لطائف اشرفی میں لکھا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلطنت سے ہٹا کر روحانی طور پر علم الٰہی سے آپ کے

سینہ کو منور و معمور کر دیا تھا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا تھا- آپ مولانا فضیل بن عیاض کے مرید ہوئے اور ظاہری طور پر آپ سے خرقہ خلافت حاصل فرمایا۔ دوسرا سلسلہ آپ کا اس طرح سے ہے کہ آپ کو خرقہ، خلافت حضرت عمران سوسی بن زید راعی سے پہنچا اور ان کو حضرت اویس قرنی سے اور ان کو معمر الجبلی سے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے تھے۔ جیلان میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کے تمام و کمال حالات، لطائفِ اشرفی، سیر الاقطاب، نفحات، مراۃ الاسرار، شرح آداب المریدین، رونق المجالس، سیر الاولیاء، حکایت الصالحین، چہل مجلس وغیرہ کتب میں درج ہیں۔ شب جمعہ ۲۸ جمادی الاول ۲۶۲ ھ میں وفات پائی۔ مزار شریف ملک شام میں حضرت لوط نبینا کے مزار کے قریب ہے۔

حضرت خواجہ فضیل ابنِ عیاض رحمتہ اللہ علیہ

آپ سمرقند میں پیدا ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ماوراء النہر میں تربیت پائی۔ آپ کے حالات بھی کتب تصوف میں بہت کافی دوانی طور پر درج ہیں۔ آخر عمر میں آپ مکہ معظمہ میں معتکف ہوئے۔ وفات ۱۰ محرم

۱۸۷ھ اور بقول بعض ۱۳، ربیع الاول ۱۸۷ھ میں ہوئی۔ آپ خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

آپ مدینہ منورہ میں تولد ہوئے اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ آپ کی وفات ۲۸، صفر ۱۲۶ھ کو ہوئی۔ مزار شریف آپ کا بصرہ میں ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو سعید اور ابو محمد ہے۔ آپ اکابر تابعین اور امام الحرمین تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت امام حسنؑ آپ سے بہت مانوس تھے۔ آپ نے جملہ علوم افنون اپنے پیر حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کئے تھے۔ حضرت امیر المومنین مولا مشکل کشا آپ کو اپنا فرزند کہا کرتے تھے۔ حبیب السیر میں تحریر ہے کہ آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے بھی تربیت پائی ہے اور روضۃ الاحباب میں درج ہے کہ آپ کے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفۂ اوّل کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوئے تھے اور آپ کے والد کا نام موسیٰ راعی تھا۔ وہ حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ

علیہ کے لڑکے تھے اور آپ کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا اور آپ ایک سو تیس اصحابِ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہم صحبت رہے ہیں۔ آپ کی وفات بقول بعض رجب میں اور بقول بعض محرم میں ۱۰۲ھ، ۱۱۱ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت عہدۂ خلافت حسین بن عبد الملک مروان کو حاصل تھا۔

آپ حضرت علی مشکل کشا سے بیعت تھے اور وہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش تھے۔ ان حضرات کا مداح کلامِ الٰہی ہے اور ان کی شان میں کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

خاموشی از ثنائے تو گفتن ثنائے تست

غرض کہ یہ سلسلہ ساتویں درجہ میں جاکر حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی سے جو کہ سرکردۂ چشتیاں میں پہنچتا ہے اور گیارھویں درجہ میں جاکر حضرت خواجہ ابراہیم ادھم سے اور پندرھویں درجہ میں جاکر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اور سولہویں درجہ میں جاکر سر چشمۂ معرفت، منبعٔ نور و برکت حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

آفتابُ الاولیاء ماہتابُ الاصفیاءِ
حضرت مشکل کُشا مولا علی کرم اللہ وجہہٗ

آپ کی کنیت ابو الحسن، لقب اسد اللہ بن ابی طالب بن عبد المطلب

بن ہاشم رضی اللہ عنہ ہے ۔ ۱۳، رجب ۲۳ ھ قبل ہجرت پیدا ہوئے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ سے ۲۵ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ آپ آنحضرت سرور کائنات کے مرید و خلیفہ معنوی تھے اور سلسلۂ علویہ کے آپ مرکز و منتہا ہیں۔

حضرت عثمان ذی النورین کو جو خلیفہ سوم اور آپ کے ہم زلف بھی تھے۔ شہادت کے بعد ۱۹، ذی الحجہ ۳۵ ھ کو خلیفۂ چہارم مقرر ہوئے اور چار سال ۹ ماہ خلافت کا کام انجام دے کر ۲۱، رمضان المبارک ۴۰ ھ شب دو شنبہ کو ۶۳ سال کی عمر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا مزارِ اقدس نجف اشرف میں مرجع خلائق ہے۔

آپ کی فضیلت اور بزرگی کی تصدیق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ کے ساتھ حضرت ہارون کو خصوصیت تھی۔ اس طرح مجھ کو علی کے ساتھ خصوصیت ہے صرف اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ بعض اور احادیث متبرکہ میں فرمایا ہے

لحمك لحمی ودمك دمی ، انا مدینۃ العلم وعلی بابها

ارشاداتِ عالیہ

- اے قرآن پڑھنے والو! قرآن پر عمل کرو
- کوئی بزرگی اسلام سے زیادہ نہیں ہے۔
- جھوٹے کی صحبت سے دور بھاگو۔
- بخیل کے پاس مت جاؤ۔
- بات کرنے والے پر مت غور کرو۔ بات پر غور کرو۔
- باغی کے ساتھ فتح نہیں ہوتی۔
- تندرستی سے زیادہ اچھا کوئی لباس نہیں۔
- جہالت تمامی امراض سے زیادہ خطرناک ہے۔
- عِلم بلندی کی طرف اور جہل پستی کی طرف لے جاتا ہے۔
- مسواک کرنا روزہ رکھنا، قرآن پڑھنا، یہ تینوں چیزیں بلغم کو کھو دیتی ہیں۔
- جس کو موت یاد ہوگی اس کو لذات دنیوی فراموش ہو جائیں گی۔
- اللہ کے خوف سے رونا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اللہ کے غضب سے رونا عیوب سے پاک کرتا ہے۔
- اللہ کی جدائی میں رونا اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صوفیانِ صاف دِل صافی نہاد

صوفیانِ صاف دل صافی نہاد
عارفانِ پاک طینت پاک زاد

جانتے ہیں شیخ کو دریائے ھُوٗ
بوجھتے ہیں شیخ کو صہبائے ھُوٗ

شیخ ہے صورت نمائے احمدی ﷺ
شیخ ہے معنی فروشِ سرمدی

جس کو ہو دیدارِ احمد ﷺ کا خیال
آئینہ اس کا ہے مرشد کا جمال

اے فقیر و مُرشدِ کامل ہے کیا
مرشدِ کامل ہے نورِ مصطفٰے ﷺ

روز و شب اِرشاد کا پابند ہو
ہر زماں تبلیغ سے خورسند ہو

جس نے بوجھا مرشدِ آگاہ کو
اس نے بوجھا احمد ﷺ و اللہ کو

شیخِ کامل کو نہ سمجھو غیر ذات
شیخِ کامل ہے رسالت کی صِفات

جو حقیقت شیخِ دیں کی پا گیا
وہ حقیقت ذوالمنتیں کی پا گیا

شیخِ کامل سے لگاؤ دھیان تم
پَست سے بالا اُڑو ہر آن تم

گر بَقا منظور ہے تجھ کو فنا
شیخ کی صورت میں ہو جا تو فنا

شیخ میں جو مرد فانی ہو گیا
یہ سمجھ لو تم، وہ باقی ہو گیا

اس طلسمِ شیخ سے آگاہ ہو
اس سمجھ سے عارف باللہ ہو

شغلِ برزخ سے خدا پاؤ گے تم
شغلِ برزخ سے صفا پاؤ گے تم

شغلِ برزخ جب کرو گے چند روز
آپ ہو جاؤ گے تم برزخ فروز

جبکہ اِس شغلِ عجب میں آؤ گے
آپ کو خود آپ مرشد پاؤ گے

ہم تمہیں اے طالبو یہ کہہ چکے
حق نہ پاؤ گے بجُز اِس شغل کے

ہے یہ اِک سِرِّ الٰہی کا ظہور　　　بوجھنا اس کا ہے طالب کو ضرور
شیخ کی صورت میں وہ آئینہ دار　　　دیکھتے تھے جلوۂ پروردگار
بارگاہِ حضرتِ صابر رحمۃ اللہ علیہ میں جا　　　بیٹھ پائیں مزارِ حق نما
گرچہ وہ ہر رنگ و بو سے پاک ہے　　　ہر تجلّی گاہ اس کی خاک ہے

بھول بیٹھے گا چوں اور چندیں کا خیال
دیکھتا رہے گا شانِ ذوالجلال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ الْکَرِیْمِ ۵

شجرہ طیّبہ

سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم

یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے
اپنی شانِ بخشش بے انتہا کے واسطے

واسطہ شانِ کرم کا اپنی ہم پر رحم کر
حضرت شاہ محمدؐ افضل باصفا کے واسطے

واسطہ شانِ کرم کا اپنی ہم پر رحم کر
حضرت شاہ محمدؐ عارف باصفا کے واسطے

مشعلِ راہ ہدیٰ انعام الرّحمٰن بے گماں
قطب دیں شبّیر احمد پارسا کے واسطے

عاشقِ روئے نبی مشتاق احمد بے رِیا
شاہِ صندل باورع پیرِ ہدیٰ کے واسطے

خواجہ عبداللہ عاشقِ نورالہُدیٰ
ایسے باصدق وصفا واتقیا کے واسطے

پیرِ حافظ سیّد اعظم سیدِ سالم وَلی
اور سیّد بھیک میراں حق نما کے واسطے

بُوالمعَالی شیخ داؤد اور صادق شیخ دیں
بوسعید رہبرِ راہِ ہُدیٰ کے واسطے

واسطہ حضرت نظام الدّین بلخی کا تجھے
اور جلال الدّین فخرِ اولیاء کے واسطے

عبدِ قدّوس اور محمّد عارفِ اَسرارِ حق
اور جناب عارف احمد باصفا کے واسطے

شیخ عبدالحق مخدوم افتخارِ اولیاء
اور جلال الدّین پیرِ پارسا کے واسطے

شمسِ دیں خواجہ علاؤالدّین صابر کلیَری
عاشق حق پیکرِ صبر و رضا کے واسطے

حضرتِ گنج شکر بابا فرید الدّین مسعود
عاشقِ جانباز فخرِ اتقیا کے واسطے

قطبِ اقطابِ زماں روحِ روانِ چشتیاں
قطبِ دیں قطبِ جہاں قطبِ ہدیٰ کے واسطے

حضرتِ خواجہ معین الدّین چشتی سنجری
آفتابِ خاندان چشتیہ کے واسطے

خواجہ عثمان ہارونی شہہ حاجی شریف
خواجہ مودود فخرِ اصفیا کے واسطے

خواجہ یوسف ناصر الدین بو محمد باصفا
سرگروہ اصفیا و اتقیا کے واسطے

خواجہ احمد اور ابو اسحٰق شامی پاکباز
علوِ ممشاد و ہبیرہ پیشوا کے واسطے

خواجہ مرعش حذیفہ باوقار و باورع
خواجہ ابراہیم ادہم پُر غنا کے واسطے

حضرتِ پیرِ فضیل و عبد واحد شیخ دیں
اور حسن بصری امامِ اولیاء کے واسطے

حاملِ بارِ ولایت معدنِ علم و سخا
حضرتِ مولا علی کرم اللہ وجہٗ مشکل کشا کے واسطے

باعثِ تخلیقِ عالم فخرِ جملہ کائنات
صاحب لولاک ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

یا الٰہی ہم گناہگاروں پہ بھی ہو اک نظر
خواجگان برگزیدہ چشتیہ کے واسطے

آمین ثم آمین

صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُولَ اللّٰہ   وَسَلَّمَ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

اظہار تشکر برائے اقتباسات

- تذکرہ صابر کلیر رحمتہ اللہ علیہ (نذیر سنز پبلشرز)
- جمال وجلالِ صابر رحمتہ اللہ علیہ (نیماب اکبر آبادی)
- تذکرہ صابر رحمتہ اللہ علیہ (شہابی)
- حقیقت گلزار صابری
- سوانح بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ (وحید احمد)
- سیر الاقطاب
- جواہر فریدی (مولانا اصغر علی)
- تاریخِ ہندوستان (ذکاء اللہ)
- اخبار الاخیار: منتخب التواریخ
- سیر العارفین (مولانا جمال سُہروردی)
- ملفوظاتِ خواجگانِ چشت

معتبر رضا لائبریری
کتاب نمبر
صدر بازار، لاہور چھاؤنی